آئینۂ صداقت

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنّاصر

دیباچہ

اِس کتاب کی تصنیف کی ضرورت اور غرض

گو اس بات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہ احمدیت کی تبلیغ کے لئے ان اختلافات کے بیان کی جن کے باعث چند سو احمدی کہلانے والے جماعت احمدیہ سے الگ ہوگئے ہیں ضرورت نہیں۔ اور میں نہیں چاہتا تھا کہ ایسے ممالک کے لئے کہ جو اُردو نہیں جانتے اور اس اختلاف سے ایک حد تک ناواقف ہیں جو کچھ لوگوں نے جماعت احمدیہ میں پیدا کرنا چاہا تھا کوئی تصنیف کروں۔ مگر مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اپنی کتاب سپلٹ میں چونکہ اس مسئلہ کو لکھ کر ایسے ممالک میں شائع کیا ہے کہ جن کو ان مسائل کے علم سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا تھا بلکہ جہاں ان خیالات کی اشاعت سے احمدیت کی ترقی کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے مجبوراً مجھے بھی ان کی تحریر کا جواب لکھ کر ان ممالک میں شائع کرنے کی ضرورت معلوم ہوئی تاکہ وہ زہر جو انہوں نے اپنی تحریر کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں پھیلایا ہے اس کا تریاق ہو اور راستی کے طالبوں اور صداقت کے دلدادوں کے لئے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کا کام دے۔

پس مَیں اس کتاب کو جُویانِ حقیقت کے سامنے پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ حق ان کے دل پر ظاہر کرے اور صداقت پر ان کو آگاہ کرے کہ اس کی ہدایت کے سوا کوئی ہدایت نہیں اور اس کی راہنمائی کے سوا کوئی رہنمائی نہیں۔ وہ دلوں کا حال جاننے والا ہے

اور غیب کی باتوں پر آگاہ ہے۔ کوئی چیز نہیں جو اس سے پوشیدہ ہو اور کوئی راز نہیں جس پر وہ آگاہ نہ ہو۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اھْدِنَا اِلٰی صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِیْمِ وَ ثَبِّتْنَا عَلٰی دِیْنِكَ الْقَوِیْمِ وَاَلْهِمْ فِیْ قُلُوْبِنَا الْحَقَّ وَالسَّدَادَ وَ وَفِّقْنَا اَنْ نَجْتَنِبَ الْفِتْنَةَ وَالْفَسَادَ وَاخْذُلْ مَنْ عَادٰنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ مَارٰنَا اِنَّكَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ وَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

❖

آئینہ صداقت

(تحریر فرمودہ دسمبر ۱۹۲۱ء)

مولوی محمد علی صاحب کی کتاب دی سپلٹ THE SPLIT

مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے ایک کتاب سپلٹ نامی حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ جو انہوں نے اس امر کے متعلق تحریر کی ہے کہ جماعت احمدیہ میں کیا اختلاف ہے۔

یہ کتاب عام طور پر ہندوستان کے ایسے علاقوں میں کہ جہاں اُردو نہیں سمجھی جاتی یا ہندوستان سے باہر ایسے مقامات پر کہ جہاں سلسلہ احمدیہ پھیلنا شروع ہوا ہے شائع کی گئی ہے اور اس کی غرض ان کی تحریر سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ احمدیہ جماعت سے اپیل کریں کہ وہ ایک دفعہ متفقہ طاقت سے بقول ان کے ان بد خیالات کو مٹا ڈالے جو میری طرف سے شائع کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود اس کتاب کے صفحہ ۷۶ پر لکھتے ہیں۔

> "I appeal to the good sense and moral courage of the Ahmadiyya community to denounce these false doctrines with one voice before they take root like the false doctrines attributed to the Messiah." [1]

اشاعت سپلٹ کی وہ غرض نہیں جو بتائی گئی ہے

مگر میرے نزدیک اس کتاب کی تصنیف سے ان کی یہ غرض نہیں اور اس تحریر کو پڑھتے ہی ہر ایک عقلمند انسان اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ کیونکہ جو لوگ ابتداءً حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے اور جن کے ملک میں آپؑ پیدا ہوئے اور جن کو آپؑ کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا اور

جنہوں نے آپؑ کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں کو سُنا اور سمجھا اور جنہوں نے آپؑ کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابوں کو اسی زبان میں پڑھا کہ جس میں وہ لکھی گئی تھیں اور جو تعداد میں دیگر تمام ممالک کے احمدیوں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہیں ان کی زبان انگریزی نہیں اور نہ سوائے ایک قلیل تعداد کے جو ایک فیصدی بھی نہیں وہ لوگ انگریزی سمجھ یا پڑھ سکتے ہیں۔

بیرونی ممالک میں سلسلہ کی ترقی میں پیش آنیوالی رکاوٹوں کا دُور کرنا

اسی طرح اس کتاب کے لکھنے کی یہ غرض بھی نہیں ہو سکتی کہ ہمارے عقائد کے پھیلنے سے جو ان کے نزدیک نہایت اشتعال انگیز اور فتنہ خیز ہیں احمدی جماعت کی ترقی رُک گئی تھی اور ہندوستان سے باہر کے ممالک میں سلسلہ کا بڑھتا ہوا قدم ٹھہر گیا تھا اور اس خطرناک تعلیم کو سن کر لوگ سلسلہ سے بیزار ہو گئے تھے۔ پس احمدیہ جماعت کی خدمت اور اسلام کی محبت کو مدِّنظر رکھ کر وہ مجبور ہوئے کہ لوگوں کو بتائیں کہ جو تعلیم میری طرف سے پھیلائی گئی تھی وہ غلط اور مسیح موعودؑ کی تعلیم کے خلاف تھی۔ مسیح موعودؑ کی تعلیم بالکل اسلام کے مطابق اور انہی لوگوں کے عقائد کے موافق ہے کیونکہ ہندوستان سے باہر سیلون۔ ماریشس۔ افریقہ وغیرہ ممالک میں کہ جہاں اس کی اشاعت کی گئی ہے اور جن ممالک کو مدِّنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے وہاں ان لوگوں کا کوئی مشن نہ پہلے کبھی قائم ہوا اور نہ اب قائم ہے۔

بیرونی ممالک میں احمدیّت کی تعلیم کب شروع ہوئی

جس قدر احمدیت کی اشاعت غیر ممالک میں ہوئی ہے وہ سب میرے ہی زمانہ اور میرے ہی ذریعہ سے ہوئی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ★ خدا تعالیٰ نے یہ نعمت اور یہ ثواب میرے لئے ہی مقدر کر رکھا تھا کہ ایسے وقت میں جب جماعت ایک اندرونی آفت سے ایک سخت خطرہ میں تھی اور اپنوں اور بیگانوں کو خیال ہو رہا تھا کہ جماعت احمدیہ کی زندگی کے دن پورے ہو گئے مجھے اس نے یہ طاقت دی کہ میں ہندوستان کے باہر کے ممالک کو بھی جو اب تک اس نعمت عظمٰی سے جو خدا تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ذریعہ سے دُنیا پر نازل کی محروم تھے ان کا حق اور حصہ ادا کروں۔ پس جس قدر احمدی بھی غیر ممالک میں ہوئے وہ باوجود ان "تنگ خیالات" کی اشاعت کے جو مولوی صاحب میری طرف منسوب کرتے ہیں ہوئے ہیں۔ پس ان کے اس کتاب کو تحریر کرنے کا یہ امر بھی باعث نہیں ہو سکتا کہ میرے خیالات کی اشاعت سے سلسلہ کی ترقی کو نقصان پہنچ رہا تھا۔

★ الجمعۃ: ۵

لوگوں کو سلسلہ میں داخل ہونے کا شوق دلانے کیلئے صحیح عقائد پھیلانا

پھر یہ بھی نہیں خیال کیا جا سکتا کہ گو احمدی جماعتیں غیر ممالک میں میرے ہی ذریعہ سے قائم ہوئی ہیں لیکن مولوی صاحب نے یہ خیال کرکے کہ اگر صحیح عقائد پھیلا دیئے جائیں گے تو لوگ اور بھی شوق سے داخل ہوں گے۔ کیونکہ اس سے سلسلہ سے ان کی نفرت کم ہو جاوے گی یہ کتاب شائع کر دی۔ کیونکہ باوجود ان خطرناک خیالات کے جن کو وہ میری طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہندوستان میں جو مذہبی علوم کے لحاظ سے تمام مشرقی ایشیا کا استاد سمجھا جاتا ہے اور جس میں علوم دینیہ کی تعلیم کا دوسرے ممالک سے بہت زیادہ چرچا ہے اور عام طور پر یہاں کے لوگ دوسرے ممالک کے باشندوں سے دین سے بہت زیادہ واقف ہیں ہر سال ہزارہا آدمی میری بیعت میں شامل ہو کر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں مولوی صاحب اور ان کے ساتھی جو کہ بقول ان کے

A large number of the educated members of the community

ہیں اور جو پھر ساتھ ہی MORAL COURAGE رکھتے ہیں اب تک چھ سال کے عرصہ میں اسقدر آدمیوں کو احمدی نہیں بنا سکے جسقدر کہ بعض دفعہ صرف ایک مہینہ میں میری بیعت میں شامل ہو جاتے ہیں اور جن میں دینی اور دنیاوی علوم کی اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریوں والے لوگ بھی شامل ہیں۔

سپلٹ کے شائع کرنے کی اصل وجہ

پس اگر کوئی وجہ اس کتاب کی تحریر کی ہے تو صرف یہ کہ مولوی صاحب اس بغض و کینہ کی وجہ سے جو مجھ سے رکھتے ہیں یہ نہیں دیکھ سکتے کہ مجھے کوئی کامیابی ہو۔ اور ان کو میری مخالفت کا اس قدر خیال ہے کہ اس میں اگر اسلام اور سلسلہ احمدیہ کو کوئی نقصان بھی پہنچ جاوے تو ان کو اس کی پرواہ نہیں۔ پس جب انہوں نے شمالی ہند اور دیگر ممالک میں میری ناچیز کوششوں کو بار آور ہوتے دیکھا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو مجھ پر نازل ہوتے مشاہدہ کیا تو انہوں نے اور کوئی حیلہ کارگر ہوتا ہؤا نہ دیکھ کر یہ تدبیر جسے وہ بہت دفعہ ہندوستان میں بھی استعمال کر چکے ہیں اختیار کی کہ میرے عقائد کو بُری سے بُری شکل میں دکھا کر اور ایسے الفاظ میں لکھ کر کہ جن کے پڑھنے سے ہر ایک غیر احمدی کا سینہ جوش غضب سے بھر جاوے اور اس کی آنکھوں میں خون اُتر آئے اور بہت سے غلط واقعات سے اس کو زیب دے کر غیر ممالک میں شائع کیا جس سے ان کی یہ غرض تھی کہ لوگوں میں اس سلسلہ کی نسبت ایک عام جوش پھیل جاوے اور وہ لوگ اس سے بدظن ہو کر اس میں داخل ہونے سے رُک جاویں اور

جو تھوڑے سے لوگ باوجود مرکز سلسلہ سے دور اور دشمنوں میں گھرے ہوئے ہونے کے ہر قسم کے مخالف حالات کی موجودگی میں خدا تعالیٰ کی آواز کو سن کر اس پر لبیک کہتے ہوئے دَوڑ پڑے تھے ان کی آگے ہی بڑھی ہوئی مصیبتیں اور بھی بڑھ جائیں اور غضب سے اندھے ہوئے ہوئے دشمن ان کو اپنے غصہ سے آگ میں جلا کر راکھ کر دیں اور اس طرح مولوی صاحب کے دل کو یہ ٹھنڈک نصیب ہو کہ گو سچے اسلام کا قصر ان ممالک میں برباد ہو گیا اور اس کی بنیادیں ہل گئیں مگر ساتھ ہی میری کوششوں نے بھی ناکامی کا منہ دیکھا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

صداقت کبھی مغلوب نہیں ہوتی

مگر مولوی صاحب کو یہ خیال نہیں آیا کہ الٰہی سلسلوں میں داخل ہونے والے لوگ عموماً وہی ہوتے ہیں جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر صداقت کو قبول کرتے ہیں اور کوئی مشکل ان کو صداقت کے راستہ سے ہٹا نہیں سکتی۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ان کے دشمنوں کی کھنچی ہوئی تلواریں اپنے عقائد سے پھرا سکیں یا صفحۂ ہستی سے مٹا سکیں؟ کیا اس زمانہ کے امام کے دشمنوں نے اپنا پورا زور نہیں لگایا اور احمدیوں کو پیس ڈالنے کی کوشش میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھا؟ تو کیا اب آپ کے ڈالے ہوئے تیل سے مخالفت کی جو آگ بھڑکے گی اس کے شعلے غیر ممالک کے احمدیوں کو جلا کر راکھ کر دیں گے اور وہ یا تو تباہ ہو جائیں گے یا مجبور ہو کر حق کو چھوڑ بیٹھیں گے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں۔ جس شخص کو ذرہ بھر بھی حلاوت ایمان سے حصہ ملا ہے وہ جانتا ہے کہ صداقت کبھی مغلوب نہیں ہوتی اور حق کے قبول کرنے کے بعد ہر ایک مصیبت حق کے چھوڑ دینے کے مقابلہ میں آسان معلوم ہوتی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کی ناکامیاں

کاش! مولوی صاحب ان ناکامیوں کو دیکھ کر ہی کوئی نصیحت حاصل کرتے جو ان کو ہندوستان میں ہوئی ہیں۔ ان کی کوششوں کے نتیجہ میں پانچ سال کے عرصہ میں جس قدر لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے ہیں ان سے کئی گنے زیادہ نئے احمدی جو ان کے ہم خیالوں سے دنیاوی حیثیت میں بھی کسی طرح کم نہیں میری بیعت میں شامل ہوئے ہیں اور خود ان کے ہم خیالوں میں بھی ایک بہت بڑی تعداد ان کو چھوڑ کر میرے ساتھ آکر مل گئی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کا غیر ممالک کی طرف متوجہ ہونا

جس طرح مسیح ناصری کے بعد لوگ بنی اسرائیل میں اپنے خیالات کی اشاعت سے مایوس ہو کر دوسری اقوام کی طرف متوجہ ہوئے تھے آپ بھی اسی طرح حضرت

مسیح موعودؑ کے زمانہ میں احمدی ہونے والی جماعت سے مایوس ہو کر اب غیر ملکوں کی طرف متوجہ ہوئے ہیں مگر یاد رکھئے کہ پہلے مسیح اور اس مسیح میں فرق ہے۔ وہ موسوی سلسلہ کا خلیفہ تھا اور یہ محمدی سلسلہ کا خلیفہ ہے۔ پس جس طرح پہلے مسیح کی طرح دوسرا مسیح سولی پر نہیں چڑھایا گیا۔ اسی طرح پہلے مسیح کی جماعت کے خلاف اس مسیح کی جماعت بھی ہر ایک صداقت سے پھیر دینے والی تحریک سے محفوظ رہے گی۔

مولوی صاحب کی بدتہذیبی

اس کتاب کی اشاعت کی غرض بتانے کے بعد اصل مضمون شروع کرنے سے پہلے مَیں اس بات پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولوی صاحب اپنی سخت کلامی کی عادت★ کو یہاں بھی چھوڑ نہیں سکے۔ میرے مقابلہ میں اُردو میں جسقدر

★ اس کے لئے بطور نمونہ مشتے از خروارے مولوی محمد علی صاحب کے دو چار فقرے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ النبوۃ فی الاسلام کے صفحہ ۳۱۲ پر لکھتے ہیں :۔ "میاں صاحب کہتے ہیں۔ ماں باپ نے آنحضرتؐ کا نام احمد نہیں رکھا تھا۔ اوّل تو یہ جھوٹ ہے۔ مسیح موعودؑ نے خود اسے تسلیم کیا ہے۔" "پھر یہ محض جھک مارنا ہے کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں۔" اور پھر صفحہ ۳۱۹ پر لکھا ہے۔ "حقیقۃ النبوۃ میں یہ جھوٹ بولا کہ مجھے اس وقت بھی علم تھا" یہ کہ "گویا آپ بحث چھڑنے کے ڈر سے بھی جھوٹ لکھ دیا کرتے تھے" اور یہ کہ "ایک جھوٹ بول کر اپنے آپ کو غلطی سے پاک کرنا چاہا۔" اور رسالہ "تبدیلی عقیدہ کا الزام" (بجواب مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلی عقیدہ) میں لکھتے ہیں :۔ "میاں صاحب اور ان کے مُریدین نے ..... آثم اور اظلم بننے کو آسان سمجھا۔ مگر شہادت حقہ کی ادائگی کو موت سے بدتر سمجھ کر اس کے ادا کرنے سے انکار کیا ..... ان سیاہ باطن ظالموں نے اتنا بھی نہ دیکھا ..... یہ گروہ ان ہی کا جانشین پیدا تو نہیں ہو گیا۔ جن کو تم کل تک شَرُّ مَنْ فِی الْاَرْضِ کہتے تھے۔ ان کور باطنوں کو جو خادمان دین کو مُرتد کے نام سے پُکارتے ہیں۔ بُلا کر پُوچھو کہ ایک شخص کے علانیہ اقرار کے ہوتے ہوئے تمہارا ایسی جرأت کرنا تمہیں خدا کی لعنت کا مورد بنائے گا یا نہیں۔" "اگر پیر سچا ہے تو یہ گروہ دُنیا کو دھوکا دینے والا قرار پاتا ہے۔ اور اگر اس گروہ کا مذہب وہی تھا۔ جو دین الحق میں لکھا ہے۔ تو پیر باطل کا حامی ہے۔" آج ان باتوں سے انکار کرنا ان کی سیاہ روی کا موجب ہی نہیں۔ بلکہ قریب ہے کہ اس انکار پر اصرار کر کے انکے دل سیاہ ہو جائیں اور وہ خدا کی لعنت کے نیچے آجائیں اور کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کا مصداق ثابت ہوں"

پھر مولوی محمد علی صاحب اپنے رسالہ مرآۃ الحقیقت میں میرے متعلق لکھتے ہیں :۔ "وقت پر بازی لے جانے کے لئے آپ ان امور کی قدر اتنی ہی کرتے ہیں۔ جیسے ایک تاش کھیلنے والا تاش کے پتوں کی قدر کرتا ہے۔" صفحہ ۹۷ پر اور لکھتے ہیں۔ مَیں نے دکھانا صرف یہ ہے کہ آپ اپنی غرض کے لئے کیا کیا کچھ کر لیتے ہیں۔ شاید ان لوگوں میں جن کو شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ ہم قرار دیتے ہیں ایسی جرأت کرنیوالے کم ہی ہونگے۔"

مضامین انہوں نے لکھے ہیں ان میں بھی ان کی طرز تحریر نہایت مکروہ رہی ہے اور اس کے مقابلہ میں میں نے اس ادب و احترام کو جو شرفاء میں رائج ہے کبھی نہیں چھوڑا بلکہ ان کو بھی اس کمزوری کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ مگر مولوی صاحب نے میری نصیحت پر کبھی کان نہیں دھرا اور ہمیشہ اس رویہ کو اختیار کئے چلے گئے ہیں جسے انہوں نے شروع میں اختیار کیا تھا۔ غیر ممالک کے احباب تو اس امر سے واقف نہیں مگر یہاں کے لوگ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ معیّن اشخاص کو مخاطب کر کے یا ان کا ذکر کر کے اگر کسی شخص نے مسائل اختلافیہ پر رسائل شائع کرنے میں ابتداء کی ہے تو وہ مولوی محمد علی صاحب ہی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات سے چند دن پہلے آپ کی نازک حالت کو دیکھ کر مولوی محمد علی صاحب نے ایک ٹریکٹ لکھا تھا جس میں مسائل اختلافیہ پر رائے زنی کی گئی تھی اور اس ڈر سے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو اگر معلوم ہو گیا تو ان کی سب کوشش اکارت جاوے گی انہوں نے کمال دانائی و ہوشیاری سے ٹریکٹ لکھوایا اور چھپوایا۔ نہ حضرت خلیفۃ المسیح کو پڑھ کر یہ ٹریکٹ سنایا نہ اس کے مضمون پر آگاہی دی نہ آپ سے مشورہ لیا۔ حالانکہ احمدیوں میں یہ بات عام طور پر رائج ہے کہ اختلافی امور یا اہم مسائل پر جب کبھی کوئی رسالہ یا اشتہار لکھا جاتا ہے تو اس کے متعلق خلیفۂ وقت سے اجازت لی جاتی ہے۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے کفر و اسلام کے متعلق جو مضامین لکھے تھے وہ حضرت خلیفۃ المسیح کو دکھائے تھے۔ کانپور کی مسجد کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے پیغام صلح کے سٹاف نے خاص آدمی بھیج کر حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے طلب کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ پورے طور پر مضامین سنائیں یا نہ۔ یا آپ کی رائے کو اس کے اصلی رنگ میں شائع کریں نہ کریں۔ گو ایک قسم کا پردہ ضرور رکھا جاتا تھا۔ مگر اس مضمون کے متعلق دو حرفی ذکر بھی مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کی وصیت کے عجیب و غریب معنے اس میں آپ نے کئے تھے کم سے کم ان معنوں کے متعلق ہی دریافت کرنا چاہئے تھا کہ آپ کی وصیت کے یہ معنے کئے ہیں کیا یہ درست ہیں؟ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور اخفاء سے کام لیا۔ اسی طرح قادیان میں ٹریکٹ نہیں چھپوایا لاہور اشاعت کے لئے بھیجا۔ حالانکہ قادیان میں ایک چھوڑ دو تین پریس موجود تھے اور کام بھی ان کو زیادہ نہ تھا۔ لاہور میں بھی ٹریکٹ چھاپ کر رکھ چھوڑا گیا اور اس دن کا انتظار ہوتا رہا جب حضرت خلیفۃ المسیح فوت ہو جاویں تاکہ جو کچھ بھی آپ کی نسبت شائع کیا جاوے اس کی تردید نہ ہو سکے۔

غرض مولوی محمد علی صاحب ہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس قسم کی تحریر لکھی ہے جس میں انہوں نے میرا اور میرے دوستوں کا ذکر کر کے ان کے عقائد کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ تقویٰ کے خلاف ہیں۔

اور ان اعتقادات کا رکھنے والا متقی نہیں ہوسکتا اور اس تحریر کے بعد برابر ہر ایک تحریر میں وہ سختی سے کام لیتے رہے ہیں اور میرا نام بھی ایسی حقارت سے لکھتے رہتے ہیں کہ شرفاء میں ایک دوسرے کا ذکر اس طرح جائز نہیں سمجھا جاتا۔ گو اس کتاب میں لفظاً انہوں نے ایسی سختی نہیں کی مگر ضالّ اور مُضِلّ اور اس قسم کے خطاب مجھے ضرور دیئے ہیں جیسا کہ ہر ایک پڑھنے والے پر روشن ہوگا اور میرا نام نہ معلوم کس نسبت سے ایم محمود کرکے لکھتے رہے ہیں۔ مگر مَیں نے جیسا کہ پہلے شرافت کا لحاظ رکھا ہے اب بھی رکھوں گا۔ اور گو ان کی روز افزوں سختی کے جواب میں زیادہ زور دار الفاظ استعمال کرنے ضروری معلوم ہوتے ہیں مگر مَیں پسند نہیں کرتا کہ انہی کے رنگ میں چل کر مَیں آداب کلام کو بھی چھوڑ دوں۔

سلسلۂ احمدیہ اور سلسلۂ مسیحیہ کی مماثلت

مولوی محمد علی صاحب کے اس طریق تحریر کی طرف توجہ دلانے کے بعد اب میں ان کی کتاب کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں:۔

مولوی محمد علی صاحب شروع کتاب میں ہی تحریر فرماتے ہیں کہ چونکہ سلسلہ احمدیہ سلسلہ مسیحیہ کا مثیل ہے اس لئے ضرور تھا کہ اس میں بھی ایک فریق غلو سے کام لیتا اور حق کو چھوڑ دیتا اور اس پر انہوں نے خاص طور پر زور دیا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ صرف اسی مشابہت سے ہی ہمارے اور ان کے درمیان بیّن فیصلہ ہوجاتا ہے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب شاید یہ بات نہیں سمجھتے کہ مشابہت سے ہر ایک امر میں مشابہت ہونی ضروری نہیں۔ بلکہ مثیل کبھی اس سے جس کا وہ مثیل ہوتا ہے درجہ اور کامیابی میں بڑھا ہُوا ہوتا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰؑ کی مماثلت

حضرت مسیح موعودؑ صرف ایک ہی مثیل نہیں ہیں بلکہ آپؑ کے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک نبی کے مثیل ہیں یعنی حضرت موسیٰؑ کے۔ مگر باوجود اس کے آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ اسی رنگ میں معاملہ نہیں ہُوا جس رنگ میں کہ حضرت موسیٰؑ کے صحابہ سے۔ اور نہ آپؐ کے صحابہؓ نے حضرت موسیٰؑ کے صحابہ کا سا نمونہ دکھایا۔ اللہ تعالیٰ خود قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیلِ موسیٰؑ ہونا ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمّل: ۱۶) ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے جس طرح کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰؑ کا مثیل اور مشابہ قرار دیا ہے۔ توریت بھی یہی کہتی ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کو

مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔"
(استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۲۲ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت موسیٰ کی کامیابیوں کا مقابلہ

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ کے مثیل اور اس سے مشابہ تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں آپؐ کو حضرت موسیٰ سے بہت سی مشابہتیں ہیں۔ وہاں آپ کی کامیابیاں حضرت موسیٰ سے بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ حضرت موسیٰ سے بھی ایک وعدہ کیا گیا تھا کہ کنعان کی زمین ان کو دی جاوے گی۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے ان کے ٹھہرنے کا مقام ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک وعدہ دیا گیا تھا کہ حرم (حوالی مکہ) کی سرزمین ان کو دی جاوے گی۔ تا ہمیشہ کے لئے ان کے ٹھہرنے کا مقام ہو۔ مگر حضرت موسیٰ جب اس ملک کے فتح کرنے کے لئے چلے تو باوجود اس کے کہ ان کی قوم نے ان سے پوری مدد کا وعدہ کیا تھا عین موقع پر انہوں نے موسیٰ کو یہ جواب دیا کہ یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّادَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدۃ: ۲۵) یعنی اے موسیٰ ہم اس زمین میں کبھی داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اس میں اس کے پہلے قابض لوگ موجود ہیں۔ پس تُو اور تیرا رب جاؤ اور ان سے جا کر لڑو۔ ہم تو یہ بیٹھے ہیں حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے اور لڑائی کا ارادہ چھوڑنا پڑا۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ کا انصار سے یہ معاہدہ تھا کہ صرف اس وقت کہ ہم پر مدینہ میں کوئی حملہ آور ہو تمہارا فرض ہو گا کہ تم ہماری مدد کرو۔ اور یہ معاہدہ بیعتِ عقبہ کے وقت جو انصار سے آپ نے ہجرت کرنے سے پہلے مکہ مکرمہ میں لی تھی کیا تھا۔ چنانچہ مشہور مؤرخ ابن ہشام لکھتا ہے کہ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا کہ یا رسول اللہ اِنَّا بُرَآءُ مِنْ ذِمَامِكَ حَتّٰى تَصِلَ اِلٰى دِيَارِنَا فَاِذَا وَصَلْتَ اِلَيْنَا فَاَنْتَ فِىْ ذِمَّتِنَا نَمْنَعُكَ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ اَبْنَآءَنَا وَنِسَآءَنَا۔ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر ہم آپؐ کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں۔ ہاں مدینہ پہنچ کر ہم آپؐ کے ذمہ دار ہیں۔ ہم جن باتوں سے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بچاتے ہیں آپؐ کو بھی بچائیں گے۔ یعنی جس طرح اپنی جانیں دے کر ہم اپنی اولاد اور بیویوں کو قید اور قتل ہونے سے بچاتے ہیں آپؐ کو بھی بچائیں گے۔ پس جب بدر کی جنگ ہوئی اور آپؐ نے ارادہ کیا کہ دشمن کو روکنے کے لئے ہم آگے نکل کر اس کا مقابلہ کریں تو لکھا ہے:۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّفُ اَنْ لَّا تَكُوْنَ الْاَنْصَارُ تَرٰى عَلَيْهَا نَصْرَهٗ اِلَّا مِمَّنْ دَهَمَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ

مِنْ عَدُوِّهٖ وَاَنْ لَيْسَ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّسِيْرَ بِهِمْ اِلٰى عَدُوٍّ مِنْ بِلَادِهِمْ فَلَمَّا قَالَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّكَ تُرِيْدُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَجَلْ قَالَ فَقَدْ اٰمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ وَشَهِدْنَا اَنَّ مَا جِئْتَ بِهٖ هُوَ الْحَقُّ وَاَعْطَيْنَاكَ عَلٰى ذٰلِكَ عُهُوْدَنَا وَمَوَاثِيْقَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَامْضِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَا اَرَدْتَ فَنَحْنُ مَعَكَ فَوَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوِ اسْتَعْرَضْتَ بِنَا هٰذَا الْبَحْرَ فَخُضْتَهٗ لَخُضْنَاهُ مَعَكَ مَا تَخَلَّفَ مِنَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَمَا نَكْرَهُ اَنْ تَلْقٰى بِنَا عَدُوَّنَا غَدًا اِنَّا لَصُبُرٌ فِي الْحَرْبِ صُدُقٌ فِي اللِّقَاءِ لَعَلَّ اللّٰهَ يُرِيْكَ مِنَّا مَا تَقَرُّ بِهٖ عَيْنُكَ فَسِرْبِنَا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ۔★ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوف کرتے تھے کہ کہیں انصار یہ خیال نہ کرتے ہوں کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد صرف اسی وقت فرض ہے جب کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو اور یہ کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا حق نہیں جبکہ آپؐ ان کو ان کے علاقہ سے باہر کسی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے لے جانا چاہیں۔ پس جب آپؐ نے کہا لوگو! تمہارا کیا مشورہ ہے؟ تو سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپؐ کی تصدیق کر چکے ہیں اور اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ آپؐ جو کچھ لائے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی وجہ سے ہم نے آپؐ سے پختہ عہد اور اقرار کئے ہیں کہ ہم آپؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ پس یا رسول اللہ چلئے۔ جدھر چلتے ہیں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہونگے۔ اور اسی خدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچی تعلیم دے کر بھیجا ہے اگر آپؐ ہم کو اس سمندر کی طرف لے جاویں (بحیرہ احمر کی طرف اشارہ ہے جو عرب کے ساحل پر ہے) اور اس کے اندر داخل ہو جاویں تو ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا اور ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ آپ ہمیں لے کر کل ہی دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ ہم لڑائی میں صابر اور جنگ میں ثابت قدم ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ آپؐ جنگ میں ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر یگی پس چلئے خدا تعالیٰ کی برکت کے ساتھ یا رسول اللہ۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں کے جواب میں فرق

اس جواب اور اس جواب کا جو حضرت موسیٰ کی قوم نے باوجود وعدہ مدد کے دیا تھا مقابلہ کرو اور دیکھو کہ کیا ان دونوں جماعتوں سے زیادہ کوئی اور دو قومیں متفاوت الحالات معلوم ہوتی ہیں مگر اس جواب سے بھی زیادہ عجیب جواب وہ

★ سیرت ابن ہشام عربی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

ہے۔ جو مقداد بن عمرؓ نے دیا۔ کیونکہ اس میں انہوں نے وہی الفاظ بتغیر مناسب دہرائے ہیں۔ جو حضرت موسیٰؑ کی قوم نے حضرت موسیٰؑ کو دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ وَاللّٰہِ لَا نَقُوْلُ لَکَ مَا قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ لِمُوْسٰی اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ۔ وَلٰکِنْ اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا مَعَکُمَا مُقَاتِلُوْنَ۔ (سیرت ابن ہشام عربی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء) خدا کی قسم ہم تجھے وہ جواب نہیں دیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کو دیا تھا کہ جا تُو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہمارا جواب تو یہ ہے کہ چلئے آپؐ اور آپؐ کا رب دشمن کا مقابلہ کریں ہم آپؐ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے لڑیں گے۔"

یہ فرق تو اصحابِ موسیٰؑ اور اصحابِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ خدا کے معاملہ میں بھی ہم یہی فرق دیکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ بغیر اس موعودہ زمین میں داخل ہونے کے اپنی جماعت سمیت اس زمین کے سامنے ہی خیمہ ڈالے ہوئے فوت ہوگئے اور آگے ان کی اولاد کے ہاتھ پر وہ وعدہ پورا ہُوا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شان و شوکت کے ساتھ اپنے صحابہؓ کی جماعت میں گھرے ہوئے جس طرح چاند ہالہ کے اندر ہوتا ہے مکّہ میں بذاتِ خاص فاتحانہ طور پر داخل ہوئے اور ہمیشہ کے لئے وہ ملک آپؐ کو دیا گیا۔

مسیح ناصری اور مسیح قادیانی کی جماعت میں فرق

مسیح ناصری اور مسیح قادیانی جو بوجہ موسوی اور محمدی سلسلوں کے خاتم الخلفاء ہونے کے ایک دوسرے سے مشابہ ہیں ان میں اور ان کی جماعتوں میں بھی وہی نسبت پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح ناصری کے حواریوں میں سے ایک کو جب اس کے مخالفوں نے پکڑا اور کہا کہ "بیشک تُو بھی ان میں سے ہے (یعنی مسیح کے ساتھیوں میں سے) کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے۔ تب اس نے لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا۔ مَیں اس شخص کو نہیں جانتا" (متی باب ۲۶ آیت ۷۳، ۷۴ ★) مگر مسیح محمدی کے حواریوں میں سے بھی ایک شخص ویسے بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ابتلاء میں مبتلا ہُوا اور وہاں تو دو عورتوں نے اور ایک دفعہ چند یہود نے جو حکومت میں کوئی دخل نہ رکھتے تھے پوچھا تھا کہ کیا تُو مسیح کے ساتھ ہے یہاں مسیح محمدی کے حواری سے خود بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا تُو اس مسیح کے ساتھ ہے۔

اور وہاں تین دفعہ کے دریافت پر اس نے انکار پر اصرار کیا۔ اور یہاں کئی دفعہ کے اصرار پر مسیح محمدی کے حواری نے بار بار اقرار کیا۔

★ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزا پور مطبوعہ ۱۸۷۰ء

سیّد عبد اللطیف کا واقعہ شہادت

یہ واقعہ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کا ہے کہ جو افغانستان کے ایک جیّد عالم اور بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر سُن کر اور آپؑ کی بعض کُتب پڑھ کر قبول کیا اور پھر خود قادیان تشریف لا کر صُحبت سے فائدہ حاصل کیا۔ جب واپس تشریف لے گئے تو چونکہ افغانستان کے سب سے بڑے عالم تھے اور بارسوخ تھے حتّٰی کہ امیرؒ موجودہ کی تاجپوشی پر آپ ہی نے اس کے سر پر تاج رکھا تھا۔ اس واقعہ کی اطلاع امیر کابل کو بھی دی گئی اور مولویوں نے اس کو بھڑکایا کہ یہ کافر ہو گیا ہے اس کو قتل کرنا چاہئے۔ چنانچہ امیر جب مجبور ہؤا تو اس نے پہلے دیگر افسروں کے ذریعہ آپ کو توبہ کے لئے کہا۔ جب آپ نے انکار کیا تو اپنے سامنے بلوا کر خود توبہ کے لئے کہا۔ جب آپ نے پھر انکار کیا تو مولویوں کے فتویٰ کے مطابق سزائے موت کی دھمکی دی۔ جب اس پر بھی بار بار اصرار کیا تو مولویوں کے فتویٰ کے مطابق سنگسار کرنے کا فتویٰ دیا۔ جب آپ کو قتل گاہ میں لے جایا گیا اور بوجہ ان کے درجہ بلند کے امیرِ کابل مع امراءِ خاص خود اس کام کو پورا کرنے کے لئے ساتھ گیا اور ان کو آدھا زمین میں گاڑ کر سنگسار کرنے کے لئے کھڑا کیا تو پھر امیر بذاتِ خود آپ کے پاس گیا اور کہا کہ اخوند زادہ اب بھی اس عقیدہ سے توبہ کیجئے اور اپنی جان اور اپنے اہل و عیال پر رحم کیجئے مگر صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ میں صداقت سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں جان اور اہل و عیال کیا حقیقت رکھتے ہیں کہ ان کی خاطر ایمان چھوڑ دوں۔ مجھ سے اس فعل کی اُمید نہ کیجئے مَیں ایمان پر اپنی جان قربان کرنے سے ذرہ بھر بھی خوف نہیں کرتا۔ اس پر آپ پر پتھروں کی بارش برسائی گئی اور نہایت بیدردی سے آپ شہید کئے گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۰۳ء میں ہؤا ہے۔ اور اس بیّن فرق کو ظاہر کرتا ہے جو مسیحِ اول اور مسیحِ ثانی کی جماعتوں میں ہے۔

مسیحِ اوّل اور مسیحِ ثانی کے ساتھ خدا کا معاملہ اور اس میں تفاوت

اسی طرح مسیحِ اوّل اور مسیحِ ثانی کے ساتھ جو معاملہ خدا تعالیٰ نے کیا وہ بھی بالکل متفاوت ہے یعنی مسیحِ اوّل کو سُولی پر لٹکانے میں اس کے دشمن کامیاب ہو گئے مگر باوجود اس کے کہ مسیحِ ثانی کو بھی اقدامِ قتل کے الزام لگا کر دشمنوں نے ہلاک کرنا چاہا خدا تعالیٰ

★ جس وقت یہ کتاب لکھی جا رہی تھی۔ امیر حبیب اللہ خان زندہ تھے۔ اس کی اشاعت کے وقت وہ کسی قاتل کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے۔

نے اس کو صاف بچالیا اور اس کے دشمنوں کو اس کے خلاف ہلاک کر دیا۔

سلسلہ محمّدیہ اور سلسلہ موسویہ میں بیّن امتیاز

غرض جہاں سلسلہ محمدیہ اور سلسلہ موسویہ میں ایک عجیب مشابہت ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی تائیدوں کے لحاظ سے ایک بین امتیاز بھی ہے۔ پس صرف اس وجہ سے کہ دونوں سلسلے مشابہ ہیں یہ کہہ دینا کہ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت ضرور غلو کرنے والی ہے۔ درست نہیں ہو سکتا۔

مسیح موعودؑ کی جماعت پر غلو کا الزام لگانے سے شیعوں کا اعتراض صحابہؓ کے متعلق ضرور ماننا پڑیگا

اگر اسی بات سے نتیجہ نکالنا درست ہے۔ تو کیا شیعوں کا یہ الزام ہم درست تسلیم کرلیں کہ اکثر صحابہؓ منافق تھے کیونکہ اس کی تائید میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ تھے اور حضرت موسیٰ کی جماعت کے کثیر حصہ نے عین موقع پر نفاق دکھایا تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہؓ منافق تھے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ کی رُوحانیت نے اپنے صحابہؓ کو اپنے مثیل کے ساتھیوں کی مشابہت سے بچالیا

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے آپ کی جماعت کے اکثر حصہ کو حضرت موسیٰ کے وقت کے لوگوں کی مشابہت سے بچایا اور صرف کچھ لوگ منافقت کا شکار ہوئے۔ اسی طرح مسیح محمدی کی روحانیت بھی ضروری تھا کہ اپنی جماعت کے کثیر حصہ کو اس غلطی سے۔ بچاتی جو مسیح ناصری کے بعد اس کی جماعت سے ہوئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سوائے ایک قلیل گروہ کے سب جماعت مرکز سلسلہ سے متعلق ہے اور اپنے انہی عقائد پر قائم ہے جس پر پہلے وہ قائم تھی۔ ہاں جس طرح ایک قلیل گروہ جو خلافت کا منکر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو گرانے لگا اور جس کا اظہار حضرت علیؓ کے وقت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کی وجہ سے آپؐ کے بیٹے کی طرح تھے ہوا اسی طرح آج اس وقت جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک بیٹا خلیفہ ہوا ایک قلیل گروہ خلافت کا منکر پیدا ہوا اور جس طرح خوارج نے یہ اعلان کیا تھا کہ اَلطَّاعَةُ لِلّٰهِ وَالْاَمْرُ شُوْرٰی بَیْنَنَا۔ یعنی اطاعت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے باقی انتظامی امور میں تو آپس کا فیصلہ جو مشورہ کے بعد قرار پائے وہی جاری ہونا چاہئے۔ یعنی خلیفہ کوئی چیز نہیں ایک پارلیمنٹ ہو۔ اسی

طرح آج اس گروہ نے جس کی انجمن کے پریذیڈنٹ مولوی محمد علی صاحب ہیں یہ آواز بلند کی ہے کہ خلیفہ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک انجمن کے سپرد جماعت کا انتظام ہونا چاہئے۔ مگر جس طرح خوارج پہلے چند سال شور و شر کرکے آخر دب کر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس گروہ کا بھی یہی حال ہوگا۔

انجیلی آیات سے مولوی محمد علی صاحب کا استدلال

مولوی محمد علی صاحب نے انجیل کی چند آیات نقل کرکے لکھا ہے کہ مسیح کے دشمنوں نے ان پر یہ اعتراض کیا تھا کہ یہ خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس پر مسیح نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے جو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ یہ صرف استعارۃً کہا گیا ہے اور انہی معنوں میں کہا گیا ہے جن میں پہلے نبیوں کو خدا کہا گیا تھا۔ مگر آپ کی وفات کے بعد آپ کے حواریوں نے انہی معنوں میں آپ کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا جن معنوں میں کہ خدا کا لفظ رب العالمین کی نسبت استعمال ہوتا ہے اور جن معنوں میں ابنیت کا دعویٰ کرنے کا الزام یہودی حضرت مسیح علیہ السلام پر لگاتے تھے وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ بعینہٖ اسی طرح مسیح محمدی سے ہونا چاہئے تھا اور ہوا ہے۔ اس کے دشمنوں نے بھی کہا کہ یہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس نے انکار کیا کہ مجھے نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ مجازی طور پر مجھے نبی کہا گیا ہے مگر آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کی جماعت نے مسیح کے حواریوں کی طرح یہی کہنا شروع کر دیا کہ وہ ویسے ہی نبی تھے جیسے کہ ان کے دشمن کہتے تھے۔ میرے نزدیک یہ مشابہت انہوں نے بہت عمدہ دریافت کی ہے مگر اس کو چسپاں انہوں نے غلط کیا ہے۔ ہم ان آیتوں کو جو انہوں نے انجیل سے نقل کی ہیں پڑھ کر دیکھتے ہیں تو ان میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہود آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ خدا کا بیٹا فلاں فلاں معنوں کی رو سے بنتا ہے۔ حضرت مسیح کہتے ہیں کہ نہیں میں خدا کا بیٹا ان معنوں کی رو سے بنتا ہوں جن میں پہلے نبی خدا کہلائے۔ آپ کے بعد آپ کی جماعت نے خدا کے وہ معنے لے کر مسیح کی طرف منسوب کر دیئے جو مسیح کے دشمن لیتے تھے اب اسی مثال کو ہم حضرت مسیح محمدی کے وقت میں تلاش کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر آپ کے دشمنوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ آپؑ شریعت والے نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک خط مطبوعہ روزانہ اخبار عام لاہور میں (یہ اخبار پنجاب کا سب سے پرانا اخبار ہے اور اس کے ایڈیٹر اور مالک سب ہندو اصحاب ہیں اس اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوائے نبوت سے رجوع کر لیا ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک خط اپنے

قلم سے اس اخبار کے ایڈیٹر کو ۲۳؍ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے دو تین دن پہلے لکھا جس میں سے یہ چند سطور نقل کی جاتی ہیں ، تحریر فرماتے ہیں :۔

اخبارِ عام میں مسیح موعودؑ کا صاحبِ شرع نبی ہونے سے انکار

"پرچہ اخبار عام ۲۳؍ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں مَیں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ مَیں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے۔"

دشمنوں کا الزام دُور کرنے کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعوے کے متعلق اس خط میں یہ فرماتے ہیں کہ :۔

" جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔"

پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ :۔

" منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے تھے۔" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹ حاشیہ)

ان تینوں تحریروں کو ملا کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دشمن آپ پر تشریعی نبی ہونے کا الزام لگاتے تھے۔ لیکن آپ اس سے انکار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مَیں تو ان معنوں میں نبی ہوں کہ مجھے کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ اور پہلے انبیاءؑ بھی انہی معنوں میں نبی

کہلاتے رہے۔ اور یہ امر بالکل حضرت مسیح ناصری کے واقعہ سے مشابہ ہے۔ لیکن اس نشانہ کے ماتحت صرف وہ شخص ان مسیحیوں سے کہ جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر آپؑ کو ان معنوں میں خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا جن معنوں میں یہود کہتے تھے کہ آپ کو خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ ہے مشابہ ہو سکتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کو تشریعی نبی قرار دیتا ہے۔

مسیح ناصری کے غالی متبعین سے ہماری مشابہت درست نہیں

پس حضرت مسیح ناصری کے ان متبعین سے مشابہت جنہوں نے ان کے درجہ میں ان کی وفات کے بعد غلو کیا ہمیں نہیں۔ کیونکہ ہم تو ہرگز ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہیں کہتے جن معنوں کی رو سے عموماً آپؑ کے دشمن آپؑ پر اعتراض کیا کرتے تھے اور جن معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ اپنے نبی ہونے کا انکار کرتے تھے اور وہی لوگ ان مسیحیوں سے مشابہت رکھتے ہیں جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کو ان معنوں کی رو سے نبی کہتے ہیں کہ آپؑ صاحب شریعت تھے یا اپنا کوئی نیا کلمہ بناتے تھے یا قرآن کریم کا کوئی حکم منسوخ کرتے تھے۔ اور خود مولوی صاحب اپنی کتاب سپلٹ حصہ چہارم میں جس کا جواب میں اس وقت لکھ رہا ہوں صفحہ پندرہ[۱۵] پر لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص احمدی جماعت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والا ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَحْمَدُ رَسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنا چاہئے۔ پس جبکہ خود مولوی صاحب کی شہادت کی رو سے ایک ایسا شخص موجود ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کو ان معنوں کی رو سے نبی کہتا ہے جن معنوں کی رو سے دشمن آپؑ پر اعتراض کرتے تھے اور جن معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ اپنے نبی ہونے سے انکار کرتے تھے تو پھر دیدہ و دانستہ مسیحیوں سے ہمیں مشابہ قرار دینا کون سی دیانت ہے۔ غرض جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں یہ مشابہت ہمیں نہیں بلکہ ان کو حاصل ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کو تشریعی نبی کہتے ہیں اور ان کے نام کا کلمہ پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔ مگر مولوی صاحب جان بوجھ کر ہم پر ایسا الزام لگاتے ہیں جس سے ہم بری ہیں۔ یہی شخص جس کا ذکر مولوی صاحب نے کیا ہے۔ صاف لکھتا ہے :-

"میاں صاحب موصوف حضرت مسیح موعودؑ کو غیر تشریعی اور اُمتی نبی اور غیر تشریعی اُمتی رسول اللہ مانتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں جو اوامر و نواہی ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے ماتحت ان کو صاحب شریعت رسول ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اپنی غلط بات پر قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں۔"

اور پھر لکھا ہے کہ:۔

"تمام جماعت احمدیہ کے خلاف میرا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نہ صرف اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی منوایا تھا بلکہ صاف طور پر صاحبِ شریعت نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا۔"

پھر قبلہ کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"یہی وحی الہٰی (یعنی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (البقرۃ: ۱۲۶) حضرت مرزا صاحبؑ پر بھی نازل ہوئی تھی۔ فرق اس قدر ہے کہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ سے مراد وہ ابراہیمؑ ہیں جنہوں نے کعبہ بنایا اور مرزا صاحبؑ کی وحی میں ابراہیم سے مراد آپؑ ہیں اور مسجد الحرام کی جا بجا قادیان ہے پس حضرت مرزا صاحب نے جو دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام قرار دیا تھا اس لئے نہیں کہ ان کی نماز کچھ اور ہے۔ اور مرزا صاحبؑ کے مریدوں کی کچھ اور یا کہ مولویوں نے حضرت مرزا صاحبؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اصل مقصد تحویل قبلہ کیلئے ایک جماعت کا تیار کرنا تھا۔"

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص اس بات کا مدعی ہے کہ مرزا صاحب تشریعی نبی تھے اور یہ کہ آپ نے اپنی جماعت کے لئے نیا قبلہ یعنی قادیان تجویز کیا ہے۔ اور ان کی جماعت کو اسی طرف نماز پڑھنی چاہئے۔ اور آپ کے نام کا کلمہ پڑھنا چاہئے۔ اور یہ بھی کہ میں اور میری جماعت ان اُمور میں اس شخص کے مخالف ہیں۔ پس اگر وہ مشابہت جو مولوی صاحب نے مسیحیوں سے ہم میں پیدا کرنی چاہی ہے اگر کسی گروہ میں پائی جاتی ہے۔ تو اس شخص میں اور اس کے دو تین ساتھیوں میں نہ کہ ہم میں۔ کیونکہ ہم تو انہی معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کہتے ہیں کہ جن معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو نبی کہا۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدیٰ سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔"★

اور بخدا ہم حضرت مسیح موعودؑ کو انہی معنوں سے نبی اور رسول مانتے ہیں اور ہمارے مخالف بھی باوجود ہزاروں جھوٹ بولنے کے یہ جرأت نہیں کر سکتے کہ اس بات کا انکار کریں کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو انہی معنوں

★ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶، ۷، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱

کے رو سے نبی مانتے ہیں۔ لیکن کیا مسیحی بھی حضرت مسیح کو انہی معنوں سے خدا کا بیٹا مانتے ہیں جن معنوں کی رو سے کہ حضرت مسیح نے دعویٰ کیا تھا۔ اگر نہیں تو پھر ہمیں ان سے کیا مشابہت ہے۔ ہمیں تو اس گروہ سے مشابہت ہے جو حضرت مسیح کے سچے متبعین میں سے تھا اور جن کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کرتا ہے۔ ہاں وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کو تشریعی نبی مانتے ہیں ان کو اس دوسرے گروہ سے مشابہت ہے۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود اس کے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کا ان لوگوں سے خاص تعلق ہے اور ہماری عداوت میں ان سے جوڑ ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات پر جو نام نہاد مجلس شوریٰ قائم ہوئی تھی اس میں یہ شخص بھی شامل تھا۔ (پیغام مؤرخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء) اسی طرح رسالہ المہدی میں اس شخص کا ہمارے خلاف مضمون چھپا۔ اسی طرح بعد میں بھی مولوی صاحب کی آپ سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ مولوی صاحب اس شرط پر کہ وہ گو خفیہ طور پر اپنے عقائد کا اظہار کرے مگر علی الاعلان اشتہاروں اور لیکچروں کے ذریعہ سے نہ کرے اسے اپنی انجمن کے ماتحت ملازم رکھنے کے بھی خواہش مند ہوئے تھے۔ بلکہ ۱۹۱۸ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر انہوں نے اس کو اپنے سٹیج پر اپنی تائید میں لیکچر دینے کا موقع دیا۔ پس یہ ایک عجیب امر ہے کہ ہیں تو ہم لوگ اس شخص کے ہم خیال مگر تعلق اس کا مولوی محمد علی صاحب سے اور ان کا اس سے ہے اس اتحاد کو دیکھ کر سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ چونکہ دونوں سلسلہ احمدیہ کے مٹانے کے درپے ہیں۔ اس لئے باوجود اختلاف کے ہمارے خلاف آپس میں مل جانے سے پرہیز نہیں۔ کیونکہ گو ذرائع مختلف ہیں مگر مقصد ایک ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کے انجیلی حوالجات ہمارے مفید مطلب ہیں

پیشتر اس کے کہ مَیں اس مضمون کو ختم کروں۔ یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ مولوی صاحب کی بیان کردہ انجیلی آیات سے ان پیرواں سے جنہوں نے آپ کے درجہ میں غلو کیا ہماری مشابہت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ان سے مسیح موعودؑ کے نبی ہونے کی ایک دلیل بھی ملتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری پر ان کے مخالفوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ (کیونکہ خدا کا بیٹا بننا اور خدا کہنا ایک ہی بات ہے) اس کا جواب انہوں نے دیا کہ کیا بائبل میں یہ نہیں کہا گیا کہ تم خدا ہو۔ پس اگر ان لوگوں کو جو نبی تھے۔ خدا کہا گیا ہے۔ تو مَیں نے بھی اگر اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا تو اس میں کیا حرج ہے مولوی صاحب اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ اور صحیح نتیجہ نکالتے ہیں کہ مسیح اپنے آپ کو اور معنوں سے خدا کا بیٹا

کہتے تھے اور ان کے مخالف اور معنے لے کر ان پر الزام لگاتے تھے کہ یہ خدا بنتا ہے۔ حالانکہ وہ الوہیت کے انہی معنوں سے مدعی تھے جن معنوں کی رو سے پہلے نبی۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۵ پر تحریر فرماتے ہیں:-

He says that before him those who received the word of God were called gods though they were only men. ؎

اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ لیتے ہیں۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ میرے مخالف مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ مَیں نبی کا دعویٰ ان معنوں کی رو سے کرتا ہوں کہ مَیں صاحب شریعتِ جدیدہ ہوں (دیکھو خط مطبوعہ اخبار عام جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے) یہ اعتراض بعینہٖ ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مسیح ناصری پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ خدا ہونے کا دعویٰ ان معنوں سے کرتا ہے کہ یہ اللہ یا اس کا جزو ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ جواب دیتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔ ان معنوں کی رو سے مَیں نے دعویٔ نبوت نہیں کیا۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری نے جواب دیا تھا کہ مَیں نے ان معنوں کی رو سے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کہتے ہیں کہ یہ معنے جو تم نبی کے کرتے ہو۔ یہ درست نہیں۔ کیونکہ گو نبی صاحب شریعتِ جدیدہ کو بھی کہتے ہیں۔ مگر ضروری نہیں کہ نبی کا لفظ اسی پر بولا جاوے۔ جو صاحب شریعتِ جدیدہ ہو۔ اور ایسے لوگوں کے سوا دوسروں پر بھی یہ لفظ بولا جا سکتا ہے اور بولا جاتا ہے بلکہ نبی کے اصل معنوں میں یہ شرط ہی نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے۔ جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہو۔ پس وہ نبی کہلائے یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں۔ تو اس کے لئے اور کون سا امتیازی لفظ ہے۔ جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے" (ڈائری مطبوعہ اخبار بدر۔ پرچہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ "یہ ضرور یاد رکھو کہ اس اُمت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی۔ جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں۔ جن کی رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹)

تشریحِ نبوت میں مسیح موعودؑ کی مسیح ناصری سے مشابہت

غرض آپ اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ جو معنے تم لیتے ہو ان معنوں سے میں نبی نہیں۔ بلکہ ان معنوں کی رو سے نبی ہوں" جن کی رو سے انبیاء علیہم السلام

نبی کہلاتے رہے" یہ جواب بھی بعینہٖ اسی طرح کا ہے۔ جو حضرت مسیح ناصری نے دیا کہ میں خدا انہی معنوں کی رو سے ہوں۔ جن کی رو سے پہلے انبیاء خدا کہلائے۔ اب بتاؤ کہ کیا حضرت مسیح کے جواب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہیں جیسا کہ خود مولوی محمد علی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح ان معنوں کے رو سے خدا یا خدا کے بیٹے تھے۔ جن معنوں کی رو سے پہلے نبی خدا کہلائے۔ اور کیا ان کے وہ متبع جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح اور معنوں سے خدا ہیں۔ اور پہلے نبی اور معنوں سے وہ گمراہ اور صداقت سے دُور ہیں کہ نہیں؟ تو پھر کیا حضرت مسیح موعودؑ کے اس جواب کے بعد کہ میں انہی معنوں کی رو سے نبی ہوں جن کی رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے نہ ان معنوں کی رو سے جو تم سمجھتے ہو۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اور قسم کے نبی تھے اور بنی اسرائیل کے نبی بلکہ تمام نبی اور قسم کے (جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی کہتے ہیں) وہ حق سے دُور سمجھے جائیں گے یا نہیں؟ اگر ان کے معنے درست سمجھ لئے جاویں تو کیا مسیحی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ جب تمہارے مسیح نے ہمارے مسیح کی طرح اپنے مخالفوں کو یہی جواب دیا تھا کہ میں انہی معنوں سے نبی ہوں جن سے پہلے نبی نبی کہلائے۔ اور باوجود اس جواب کے تم کہتے ہو کہ پہلے نبیوں کی نبوت اور قسم کی تھی اور ہمارے مسیح کی نبوت اور قسم کی تو کیوں ہمارا حق نہیں کہ ہم کہیں کہ باوجود اس جواب کے جو حضرت مسیح ناصری نے دیا ان کی خدائی اور قسم کی تھی اور پہلے نبیوں کی خدائی اور قسم کی۔ کیا مولوی صاحب مسیحیوں پر یہی حجت قائم نہیں کرتے کہ جب مسیح نے خود کہا کہ میں انہی معنوں کی رو سے خدا ہوں۔ جن معنوں کی رو سے پہلے نبیوں کو خدا کہا گیا تھا تو وہ اس کو اور معنوں کی رو سے خدا کیوں کہتے ہیں؟ تو پھر حضرت مسیح موعودؑ کے اس جواب کے بعد کہ میں انہی معنوں کی رو سے نبی ہوں جن کی رو سے پہلے نبی نبی کہلائے۔ کیوں یہ کہتے ہیں کہ پہلے نبی اور معنوں کی رو سے نبی تھے اور حضرت مسیح موعود اور معنوں کی رو سے۔ اگر وہ باوجود اس جواب کی موجودگی کے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دشمنوں کو دیا یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ پہلے نبی فی الواقع نبی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کو صرف نبی کا نام دیا گیا تھا تو پھر ان کو انجیل کے اس فقرہ کا مطلب بھی جسے انہوں نے نقل کیا ہے یہ لینا پڑے گا کہ پہلے نبی فی الواقع خدا تھے اور حضرت مسیح پر صرف خدا کا لفظ بولا یا گیا یا اس کے اُلٹ مطلب جو مسیحی لیتے ہیں کہ پہلے نبیوں پر یونہی خدا کا لفظ بولا گیا اور حضرت مسیح فی الواقع خدا تھے۔ مولوی صاحب آپ غور فرماویں کہ انجیل کی یہ آیات آپ کو مسیحیوں کے مشابہ ثابت کرتی ہیں یا ہم کو؟ مسیحیوں نے بھی باوجود حضرت مسیح کے اس قول کے کہ خدا کا لفظ پہلے نبیوں پر اور مجھ پر ایک ہی معنوں کی رو سے بولا گیا ہے کہہ دیا کہ نہیں جب پہلے نبیوں کے لئے بولا گیا تو اس کے اور معنے تھے اور مسیح کے متعلق جب یہ لفظ آیا تو اسکے اور

معنے تھے۔ اور آپ نے بھی باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ آپ انہی معنوں کی رو سے نبی ہیں جن معنوں کی رو سے پہلے نبی نبی کہلائے۔ جیسا کہ ان دونوں حوالوں سے جو اوپر گزر گئے ظاہر ہے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ نہیں پہلے نبی اور معنوں سے نبی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ اور معنوں کی رو سے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلوں نے معنے بدلتے وقت مسیح کی وفاداری کو ترک نہ کیا اور حد سے زیادہ محبت سے کام لیا اور اپنے استاد کے درجہ کو اصل درجہ سے بڑھا دیا۔ آپ نے حد درجہ کے بغض سے کام لے کر اپنے استاد کے اصل درجہ سے اس کو گرا دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ اس کے درجہ کو بڑھا سکے نہ آپ اس مسیح کے درجہ کو گھٹا سکے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء کی مشابہت عیسائیوں سے

مسیحیوں سے آپ کی مشابہت کے متعلق مَیں دو اُمور اور بھی لکھتا ہوں۔ ایک تو آپ کی اپنی شہادت ہے اور ایک انجیل کی شہادت ہے۔ آپ کی اپنی شہادت یہ ہے کہ ۱۹۰۹ء میں دسمبر کے ایام میں لاہور میں ایک جلسہ احمدیہ جماعت کی طرف سے بعض مسیحی واعظوں کے لیکچروں کی تردید میں ہوا تھا اس میں میرا بھی لیکچر تھا آپ کا بھی تھا۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب کا بھی تھا۔ آپ کا لیکچر "فضیلت مسیح از روئے قرآن" پر تھا۔ اور اس میں ایک پادری کے اس اعتراض کا جواب تھا کہ قرآنِ کریم سے حضرت مسیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت ہوتے ہیں۔ میرا مضمون "نجات" پر تھا کہ اسلام اور مسیحیت دونوں میں سے نجات کے متعلق صحیح تعلیم کس نے دی ہے۔ خواجہ صاحب کا مضمون غالباً "قرآنِ کریم اور دیگر کُتب مقدسہ کے مقابلہ" پر تھا۔ میرے اور خواجہ صاحب کے لیکچر آپ سے پہلے تھے۔ اور دو مواقع پر آپ کو ہمارے لیکچروں کی طرف اشارہ کرنا پڑا تھا۔ مسیحیوں کے اس اعتراض کا جواب دیتے وقت کہ یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا (اٰل عمران: ۴۷) سے حضرت مسیح کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے میری مثال کو پیش کیا تھا کہ ان کی عمر کُل بیس سال کی ہے اور دیکھو کہ انہوں نے کیسے عجیب نکات بیان کئے ہیں۔ ابھی ان کا کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اس وقت ان کی یہ تقریر یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ ہی ہے۔ ایسا ہی مسیح کرتے تھے اس طرح آپ نے مجھے تو مسیح سے مشابہت دی تھی۔ گو اب ان کے بگڑے ہوئے پیروؤں سے مشابہت دیتے ہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کا ذکر کرتے وقت بے اختیار آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ جیسا کہ ابھی ہماری جماعت کے پولوس خواجہ صاحب نے کہا ہے۔ یہ فقرہ آپ کے منہ سے نکلنا تھا کہ مجلس میں سناٹا آگیا اور آپ نے بھی خواجہ صاحب کی طرف منہ کر کے اپنے دانتوں میں انگلی دے دی۔ کیا آپ حلفیہ اس واقعہ سے انکار کر سکتے ہیں؟ علاوہ میرے کئی

اور لوگ جو اس جلسہ میں موجود تھے اس امر پر حلفیہ شہادت دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ پرائیوٹ گفتگو نہیں تھی بلکہ خدا تعالیٰ نے پبلک میں عین ایک لیکچر کے دوران میں آپ کے منہ پر یہ الفاظ جاری کرائے تھے۔ اور کیا ہم سمجھیں کہ آپ نے بلاوجہ یہ الفاظ کہے تھے۔ بلاوجہ اس قسم کے لفظ منہ سے نہیں نکلتے۔ فی الواقع آپ محسوس کرتے تھے کہ خواجہ صاحب کدھر جا رہے ہیں۔ اور آپ کے خیالات بلے اختیار آپ کی زبان پر جاری ہو گئے۔ گو بعد میں آپ بھی اسی راستہ پر چل پڑے اور آخر خواجہ صاحب کے ہم خیالوں کے لیڈر بن گئے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

مشابہت کا دوسرا پہلو انجیل کی رو سے

انجیل کی شہادت یہ ہے کہ جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہے۔ حضرت مسیح کے جانے کے بعد ان کے حواریوں سے سب سے پہلی غلطی یہ نہیں ہوئی کہ انہوں نے ان کو خدا بنا دیا یا خدا کا بیٹا قرار دیا۔ بلکہ انجیل اس جھگڑے سے بالکل پاک ہے۔ یہ خیال تین سو سال بعد جا کر پیدا ہؤا ہے۔ اور حکومت اٹلی کے عیسائی ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ مسیح کی الوہیت کا خیال اور اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ درحقیقت آہستہ آہستہ یورپ کے مذاہب کے اثر سے مسیحیوں میں آیا ہے۔ سب سے پہلا خیال جو ان میں حضرت مسیح کی منشاء کے خلاف پیدا ہؤا ہے تو وہ غیر قوموں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے دین میں نرمی کرنے اور ان کے خیال کے مطابق بنانے کا تھا۔ چنانچہ نئے عہد نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پولوس اور برنباس نے انطاکیہ میں شریعت کے احکام کو غیر قوموں والوں کے لئے نرم کر دیا تھا مگر کچھ لوگ یہودیہ سے آئے اور انہوں نے وہاں کے نو مسیحیوں کو تعلیم دینی شروع کر دی کہ جب تک تم ختنہ نہ کرواؤ تم نجات نہیں پا سکتے۔ اس پر پولوس اور برنباس سے ان کی بحث ہوئی اور معاملہ حواریوں تک پہنچایا گیا وہ سب جمع ہوئے۔ فریسی نو مسیحیوں نے شریعت کے احکام پر زور دیا۔ لیکن پولوس اور برنباس نے اپنی تبلیغی کامیابیوں کا حال سُنا کر لوگوں پر اثر ڈالا اور آخر سب نے مل کر یہ پیغام انطاکیہ والوں کے پاس بھیجا کہ[۲] "ان بھائیوں کو جو غیر قوموں میں سے ہیں اور انطاکیہ اور سوریہ اور قلقیہ میں رہتے۔ رسولوں اور بزرگوں اور بھائیوں کا سلام۔ از بسکہ ہم نے سنا کہ ہم میں سے بعضوں نے جن کو ہم نے حکم نہیں کیا۔ جا کے تمہیں اپنی باتوں سے گھبرا دیا۔ اور تمہارے دلوں کو یہ کہہ کے پریشان کیا کہ ختنہ کرو اور شریعت پر چلو۔ سو ہم نے ایک دل ہو کے بہتر جانا کہ اپنے عزیزوں برنباس اور پولوس کے ساتھ جو کہ ایسے آدمی ہیں کہ انہوں نے اپنی جان ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر خطرے میں ڈالی۔ بعض چنے ہوؤں کو تمہارے پاس بھیجیں۔ چنانچہ ہم نے یہوداہ اور سیلاس کو بھیجا۔ اور وے یہ باتیں زبانی بھی بیان کریں گے۔ کیونکہ رُوح قدس نے اور ہم نے بہتر

جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ تم بتوں کے چڑھاوؤں اور لہو اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور حرام کاری سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے آپ کو بچائے رکھو گے تو خوب کرو گے سلامت رہو۔ (اعمال باب ۱۵۔ آیات ۲۳ تا ۳۰ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزا پور مطبوعہ ۱۸۷۰ء)

اب آپ لوگ دیکھیں کہ کیا یہی طریق اور رویہ آپ لوگوں نے اختیار نہیں کیا؟ ایک طرف تو آپ غیر احمدیوں کو خوش کرنے کے لئے اور اپنے ساتھ ملانے کے لئے حضرت مسیح موعود کے ذکر کو اسلام کے لئے مُضر بتا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف غیر مذاہب کے لوگوں کو قابو میں لانے کے لئے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ گھٹانے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے خود اقرار کیا ہے کہ ایک شخص نے مجھے لکھا کہ اور تو تمہاری باتیں اچھی ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تم مسیح سے افضل کہتے ہو یہ بات اچھی نہیں اور یہ بات ہمارے راستہ میں روک بھی ہوگی۔ اس پر میں نے اسے لکھ بھیجا کہ یہ آپ کا غلط خیال ہے۔ ہمیں تو یہ حکم ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (البقرة: ۱۳۷) ہم تو کسی نبی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں جو انہوں نے اس شخص کو سمجھانا چاہا اور صرف ایک شخص کو اسلام کی طرف راغب کرنے اور اپنی تعداد بڑھانے کی خاطر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک کی اور پھر عملاً جھٹکے کا گوشت کھا کر شریعت کے حکم کو وسیع کر لیا اور غیر احمدیوں کے پیچھے ولایت میں نماز کی اجازت توڑ مروڑ کر حضرت خلیفہ اوّل سے حاصل کی اور بہت سی باتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر قوموں کو خوش کرنے کے لئے جہاں تک بھی اسلام کی تعلیم کو وہ توڑ سکتے تھے انہوں نے توڑا۔ پھر کیا مسیحیوں سے آپ کو کامل مشابہت ہوئی یا نہیں۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

مولوی محمد علی صاحب کا حدیث مشابہت یہود و نصارٰی سے غلط نتیجہ نکالنا

مولوی صاحب نے اپنی تائید میں ایک حدیث بھی پیش کی ہے۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ مسلمان بھی یہود و نصارٰی کی پیروی کریں گے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسیح کا انکار کر کے وہ یہود تو ہو گئے۔ اب نصارٰی بننے کے لئے ان کو نصارٰی کا رنگ بھی اختیار کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی جماعت کا ایک بڑا حصہ آپ کے درجہ میں غلو کرنے لگا۔ لیکن گو ایک رنگ میں بوجہ مسیح سے مشابہت رکھنے کے حضرت مسیح موعود کی جماعت میں سے بھی بعض لوگ مسیحیوں سے مشابہ ہوئے۔ مگر اس حدیث کا یہ مطلب نہ تھا بلکہ حضرت مسیح موعود نے بیان فرمایا ہے یہود بننے سے مراد مسیح کا انکار تھا اور ضالّ بننے سے فی الواقع عیسائی ہو جانا۔ یہ حدیث

جو مولوی صاحب نے لکھی ہے درحقیقت کوئی علیحدہ پیشگوئی نہیں بلکہ قرآن کریم کی ایک پیش گوئی کی تشریح ہے سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا سکھائی ہے :- اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ - اے خدا ہمیں سیدھے راستہ پر چلا - ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا انعام ہُوا - اور ایسا نہ ہو کہ ہم انعام پانے کے بعد مغضوب علیہم یا ضالّ بن جاویں - اس جگہ مسلمانوں کے لئے تین آئندہ کی خبریں بتائی گئی ہیں - ایک تو یہ کہ ان میں سے بھی ایسے لوگ ہوں گے جو خدا تعالیٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ انعام پاویں گے حتّٰی کہ نبی ہو جائیں گے - اور اسی طرح ان میں سے بعض مغضوب علیہم ہو جاویں گے اور بعض ضالّ ۔ مغضوب علیہم اور ضالّ کی تشریح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود اور ضالّین سے مراد نصاریٰ ہیں - چنانچہ ترمذی میں عدی ابن حاتم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْیَھُوْدُ مَغْضُوْبٌ عَلَیْھِمْ وَاِنَّ النَّصَارٰی ضُلَّالٌ ٭ یعنی یہود مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ ضالّ ہیں - پس خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغضوب علیہم اور ضالّین کی تشریح کر کے بتا دیا ہے کہ سورہ فاتحہ میں یہود و نصاریٰ بننے سے بچنے کے لئے دعا سکھائی گئی ہے - پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم پہلے لوگوں کے طریق اختیار کرو گے اور صحابہؓ کے سوال کرنے پر کہ کیا یہود و نصاریٰ کا رنگ ہم اختیار کریں گے - آپؐ کا فرمانا " اور کن کا ٭٭ کوئی نئی خبر نہیں - بلکہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے - جو سورہ فاتحہ میں مذکور ہے - اب ہم پہلے تو اس پیشگوئی کے وہ معنے دیکھتے ہیں جو خود حضرت مسیح موعودؑ نے کئے ہیں - کیونکہ جس کے زمانہ کی خبر اس پیشگوئی میں دی گئی ہے وہی اس کا مطلب بہتر سمجھ سکتا ہے - پھر ہم عقلاً بھی اس حدیث پر غور کریں گے -

فرقہ مغضوب وضالّین کی تشریح مسیح موعودؑ کے الفاظ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۷۳ پر فرماتے ہیں " صرف دو فتنوں کا ذکر کیا - ایک اندرونی یعنی مسیح موعودؑ کو یہودیوں کی طرح ایذاء دینا - دوسرے عیسائی مذہب اختیار کرنا - یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ سورہ فاتحہ میں صرف دو فتنوں سے بچنے کے لئے دُعا سکھلائی گئی ہے - (۱) اوّل یہ فتنہ کہ اسلام کے مسیح موعودؑ کو کافر قرار دینا اس کی توہین کرنا اس کی ذاتیات میں نقص نکالنے کی کوشش کرنا اس کے قتل کا فتویٰ دینا جیسا کہ آیت غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ میں انہی باتوں کی طرف اشارہ ہے (۲) دوسرے نصاریٰ کے فتنے سے بچنے کے لئے دُعا سکھلائی گئی - اور سورۃ کو اسی کے ذکر پر ختم کر کے اشارہ کیا گیا ہے کہ فتنہ نصاریٰ ایک سیلِ عظیم کی طرح ہو گا - اس سے بڑھ کر کوئی

٭ ترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ - ٭٭ بخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم

فتنہ نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۶ ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۱۲)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس فیصلہ کے بعد کہ یہود بننے سے مراد مسیح موعودؑ کا مقابلہ کرنا اور نصاریٰ بننے سے مراد فی الواقع اس وقت کے مسلمانوں کا نصاریٰ ہو جانا ہے نہ کہ مسیح موعودؑ کی جماعت کا مشابہ بہ نصاریٰ ہو جانا۔ مولوی صاحب کا ان آیات و احادیث کے ایک نئے معنے کرنا ان لوگوں کے لئے تو کچھ بھی موجب حیرت نہیں جو چار سال سے مولوی صاحب کی رجعت قہقری کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے لئے تعجب خیز ضرور ہوگا۔ جن کے سامنے مولوی صاحب پہلی دفعہ اس لباس میں پیش ہوئے ہیں۔

مسیح موعودؑ کی تشریح عقلی پہلو سے بھی درست ہے

اب ہم واقعات کی روشنی میں جب اس حدیث کو دیکھتے ہیں تو عقلی طور پر بھی مسیح موعودؑ کے کئے ہوئے معنے ہی ہمیں درست معلوم ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی نسبت خبر دی تھی کہ وہ یہود و نصاریٰ کا رنگ اختیار کرلیں گے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے اس کے کہ مسیح موعودؑ کا انہوں نے انکار کیا ہو یہود سے ان کو مذہباً اور کوئی مشابہت نہیں۔ یعنی یہود کے مذہب کا کوئی ایسا جزو جس سے وہ مذہباً ممتاز ہوتے ہوں انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ اور نہ ان میں سے کوئی بڑی تعداد یہودی ہوئی۔ بلکہ یہود تو عام طور پر دوسروں کو اپنے اندر شامل بھی نہیں کرتے۔ پس یہودیوں کی اتباع سے یقیناً مسیح موعودؑ کا انکار اور اس کو ایذاء دینا ہی مراد تھا لیکن مسیحیوں کی اتباع سے مراد حقیقتاً مسیحیوں کی ہی اتباع لی جاوے گی۔ کیونکہ کیا یہ درست نہیں کہ اس وقت تمام مسلمان کہلانے والے لوگ سوائے احمدیہ جماعت کے حضرت مسیحؑ کے درجہ میں غلو کرتے ہیں؟ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو فضیلت دیتے ہیں۔ کیا مسیحی خیالات کو انہوں نے اس حد تک اپنے اندر داخل نہیں کرلیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وفات یافتہ اور زیر زمین مدفون مانتے ہیں۔ اور حضرت مسیح ناصری کو آسمان پر زندہ تسلیم کرتے ہیں؟ اور اس طرح اسے حی و قیوم کے مشابہ بنا کر اس کی خدائی کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر کیا وہ خدا تعالیٰ کی طرح اسے مُردوں کا زندہ کرنے والا نہیں مانتے؟ اور اس طرح مسیحیوں کے ہمنوا نہیں ہوتے؟ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک چڑیا کے زندہ کرنے کے بھی ان کے علماء قائل نہیں۔ اسی طرح کیا مسیحیوں سے بھی بڑھ کر وہ مسیحؑ کے خالق ہونے کے قائل نہیں؟ کیا وہ نہیں مانتے کہ وہ علم غیب رکھتا تھا؟ بلکہ قیامت کا علم جو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کیا وہ اسے اس کا بھی عالم نہیں جانتے؟

پھر باوجود اس قدر مشابہتوں کے کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان نصاریٰ کے مشابہ نہیں ؟ اور کیا مسیحی ایک بڑی تبلیغی جماعت نہیں اور کیا اس وقت تک لاکھوں مسلمان مسیحی نہیں ہو چکے ؟ جب یہ سب واقعات نظری اور بدیہی ہیں۔ تو ان سے آنکھیں بند کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف منشاء آپ کی جماعت میں سے ضالین کی تلاش کے کیا معنے ہوئے۔ اور کیا آپ کا یہ فعل دیانت کے خلاف نہیں۔

مسیح موعودؑ میں رسول کریم ﷺ سے مشابہت کا پہلو بڑھا ہوا تھا

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح سے مشابہت کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں بھی بعض لوگوں نے راستہ سے کجی اختیار کرنی تھی مگر یہ پیشگوئی اس کے متعلق نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا فتنہ ایک خفیف اور نسبتاً بے حقیقت فتنہ تھا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کا اکثر حصہ راہ راست پر رہا اور تھوڑے تھے جنہوں نے حق سے منہ پھیرا بمقابلہ حضرت موسیٰؑ کے پیروؤں کے کہ ان میں سے ایک جماعت کثیر نے وقت پر قدم پیچھے ہٹالیا۔ اسی طرح ضروری تھا کہ اُمّتِ محمدیہ کے مسیح کی جماعت کا کثیر حصہ حق پر قائم رہے اور نسبتاً قلیل حصہ حق سے جُدا ہو۔ اور جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی حضرت مسیح ناصری سے مشابہت اور مماثلت مدِنظر رہنی چاہیئے۔ وہاں ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رہنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ موسوی سلسلہ کے خلیفہ نہیں بلکہ محمدی سلسلہ کے خلیفہ ہیں۔ اور صرف مثیلِ مسیح ہی نہیں بلکہ بروزِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ خود حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

پر مسیحا بن کے مَیں بھی دیکھتا روئے صلیب گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار

یعنی مثیلِ مسیح ہونے کی وجہ سے مجھے بھی وہی مصائب پیش آنے چاہئیں تھے کہ جو حضرت مسیح ناصری کو پیش آئے اور مَیں صلیب پر لٹکایا جاتا۔ مگر مَیں احمدؐ بھی ہوں اور اسی نام پر میرا سب مدار ہے۔ پس میرا معاملہ اور مسیح کا معاملہ مختلف ہے۔ احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ آخری زمانہ کے مصلح میں مسیحیت محمدیت کے ماتحت ہوگی۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ مہدی مسیح کے آگے نماز میں امام ہوگا اور جب ہم اس حدیث کو مدِنظر رکھیں کہ لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسٰى (ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان) سوائے مہدی کے اور کوئی مسیح کے وقت میں نہیں ہوگا۔ تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی کی مسیح کو امامت کرانے سے مراد اس کی صفات مہدویت کا صفت مسیحیت پر غالب ہونا ہے اور واقعات بھی اسی امر کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کو جو کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں وہ حضرت مسیح ناصری سے بہت بڑھ کر ہیں۔

باب اوّل

ان غلط واقعات کی تردید میں جو مولوی محمد علی صاحب نے اختلاف سلسلہ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کئے ہیں

مولوی محمد علی صاحب کا تبدیلی عقیدہ کے متعلق مجھ پر بے جا الزام

مسیحیوں سے غلط طور پر ہماری مشابہت بتانے کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے اختلافات کی ایک تاریخ بیان کی ہے جس میں انہوں نے اپنی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد بعض واقعات سے متأثر ہو کر میں نے (یعنی اس عاجز نے) اپنے عقائد میں تبدیلی پیدا کی ہے۔

تعداد عقائد

یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپؑ ہی آیت اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (الصف : ۷) کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سُنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ہر سہ عقائد کا بیان

مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔ لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے سے مَیں نے یہ عقائد اختیار کئے ہیں بلکہ جیسا کہ مَیں آگے ثابت کروں گا۔ ان میں سے اوّل الذکر اور آخر الذکر حضرت مسیح موعودؑ کے وقت سے ہیں۔ اور ثانی الذکر عقیدہ جیسا کہ خود مَیں نے اپنے لیکچروں میں بیان کیا ہے جو چھپ بھی چکے ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت استاذی المکرم خلیفۃ المسیح الاوّل سے گفتگو اور ان کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

نبوت کے متعلق میرا عقیدہ

مَیں تفصیل سے تو آگے جاکر بیان کروں گا۔مگر اس جگہ بھی مختصراً بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سے سب سے زیادہ سچے اور دین کے لئے سب سے زیادہ غیرت رکھنے والے تھے۔پس آپؐ کا آنے والے مسیح کو نبی کے لفظ سے بار بار یاد فرمانا اس امر کی شہادت ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہوگا۔مگر قرآن کریم کا اپنی تعلیم کو ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے قرار دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو صاحب شریعت ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپؐ کو اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ ★ فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی اطاعت سے باہر ہو کر نبی بنے۔بلکہ جو شخص بھی نبوت کا درجہ پائے گا۔آپ کے متبعین سے ہوگا اور آپؐ کے فیض سے نبی ہوگا۔

اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کے متعلق میرا عقیدہ

اس پیشگوئی کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس میں دو پیشگوئیاں ہیں ایک ظلّ کی اور ایک اصل کی۔ظل کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ہے۔اور اصل کی پیشگوئی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔مگر اس پیشگوئی میں بالتصریح ظلّ کی خبر دی گئی ہے۔اور ظل کی خبر میں التزامی طور پر اصل کی خبر بھی آگئی ہے۔اور وہ اس طرح کہ ظل نبی کا وجود ایک ایسے نبی کے وجود کو طبعاً چاہتا ہے جو بمنزلہ اصل کے ہو۔اس لئے اس آیت سے ایک ایسے نبی کی بھی خبر نکلتی ہے جس سے اس پیشگوئی کا اصل مصداق فیوض حاصل کرے گا۔اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظل نہیں ہو سکتے بلکہ اصل ہیں۔آپؐ نے کسی انسان سے فیض حاصل نہیں کیا بلکہ اور لوگ آپؐ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور ایسا خیال کرنا کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے فیض حاصل کرنے والے تھے آپؐ کی ہتک ہے۔اس لئے اور نیز بعض اور دلائل کی بناء پر میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق اوّل حضرت مسیح موعودؑ ہیں جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلّ ہیں اور مسیح ناصری کے مثیل ہیں۔لیکن میرے نزدیک یہ ایک پیشگوئی ہے جس کی نسبت الہامی تعیین کسی نبی نے نہیں کی اس لئے اس کے متعلق جو کچھ بھی عقیدہ ہوگا۔وہ علمی تحقیقات سے زیادہ نہیں کہلا سکتا۔پس اگر کوئی شخص اس آیت کے کچھ اور معنے سمجھے۔تو ہم اسے مخطی کہیں گے۔خارج از احمدیت یا گنہگار نہیں کہیں گے۔غرض یہ کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جسے مذہبی نقطہ خیال سے ہم کوئی اہمیت دیں۔

★ ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال وخروج عیسٰی بن مریم وخروج یأجوج ومأجوج

میرا عقیدہ مسئلہ کفر غیر احمدیان کے متعلق

میرا عقیدہ ہے کہ کفر درحقیقت خدا تعالیٰ کے انکار کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب بھی کوئی وحی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی نازل ہو کہ اس کا ماننا لوگوں کے لئے حجت ہو۔ اس کا انکار کفر ہے اور چونکہ وحی کو انسان تب ہی مان سکتا ہے کہ جب وحی لانے والے پر ایمان لائے۔ اس لئے وحی لانے والے پر ایمان بھی ضروری ہے۔ اور جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ زید یا بکر کو نہیں مانتا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے نہ ماننے کے نتیجہ میں اسے خدا تعالیٰ کے کلام کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ میرے نزدیک سب نبیوں کا کُفر اسی باعث سے ہے۔ نہ ان کی اپنی ذات کی وجہ سے۔ اور چونکہ ایسی وحی جس کا ماننا ضروری ہو۔ صرف انبیاءؑ پر ہوتی ہے اس لئے صرف انبیاءؑ کا انکار کُفر ہے نہ اور لوگوں کا۔ اور چونکہ میرے نزدیک ایسی وحی جس کا ماننا تمام بنی نوع انسان پر فرض کیا گیا ہے حضرت مسیح موعودؑ پر ہوئی ہے اس لئے میرے نزدیک بموجب تعلیم قرآن کریم کے ان کے نہ ماننے والے کافر ہیں خواہ وہ باقی سب صداقتوں کو مانتے ہوں۔ کیونکہ موجباتِ کفر میں سے اگر ایک موجب بھی کسی میں پایا جاوے تو وہ کافر ہوتا ہے۔ ہاں میرے نزدیک کفر کی تعریف یہ ہے کہ ایسے اُصول میں سے کسی اصل کا نہ ماننا جن کے نہ ماننے سے نہ ماننے والا خدا تعالیٰ کا باغی قرار پاوے اور جس کے نہ ماننے سے رُوحانیت مر جائے۔ یہ نہیں کہ ایسا شخص ہمیشہ ہمیش کے لئے غیر مجذوذ عذاب میں مبتلا کیا جاوے اور چونکہ اسلام کے احکام کی بناء ظاہر پر ہے اس لئے جو لوگ کسی نبی کو نہیں مانتے۔ خواہ اسی وجہ سے نہ مانتے ہوں کہ انہوں نے اس کا نام نہیں سُنا کافر کہلائیں گے گو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ مستحق عذاب نہ ہوں گے کیونکہ ان کا نہ ماننا ان کے کسی قصور کی وجہ سے نہ تھا۔ چنانچہ سب مسلمان بالاتفاق ان لوگوں کو جو مسلم نہیں ہوئے خواہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا ہو یا نہ سُنا ہو کافر ہی کہتے چلے آئے ہیں اور آج تک ایک شخص نے بھی آئس لینڈ کے اسکیموز یا امریکہ کے ریڈ انڈینز یا افریقہ کے ہاٹنٹاٹس یا آسٹریا کے وحشیوں کے مسلمان ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ان ہزاروں لاکھوں عیسائیوں کی نسبت فتویٰ اسلام دیا ہے جو پہاڑوں یا اندرون یورپ کے رہنے والے ہیں اور جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا کوئی علم نہیں۔

یہ میرے عقائد ہیں جو درست ہیں یا غلط۔ اس پر میں اس جگہ بحث نہیں کرنی چاہتا۔ اس پر بحث آگے ہوگی۔ اس وقت مَیں نے صرف اپنے عقائد کا اظہار کر دیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کی خلاف بیانی

اپنے عقائد کے اظہار کے بعد اب میں اس سلسلہ واقعات کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو مولوی محمد علی صاحب نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک حق بین پر جو تعصب کی پٹی اپنی آنکھوں سے اُتار کر دیکھے گا۔ ثابت ہو جاوے گا کہ مولوی صاحب نے ان واقعات کے بیان کرنے میں دیدہ و دانستہ خلاف بیانی سے کام لیا ہے* اور خدا تعالیٰ کے خوف سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ مسائل کے بیان میں یا دلیل کے دینے میں اگر کوئی شخص غلطی کرتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے سمجھنے میں غلطی کی۔ لیکن جو شخص ایک نہیں دو نہیں بلکہ ایک مسلسل سلسلہ واقعات کو غلط بیان کرے۔ اس کی نسبت سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر نا واقفوں کو دھوکا دینا چاہا ہے۔

تاریخ اختلاف

مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

۱۔ ان عقائد کا رواج دینے والا درحقیقت ایک شخص ظہیر الدین ہے جو کنال ڈیپارٹمنٹ گوجرانوالہ میں ملازم ہے اور اس کی تحریرات نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق ۱۹۱۱ء تک کی پائی جاتی ہیں اس کی پہلی کتاب نبی اللہ کا ظہور ہے جو اپریل ۱۹۱۱ء میں ختم ہوئی ہے اور ضرور اس سے پہلے ۱۹۱۰ء کے آخری مہینوں یا ۱۹۱۱ء کے ابتدائی مہینوں میں لکھی جانی شروع ہوئی ہوگی۔ اس کتاب میں اس نے بحث کی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہ تھے بلکہ آپؐ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔

۲۔ اس کتاب کا عام طور پر جماعت میں نوٹس نہیں لیا گیا مگر کسی نہ کسی طرح یہ کتاب یا کوئی اور رسالہ اسی مضمون پر حضرت خلیفہ اوّل کے سامنے پیش کیا گیا جس پر آپ کی اس سے خط و کتابت ہوئی اور آخر حضرت خلیفہ اوّل کی طرف سے ایک اعلان کیا گیا کہ محمد ظہیر الدین چونکہ ایسے خیالات شائع

---

* مَیں ایک لمبے عرصہ تک مولوی صاحب کا لحاظ کرتا رہا ہوں اور ہمیشہ ان کی نسبت پر حملہ کرنے سے احتراز کرتا رہا ہوں۔ لیکن مولوی صاحب اس نرمی کے نتیجہ میں ہمیشہ آگے ہی آگے قدم رکھتے چلے گئے ہیں اور دوسروں کے جذبات کا خیال کرنا انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ ان کی حقیقت کو دُنیا پر ظاہر کیا جاوے اور جان بوجھ کر جو وہ لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اس کا اظہار کیا جائے۔ گو جیسا کہ مَیں پہلے لکھ چکا ہوں۔ مَیں سب و شتم کا طریق ان کے جواب میں اختیار نہیں کر سکتا۔ منہ

کرتا ہے جو نئے ہیں اس لئے اس کا احمدیہ جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر اس نے معافی مانگی۔

۳۔ مگر یہ توبہ لمبی نہ تھی۔ ۲۰ اپریل ۱۹۱۲ء کو اس نے ایک اور رسالہ نکالا جس میں احمدیوں کے اس اعتراض کا جواب تھا کہ اس نے نیا کلمہ بنایا ہے اور جواب یہ تھا کہ اس نے اس الزام کو قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد جماعت نے اس سے پھر قطع تعلق کرلیا اور گو کہ ظاہراً یہ کہا گیا تھا کہ اس کا جماعت سے علیحدہ کرنا خلافت کے دعویٰ کی وجہ سے ہے مگر چونکہ وہ خود خلافت کے دعویٰ سے منکر ہے اس لئے اس کا باعث یہی نئے عقائد ہیں۔ گو اس کے ان رسائل کا جواب اس کو مخاطب کرکے تو نہیں دیا گیا مگر مختلف کتب و اخبارات ہیں اس کے ان خیالات کی تردید جماعت کے سنجیدہ لوگوں نے کردی۔

۴۔ ۱۹۰۹ء میں مولوی سید محمد احسن صاحب نے مباحثہ رامپور کے متعلق جو نواب صاحب رامپور کے ایماء کے ماتحت آپ کے اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے درمیان ہوا تھا۔ ایک کتاب★ لکھی ہے۔ اس میں ہم صفحہ ۶۳ پر یہ لکھا دیکھتے ہیں کہ بحث متعلق نبوت جزویہ تابع نبوت کاملہ اس ہیڈنگ کے نیچے انہوں نے لکھا تھا:-

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ایک شخص کو جزوی نبوت اسلام کی تائید کے لئے مل سکتی ہے"۔ بعد ازاں اسی عالم بوڑھے نے تشحیذ الاذہان میں جس کے ایڈیٹر ایم محمود تھے۔ ایک مضمون جس کا عنوان "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ان میں نبوت" تھا۔ لکھا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس امت میں صرف نبوت جزئیہ مل سکتی ہے۔

۵۔ جس وقت ظہیر الدین اپنے عقائد پھیلا رہا تھا ایم محمود نے ان لوگوں کے کفر کے مسئلہ کو چھیڑ دیا جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہ کی تھی۔ اور گو ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ مضمون حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول کو دکھا لیا گیا تھا۔ مگر بعد میں جو اعلان خواجہ کمال الدین کی طرف سے مولوی صاحب کے دستخط سے شائع ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس کا کیا مطلب سمجھا۔ اس مضمون میں یہ بتایا گیا تھا کہ ایم محمود کا مضمون اسی صورت میں قابل تسلیم ہے اگر اس کے یہ معنے کئے جاویں کہ جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مانتے وہ درحقیقت آپ کے کافر ہیں نہ کہ دائرہ اسلام سے خارج۔ ورنہ اس صورت میں تو یہ مضمون حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے صریح خلاف ہوگا۔

۶۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات کے قریب یہ سوال پھر نمودار ہوا اور ۱۹۱۳ء کے آخر میں ایم محمود نے پھر اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے منکر کافر ہیں۔ آپ کے اس فتویٰ کو بھی کہ غیر احمدی امام کے پیچھے احمدیوں کو نماز پڑھنی جائز ہے انہوں نے غلط ٹھہرایا۔ حالانکہ خود حج میں جو ۱۹۱۲ء میں انہوں

★ ستہ ضروری بتقریب مباحثہ رام پوری مؤلفہ سید محمد احسن امروہوی مطبوعہ امروہہ ۸ دسمبر ۱۹۰۹ء

نے کیا انہوں نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ادا کی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی میں جن لوگوں نے پہلے حج کیا تھا وہ بھی ایسا ہی کرتے رہے۔ جب یہ خبر حضرت خلیفۃ المسیح کو ملی تو چونکہ آپ سخت بیمار تھے آپ نے مجھے اس امر میں جماعت کو ہدایت کرنے کا کام سپرد کیا اور کچھ نوٹ لکھوائے۔

۷۔ اور ایم محمود کو متنبہ کیا کہ کفر و اسلام کا مسئلہ وہ صحیح نہیں سمجھا۔

۸۔ چنانچہ میں نے وہ مضمون لکھا اور مولوی صاحب کو پڑھ کر سنایا جنہوں نے اسے پسند کیا مگر یہ پمفلٹ گو لکھا گیا تھا مگر آپ کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا۔

۹۔ لوگوں نے غلطی سے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ اور اب بہت سے لوگ کھلے طور پر اس کی تعلیم سے مخالفت کا اظہار کر رہے ہیں اور مولوی محمد احسن صاحب نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے پرانے اور سب سے زیادہ عالم صحابی ہیں اور جنہوں نے ۱۹۱۴ء میں ایم محمود کی بیعت کی تھی ۱۹۱۶ء میں ایک ہینڈ بل شائع کیا کہ ایم محمود اس عہدہ کے قابل نہیں جس کے لئے اس کا انتخاب کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ غلط عقائد کی اشاعت کر رہا ہے۔ اول یہ کہ ان کے عقیدہ کی رُو سے تمام اہلِ قبلہ کلمہ گو کافر ہیں۔

دوم:۔ حضرت مسیح موعودؑ کامل اور حقیقی نبی ہیں نہ کہ جزوی نبی یا محدث۔

سوم:۔ پیشگوئی مذکورہ سورہ صف متعلق بشارتِ احمدؐ صرف مسیح موعودؑ کے متعلق ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں۔

۱۰۔ صرف عالم سید ہی نے ایسا اعلان نہیں کیا بلکہ بہت سے تعلیم یافتہ احمدیوں نے اس سے پہلے اخبار پیغام صلح میں ایسے اعلان شائع کئے۔ اور ان کے علاوہ اور تعلیم یافتہ لوگ بھی اس غلطی کو محسوس کر رہے ہیں جس میں احمدیہ جماعت کو ڈالا جا رہا ہے اور ان کی ان تعلیمات سے مخالفت روز بروز نمایاں ہو رہی ہے۔

۱۱۔ مگر ایک قدم ایم محمود نے شروع میں ایسا اُٹھایا ہے کہ جس کی وجہ سے جماعت کو اندھیرے میں رکھا ہوا ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے ہماری نسبت فاسق کا فتویٰ دیدیا ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ کوئی احمدی ان سے تعلق نہ رکھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ مل کر کھانا تک نہ کھائے اور نہ ان سے کوئی دوستانہ گفتگو کرے اور نہ انکی شائع کردہ کوئی کتاب یا رسالہ پڑھے اور اس طرح ان کے متبع ان دلائل سے ناواقف ہیں جن کے ذریعہ سے ان کے عقائد کی جو مسیح موعودؑ کے مخالف ہیں۔ تردید کی جاتی ہے۔

یہ گیارہ امر ہیں۔ جو اختلاف کی تاریخ کے متعلق مولوی صاحب نے تحریر فرمائے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ مذہبی حصہ کے بیان کرنے سے پہلے میں ان کے متعلق کچھ تحریر کر دوں۔ تاکہ ان لوگوں کو

جو حالات سے ناواقف ہیں معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں میں کہاں تک صداقت کا پاس کیا جاتا ہے۔ کہاں تک یہ لوگ راستی سے پیار کرتے ہیں۔

تاریخ اختلافِ سلسلہ کا پہلا امر

اس بات کا بیان کہ مسائل مختلف فیہ کا بانی ظہیرالدین نہیں ہوسکتا!

سب سے پہلی بات تاریخ اختلاف کے بیان کرتے وقت مولوی صاحب نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ ان مسائل اختلافی کا بانی ظہیرالدین ہے۔ جس نے اپریل ۱۹۱۱ء میں نبی اللہ کا ظہور کتاب لکھ کر مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ کی بنیاد رکھی۔ مگر میں بتانا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اس بیان میں صریح غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ ظہیرالدین کیا ہستی رکھتا ہے کہ اسے مسیح موعود کی نبوت کا بانی کہا جاوے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت فرمایا تھا کہ آنے والا عیسیٰ بن مریم نبی اللہ ہوگا۔★ اس وقت ظہیر موجود تھا۔ کیا ظہیرالدین نے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری کئے تھے؟ کیا مسیح موعودؑ کو جو یہ الہام ہوا تھا کہ دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا؟※ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا یا ظہیرالدین کی طرف سے؟ ظہیرالدین ایک حق سے دور اور صداقت سے مُعریٰ اور خود پسند انسان ہے۔ اسے ان پاک باتوں کی طرف نسبت دینا خدا تعالیٰ کے پاک کلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ مَیں پوچھتا ہوں:۔ هَلْ كَانَ اَحَدٌ مِّنَ الْاَحْمَدِيِّيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَضٰى بِنُبُوَّةِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ۔

پھر خدا کے لئے اس بات کو تو دیکھو کہ مَیں ظہیرالدین کی کتاب سے بہت پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا اعلان کر چکا ہوں۔ اگر ظہیرالدین نے اس عقیدہ کی بناء ڈالی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اس کی کتاب کے طبع ہونے سے پانچ سال پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں مَیں نے کیونکر اپنے مضامین میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا تذکرہ کر دیا اور خود مولوی محمد علی صاحب نے کیونکر میرے ان مضامین کو جن میں صاف طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا اعلان تھا پسند کیا۔ اور ان کو ایک نشان حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا قرار دیا۔ مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ ظہیرالدین کی کتاب نبی اللہ کا ظہور اپریل ۱۹۱۱ء میں ختم ہوئی ہے اور لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۱۰ء کے آخر یا ۱۹۱۱ء کے ابتداء میں لکھی گئی ہوگی۔ یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۱۲۰ صفحوں پر ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں

★ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال وصفتهٗ وما معهٗ ※ تذکرہ صفحہ ۱۰۴۔ ایڈیشن چہارم

لکھی گئی ہوگی۔ لیکن اگر مولوی صاحب کی بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو مولوی صاحب بتائیں کہ اس ۱۹۱۱ء میں نکلنے والی کتاب کا علم ۱۹۰۶ء میں مجھے کیونکر ہو گیا تھا کہ اس وقت مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا بڑے زور سے اعلان کیا۔ یہ ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے جس وقت میری عمر سترہ سال کی تھی کہ مَیں نے، شیخ عبدالرحیم صاحب مرحوم مالیر کوٹلوی نے، چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے مسلم مشنری اور چند دیگر طالب علموں نے مل کر یہ تجویز کی تھی کہ سلسلہ کی خدمت اور نوجوانوں میں خدمت دین میں حصہ لینے کا جوش پیدا کرنے کے لئے ایک رسالہ جاری کیا جاوے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی اجازت سے آپ ہی سے نام رکھوا کر ہم نے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا۔ اور دوستوں کے مشورہ سے میں اس کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اس رسالہ کا پہلا نمبر یکم مارچ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا۔ اور اس کا انٹروڈکشن جو مَیں نے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا مَیں نے ذکر کیا ہے اور صاف لفظوں میں میں نے آپؑ کو نبی ظاہر کیا ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۰ پر مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے ہوئے دُنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے مَیں نے لکھا ہے۔ "کیا یہ تیرا خیال ہے کہ میں کسی بڑی قوم کا ہوں یا میرے پاس زر و جواہر ہیں یا میری قوتِ بازو بہت لوگ ہیں۔ یا مَیں بہت بڑا رئیس یا بادشاہ ہوں یا بڑا ذی علم آدمی ہوں۔ سجادہ نشین ہوں یا فقیر ہوں۔ اس لئے مجھ کو اس رسول کے ماننے کی حاجت نہیں۔" پھر صفحہ ۱۱ پر اسی انٹروڈکشن میں لکھا ہے۔ "تھوڑوں نے اس کو قبول کیا اور بہتوں نے انکار کیا۔ جیسا کہ پہلے نبیوں کے متعلق سنت اللہ چلی آئی ہے اب بھی ویسا ہی ہوا۔" ایسا ہی صفحہ ۸ پر لکھا ہے۔ "غرضکہ ہر ایک قوم ایک نبی کی منتظر ہے۔ اور اس کے لئے زمانہ بھی یہی مقرر کیا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نشانات اس نبی کی پہچان کے بتائے ہیں اور اس کے پہچاننے کے لئے جو جو آسانیاں ہمارے لئے پیدا کر دی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہمارے رسول کریم کا مرتبہ کس قدر بلند اور بالا تھا۔" اسی طرح صفحہ ۵، ۶ پر لکھا ہے۔ "اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کیا اس زمانہ کو اچھا زمانہ کہا جائے یا بُرا جہانتک دیکھا جاتا ہے اس زمانہ سے بڑھ کر دنیا میں کبھی فسق و فجور کی ترقی نہیں ہوئی۔ تمام دنیا ایک زبان ہو کر چلا اُٹھی ہے کہ گناہوں کی حد ہو گئی ہے۔ یہی زمانہ ہے کہ دنیا میں ایک مأمور کی حد سے زیادہ ضرورت ہے" اور یہ وہ مضمون ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اسے اس قدر پسند فرمایا کہ مسجد میں اسکے پڑھنے کی بہت سے لوگوں کو تاکید کی جن میں سے خواجہ کمال الدین صاحب بھی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے بھی اس کی تعریف کی۔ مگر حضرت خلیفہ اول کی تعریف شاید مولوی محمد علی صاحب کے لئے ایسی مؤثر نہ ہو۔ جیسے خود ان کی اپنی تحریر۔ میرے اس مضمون پر جو کچھ خود مولوی محمد علی صاحب نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں تشحیذ الاذہان پر ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ اس وقت خود مولوی محمد علی صاحب کے

کیا خیالات تھے۔مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔" اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیرالدین محمود احمد حضرت اقدسؑ کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہؤا ہے۔جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی۔مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔اور لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلاء ہو جاتے ہیں۔ اور مُردار دُنیا پر گدھوں کی طرح گر جاتے ہیں۔ اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں تو اس وقت میں ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مأمور کرتا ہے کہ وہ دُنیا میں سچی تعلیم پھیلائے۔اور لوگوں کو خدا کی حقیقی راہ دکھائے۔ پر لوگ جو معاصی میں بالکل اندھے... ہوئے ہوتے ہیں وہ دُنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور یا اسے دکھ دیتے ہیں اور اس کے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے کہ آخر کار وہی مغلوب ہوں گے اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسروں کو راہ راست پر لے آوے گا۔سو ایسا ہی ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو ہمیشہ سے چلی آئی ہے ایسا ہی اس وقت میں ہؤا۔" (ریویو آف ریلیجنز مارچ ۱۹۰۶ء جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸)

یہ وہ ریویو ہے جو مولوی محمد علی صاحب نے میرے اس مضمون پر کیا ہے جو رسالہ تشحیذ الاذہان کے انٹروڈکشن کے طور پر یکم مارچ ۱۹۰۶ء جلد اول میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں شائع ہؤا تھا۔اب ہر ایک منصف مزاج انصاف و عدل کے ساتھ اس امر کا فیصلہ کرے۔کہ اگر نبوت کا عقیدہ ظہیرالدین نے گھڑا تھا۔اور مرزا صاحب نبی نہیں تھے تو پہلا سوال تو یہ ہے کہ مجھے ۱۹۰۶ء میں یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب نبی تھے اور میں نے اس امر پر اس قدر زور دیا کہ تشحیذ الاذہان کے انٹروڈکشن کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جیسا کہ پہلے نبی آتے رہے ہیں اس وقت بھی اس کی طرف سے ایک نبی کا آنا ضروری ہے اور وہ نبی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔مگر ہم اس امر کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ظہیرالدین سے اس وقت بھی میری سازباز تھی اور اسی کے ایماء سے میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی لکھ دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ میرے اس مضمون پر تعریفی رنگ میں مولوی محمد علی صاحب جیسے تجربہ کار محرّر نے جو اس وقت جماعت کی اصلاح کے واحد ٹھیکیدار بن رہے ہیں۔تعریفی رنگ میں ریویو کیونکر لکھ دیا۔میں نے اپنے مضمون میں صاف طور پر

حضرت مسیح موعودؑ کو نبی لکھا تھا اور ایک ہی دفعہ نہیں۔ بار بار نبی کہہ کر آپ کو پکارا تھا۔ اور پھر لکھا تھا کہ آپؑ کا دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ مجھ پر آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد وغیرہم (علیہم السلام) کی طرح وحی نازل فرماتا ہے۔" (تشحیذ الاذہان یکم مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۹)

اگر اس وقت تک جماعت میں سے کوئی شخص حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہیں مانتا تھا تو اس پر مولوی محمد علی صاحب کو چونک پڑنا چاہئے تھا کہ یہ کیا ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک شخص کو نبی کہہ کر پکارا جانے لگا ہے۔ مولوی صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے بغیر دیکھے رسالہ پر ریویو کر دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں میرے مضمون کا خلاصہ خود میرے ہی الفاظ میں نقل کیا ہے پس کم سے کم وہ حصہ جو انہوں نے نقل کیا ہے وہ تو انہوں نے ضرور پڑھا ہوگا۔ اسی میں حضرت مسیح موعودؑ کے نبی ہونے کا بھی ذکر ہے۔ پس حیرت ہے کہ اگر نبوت کا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد گھڑا گیا ہے تو کیوں اس وقت مولوی صاحب نے شور نہ مچایا۔ مولوی صاحب تو اس بات کو حضرت مسیح موعودؑ کا ایک معجزہ قرار دیتے ہیں کہ ان کے ایک لڑکے کے دل میں اس عمر میں جو کھیل کود کا زمانہ ہے ایسے نیک خیالات پیدا ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اندر باہر کی زندگی ایک سی ہے۔ ان کو دیکھ کر بچے بھی متأثر ہوتے ہیں۔ مگر ان کے آج کل کے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک تباہ کُن خیال تھا، ایک ضلالت بھرا مضمون تھا، ایک برباد کر دینے والا عقیدہ تھا، ایک باطل کو فروغ دینے والا مسئلہ تھا، جو تشحیذ الاذہان کے ذریعہ دُنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ بلکہ یوں کہو کہ اسلام کی جڑھ پر اس مضمون کے ذریعہ سے تبر رکھ دیا گیا تھا اور اس میں ایسی باتیں بیان کی گئی تھیں کہ بقول مولوی محمد علی صاحب آج تک اسلام میں ایسے اختلاف کی بنیاد نہیں رکھی گئی وہ ایک زہر کا پیالہ تھا جس کے ذریعہ ایمانی زندگی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ پس اس مضمون کو بجائے معجزانہ قرار دینے کے اس پر صدائے نفرین بلند کرنی چاہئے تھی اور صف ماتم بچھا دینی چاہئے تھی اور بجائے اس کے کہ یہ کہا جاتا کہ دیکھو مسیح موعودؑ کے ایک بچے کے کیسے عمدہ خیالات ہیں جو مسیح موعودؑ کی صداقت پر دلیل ہے۔ چاہئے تھا کہ مولوی صاحب اپنے رسالہ میں مجھے اس وقت ابن نوحؑ قرار دے کر اس بات پر زور دیتے کہ کوئی شخص ان خیالات سے دھوکا نہ کھائے۔ یہ مسیح موعودؑ کے خیالات نہیں۔ مسیح موعودؑ تو ہرگز اپنے آپؑ کو نبی نہیں کہتے اور اس طرح اپنی نسبت نبی کا لفظ لکھنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ بلکہ اس مصیبت کے خطرہ سے ڈر کر جو اسلام پر اس مضمون کے ذریعہ آنے والی تھی چاہئے تھا کہ اسی وقت روتے ہوئے اور آہیں بھرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے پاس حاضر ہوتے اور آپؑ کو بھی اس

آفت عظیمہ پر آگاہ کرتے اور میرے جماعت سے خارج کرنے پر زور دیتے اور اس طرح فتنہ عظیمہ کو دُور کر کے اجرِ عظیم حاصل کرتے۔ مگر بجائے اس کے آپ نے اس وقت میری تعریف کی۔ کیا آپ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جن کی نسبت آج اپنی کتاب سپلٹ میں لکھتے ہیں کہ :-

Being brought up within the circle of admirers of his father be contracted the narrow views which fall to the lot of young men brought up under similar circumstances. *p.23* ؂

اور کیا صرف خوشامد کے طور پر آپ نے یہ ریویو لکھ دیا تھا یا آپ جانتے تھے کہ مسیح موعودؑ نبوت کا دعویٰ رکھتے ہیں اور آپ اس وقت زندہ موجود ہیں۔ اگر اس وقت میں ان خیالات کی تردید کروں گا تو میرا اندرونہ کھل جاوے گا اور حق ظاہر ہو جاوے گا۔ یا آپ خود بھی اس وقت یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ ان تینوں امور میں سے کون سا امر حق ہے؟ آیا یہ میری خوشامد تھی جس نے آپ سے یہ تعریف لکھوائی یا حضرت مسیح موعودؑ کا خوف یا اپنا عقیدہ۔ مَیں تو یہی کہوں گا کہ اس وقت آپ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ ظہیر الدین کی طرف اس امر کو منسوب کرنا تو اسی مثل کے مطابق ہے کہ اگرچہ گندہ است مگر ایجادِ بندہ است بیٹھے بیٹھے آپ کو ایک خیال سوجھا۔ اور آپ نے اس پر ایک عمارت بنا لی۔ ورنہ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی سے ہی آپؑ کو نبی مانتی چلی آئی۔ خصوصاً مَیں اور آپ کہ دونوں کی تحریریں اس پر شاہد ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ میں آج بھی اسی عقیدہ پر قائم ہوں لیکن آپ ایڑیوں کے بل پھر گئے ہیں۔

مسیح موعودؑ کی نبوت کا مَیں پہلے سے ہی قائل تھا

یہ بات اتفاق نہیں کی جا سکتی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے بڑے مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی انہی الہامات پر جن کو بعد میں انہوں نے عقائد کفریہ پر مشتمل بتایا ہے تعریفی طور پر ریویو لکھا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین کو ایک معجزہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ:" ہماری رائے میں یہ..... ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی..... اور اسکا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے★" اور حضرت مسیح موعودؑ کے موعود جانشین کے سب سے بڑے مخالف نے بھی اس کے ایک مضمون پر جوانہی

★ اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰

عقائد پر مشتمل تھا۔ جن کو بعد میں وہ مخالف اسلام قرار دیتا ہے کچھ مدت پہلے ایک تعریفی ریویو لکھا تھا جس میں وہ لکھتا ہے کہ اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس کو پڑھے گی۔ مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے"۔ پھر اس مضمون کے متعلق لکھتا ہے۔ "مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے"۔ پھر لکھتا ہے۔ "اب وہ سیاہ دل لوگ جو مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا؟ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اس کا اثر تو چاہئے تھا کہ گندہ ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی"۔ پھر وہ لکھتا ہے۔ "غور کرو کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے وہ کاذب ہو سکتا ہے؟" (ریویو آف ریلیجنز اردو جلد پنجم صفحہ ۱۱۸-۱۱۹) کیا یہ خدا تعالیٰ کا تصرف نہیں؟ کیا اس کا ہاتھ اس میں نظر نہیں آتا؟

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ میں نے نبوت کا مسئلہ ظہیر الدین سے سیکھا ہے۔ بلکہ ظہیر الدین کی کتاب نکلنے سے پانچ سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی رسالہ تشحیذ الاذہان کا انٹروڈکشن لکھتے ہوئے میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو بطور نبی کے پیش کیا تھا۔ اور اس پر مولوی محمد علی صاحب نے اس کا خلاصہ لکھ کر اس کی تعریف کی۔ اور میرے مذہبی خیالات کو حضرت مسیح موعودؑ کا ایک معجزہ قرار دیا اور دشمنوں کے لئے حجت۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مولوی صاحب کے اپنے خیالات اس وقت یہی تھے کہ مرزا صاحبؑ نبی ہیں۔ صرف اسی مضمون پر بس نہیں۔ میرے اور مضامین بھی ہیں۔ جن میں حضرت صاحب کی نبوت کا میں نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء کے بدر میں میرا ایک مضمون چھپا ہے۔ جس کے آخر میں میں نے لکھا ہے:۔ "خدا کے لئے ہوش کرو اور عاجزی سے خدا کی درگاہ میں سر جھکاؤ۔ اور اس کے رسول برحق کے آگے ان الفاظ میں التجا کرو کہ یَا مَسِیْحَ الْخَلْقِ عَدْوَانَا (بدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۵) پھر یکم نومبر ۱۹۰۶ء کے بدر کے صفحہ ۱۳ پر میرے مضمون الحکم اور وطن میں یہ فقرہ درج ہے۔" زمین و آسمان نہ رہیں۔ لیکن یہ خدا کا نبی ناکام نہیں رہے گا"۔

ان دونوں حوالوں سے بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میرا یہ عقیدہ تھا کہ آپؑ نبی ہیں۔ اور اس عقیدہ کو میں نے مخفی طور پر اپنے دل میں نہیں رکھا ہوا تھا

بلکہ ہمیشہ اس کا اظہار کرتا رہتا تھا۔

نبوت مسیح موعود پر میرے مضامین کے چند حوالے

ان حوالہ جات کے تحریر کرنے کے بعد جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی آپؑ کو نبی یقین کرتا تھا۔ اور اپنے اس خیال کو شائع کرتا رہتا تھا۔ میں چند اور حوالہ جات بھی اپنی تحریرات سے درج کر دیتا ہوں جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد کے ہیں تاکہ حق جُو لوگوں پر ثابت ہو کہ میں نے کسی زمانہ میں بھی اس عقیدہ کے اظہار میں اخفاء سے کام نہیں لیا اور اس کی اشاعت سے باز نہیں رہا۔ بلکہ جب سے مَیں نے اپنے ہاتھ میں قلم پکڑی ہے۔ برابر ان مضامین کو پبلک کے سامنے لاتا رہا ہوں۔ اور میرے پہلے مضمون کی تحریر سے آج تک ان مضامین کا سلسلہ ایسا پیوستہ ہے کہ کوئی کڑی اس میں سے غائب نظر نہیں آتی۔

وفاتِ مسیح موعود پر ایک مضمون اور نبوت کے متعلق پہلا حوالہ

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد کی تاریخ میں سب سے بڑا واقعہ خود حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے معاً بعد کے حالات ہیں۔ جیسا کہ قدیم سے سنت اللہ چلی آئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات بھی ایسے حالات میں ہوئی کہ دشمنوں میں خیال پیدا ہُوا کہ آپؑ ناکام فوت ہوئے ہیں۔ اور بعض احمدی کہلانے والوں کے قدم بھی اس طرح لڑکھڑا گئے جس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبائل عرب کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ ان حالات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے دشمنوں کے حملوں کو رد کرنے اور دوستوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ان تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جاتا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے کام کے متعلق مخالفوں کی طرف سے پیدا کئے جاتے تھے۔ چنانچہ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے حضرت خلیفہ اوّل کے علاوہ اور بہت سے احمدیوں نے اس موضوع پر مضامین لکھے۔ جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ میرا یہ مضمون رسالہ تشحیذ الاذہان کے پرچہ جون و جولائی ۱۹۰۸ء نمبر ۶، ۷ میں شائع ہُوا اور اس کے علاوہ اس کو علیحدہ کتاب کی صورت میں بھی شائع کیا گیا۔ اور اس کتاب کا نام حضرت خلیفہ اوّل نے ایک الہام کے ماتحت "صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے"۔ رکھا۔ یہ کتاب اور یہ رسالہ کثرت سے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں شائع کیا گیا۔ تاکہ ان شکوک کا ازالہ ہو جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر آپؑ کے دشمنوں نے پیدا کئے تھے اس کتاب میں بائیس جگہ مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کے لفظ سے یاد کیا ہے اس جگہ ان تمام عبارتوں کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک شخص اس رسالہ کو منگوا کر اپنا اطمینان کر سکتا

ہے۔ ہاں نمونہ کے طور پر صرف چند سطریں اس میں سے اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔جس سے بخوبی اس بات کا علم ہو سکتا ہے کہ آیا اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بتایا گیا ہے یا نہیں۔ (دیکھئے رسالہ تشحیذ الاذہان جلد سوم صفحہ ۲۱۷) ہاں اگر مخالف اب بھی انکار کریں۔ تو سوائے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کے کہ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ ہم اور کیا کر سکتے ہیں۔ ایک نبی آیا۔ اور ان کے لئے رات اور دن غم کھا کر اس دُنیا سے اُٹھ گیا۔ اور یہ لوگ اب تک اس سے انکار کرتے ہیں۔ ہماری خدا سے یہ خواہش نہیں۔ کہ یہ مخالف ہلاک ہوں۔ بلکہ دل ان کے لئے درد محسوس کرتا ہے اور کڑھتا ہے اور ایک تڑپ ہے کہ خدا ان کو ہدایت دے اور اپنے نبی کی شناخت دے۔ اگرچہ یہ لوگ ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ مگر ہم ان کے لئے دُعائیں کرتے ہیں کہ "اے خدائے قادر تو ہمارے دلوں کو جانتا ہے۔ اور تجھے علم ہے کہ ہمارے دل ان گم گشتہ راہوں کے لئے کیسی تکلیف پاتے ہیں۔ پس اے عالم الغیب والشہادۃ ہمارے دکھوں اور تکلیف کو دیکھ اور ہم پر رحم کر۔ اور ان غموں سے ہم کو چھڑا۔ اور ہمارے بھائیوں کو ہدایت اور نور کا راستہ جو تیرا نبی ہمارے لئے کھول گیا ہے بتا اور انہیں اس کی شناخت کی توفیق عنایت کر۔"★

اس وقت جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات نے تمام احمدیوں کے دل ہلا دیئے ہوئے تھے، میرا نبی کے لفظ سے آپ کو بار بار یاد کرنا اور حضرت خلیفہ اوّل خود مولوی محمد علی صاحب اور باقی تمام جماعت کا اس مضمون کے خلاف آواز نہ اُٹھانا بلکہ اسے قبولیت کی نظروں سے دیکھنا اس امر کا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت اس وقت نہ صرف میرا بلکہ سب جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ تھا کہ آپؑ نبی ہیں۔

اسی طرح ۱۹۰۸ء کے جلسہ میں جو اپریل ۱۹۰۹ء کو منعقد ہوا[ؔ] جو میری تقریر ہوئی اور جس میں خود حضرت خلیفۃ المسیح الاول میر مجلس تھے اور جو بدر اور تشحیذ الاذہان میں شائع ہو چکی ہے۔ مَیں نے یہ الفاظ کہے تھے:۔ "یہ وعدہ ہم سے اس بناء پر نہیں کہ ہم مسیح کی وفات کو مان لیں۔ بلکہ خدا نے اپنے رسول یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی معرفت ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر اسی جنس کو خریدیں گے جس کو پہلوں نے خریدا تو ہم سے بھی وہی نیک سلوک ہوگا۔" (تشحیذ الاذہان فروری ۱۹۰۹ء جلد ۴ نمبر ۲ صفحہ ۲۹)

پھر اسی طرح بیان کیا تھا کہ "خدا ظالم نہیں۔ ہم اپنے آپ کو ہی دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک نبی ہم میں آیا۔ اور اپنا کام کر کے ہم سے جدا ہو گیا۔" (تشحیذ الاذہان فروری ۱۹۰۹ء جلد ۴ نمبر ۲ صفحہ ۳۶)

اس کے بعد دسمبر ۱۹۱۰ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر میری تقریر ہوئی۔ جو ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء کے اخبار بدر میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر مَیں نے خاص زور دیا۔ بلکہ اس تقریر کا موضوع ہی نبوت ہے اور اس کا محرّک مفصلہ ذیل واقعہ ہوا۔ ۱۹۱۰ء میں مکرمی و معظمی حبی فی اللہ

★ تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء جلد ۳ صفحہ ۱۳۱

ؔ تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ ۱۹۰۸ء کا جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۰۸ء میں ہی منعقد ہوا تھا۔ سہو کتابت سے اپریل ۱۹۰۹ء لکھا گیا ہے۔

مفتی محمد صادق صاحب و مولوی صدر الدین صاحب یکے از رفقائے مولوی محمد علی ایک تبلیغی دورہ پر بھیجے گئے تھے۔ اس دورہ کے دوران میں مولوی شبلی صاحب نعمانی بانی ندوہ سے بھی ان کو ملاقات کا موقع ملا۔ سلسلہ گفتگو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا بھی ذکر آیا۔ اور جناب مولوی شبلی صاحب کے سوال پر ان صاحبان نے جواب دیا کہ ہم مرزا صاحب کو لغوی معنوں میں نبی مانتے ہیں۔ گو یہ جواب درست تھا۔ کیونکہ لغوی معنے اور شرعی اصطلاح ایک ہی ہے۔ مگر چونکہ یہ جواب ایک رنگ اخفاء کا رکھتا تھا۔ اور اس طرف اشارہ ہوتا تھا کہ گویا خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی کے کچھ اور معنے ہیں۔ مجھے ناپسند ہوا اور مجھے خوف ہوا کہ یہ طریق جماعت میں عام نہ ہو جائے خصوصاً جبکہ میں نے دیکھا کہ اس سال چند دنیاوی تحریکوں (مثلاً مسلم یونیورسٹی) کی رو میں بہہ کر بعض احمدی اپنے مرکز سے ہٹ رہے ہیں۔ تو میں اس جواب سے اور بھی ڈرا۔ اور میں نے چاہا کہ سالانہ جلسہ کے موقع پر خاص طور پر اپنی جماعت کو توجہ دلاؤں۔ حضرت خلیفہ اول اس تقریر کے موقع پر موجود نہ تھے۔ مگر خواجہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب موجود تھے۔ ان لوگوں کی موجودگی میں تمام جماعت کے روبرو میں نے اس موضوع پر تقریر کی۔ اور میری یہ تقریر اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ میں ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کو نبی سمجھتا رہا ہوں۔ چند فقرات اس تقریر کے جو ۱۹ر جنوری ۱۹۱۱ء کے پرچہ بدر میں شائع ہو چکی ہے میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ "وہی خدا ہے جس نے اپنے فضل سے تمہیں توفیق دی کہ تم ایک نبی کی اتباع کرو۔" (بدر جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۶ کالم ۳)

پھر احمدیوں اور غیر احمدیوں کے متعلق لکھا ہے:۔

"سوداگروں کے درمیان بھی میں دیکھتا ہوں کہ اگرچہ ایک جنس ہی ہے تو بھی وہ کہتا ہے نہیں جی ہمارا غلہ خاص قسم کا ہے اور تم تو دونوں فریقوں میں بیّن فرق دیکھتے ہو اور پھر تم میں سے بعض ہیں جو کہہ دیتے ہیں کچھ فرق نہیں۔ کیا یہ فرق نہیں کہ تم ایک نبی کے متبع ہو اور دوسری قوم ایک نبی کی مکذب ہے۔"★

یہ بھی یاد رکھو کہ مرزا صاحبؑ نبی ہیں اور بحیثیت رسول اللہ کے خاتم النبیین ہونے کے آپ کی اتباع سے آپ کو نبوت کا درجہ ملا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اور کتنے لوگ یہی درجہ پائیں گے۔ ہم انہیں کیوں نبی نہ کہیں۔ جب خدا نے انہیں نبی کہا ہے۔ چنانچہ آخری عمر کا الہام ہے کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔

"جو مسیح موعودؑ کے ایک لفظ کو بھی جھوٹا سمجھتا ہے وہ خدا کی درگاہ سے مردود ہے کیونکہ خدا اپنے نبی کو وفات تک غلطی میں نہیں رکھتا۔" (بدر ۱۹ر جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۷)

★ بدر ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۶ ⁂ ۵ تذکرہ صفحہ ۷۴۶ ایڈیشن چہارم

"تم اپنے امتیازی نشان کو کیوں چھوڑتے ہو۔تم ایک برگزیدہ کو نبی مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔حضرت صاحبؑ کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں۔مگر حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ تم کونسا اسلام پیش کرو گے۔کیا جو خدا نے تمہیں نشان دیئے جو انعام خدا نے تم پر کیا وہ چھپاؤ گے"۔

"ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا۔اگر اسکی اتباع کرینگے تو وہی پھل پائینگے جو صحابہ کرامؓ کیلئے مقرر ہو چکے ہیں"۔[۵]

ان عبارتوں سے میرا مذہب نبوت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بخوبی ظاہر ہے اور یہ تقریر خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب کی موجودگی میں ہوئی تھی۔اور چونکہ میری تقریر کے بعد صدر انجمن احمدیہ کی رپورٹ سنائے جانے اور چندہ کی تحریک کا وقت تھا اور یہ لوگ انجمن کے عہدہ دار تھے اس لئے اس وقت خاص طور پر جلسہ میں موجود تھے اور نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت تک ہمیں تمہارے خیالات کا علم نہ تھا۔

غرض ۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹۱۰ء کے دسمبر تک میری مختلف تحریرات اس پر شاہد ہیں کہ میں ہمیشہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مانتا رہا ہوں۔اس کے بعد ۱۹۱۱ء کے مارچ میں میں نے ایک مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ ماننے والوں کے درجہ کے متعلق لکھا۔جو اپریل ۱۹۱۱ء کے تشحیذ اور ۴ مئی ۱۹۱۱ء کے بدر اور ۱۴ مئی ۱۹۱۱ء کے الحکم میں شائع ہوا۔اور اس کے بعد ایک لمبا سلسلہ مضامین اور تقریروں کا شروع ہو گیا جس کا انکار خود مولوی محمد علی صاحب نے بھی نہیں کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔

میرے مضامین پر ظہیر الدین کے خیالات کا اثر نہیں

اب ان واقعات کی روشنی میں اس معاملہ کو دیکھ کر کوئی شخص کیا یہ خیال کر سکتا ہے کہ ظہیر الدین اروپی کی تعلیم سے متأثر ہو کر اور اس کی کتاب نبی اللہ کا ظہور پڑھ کر میں نے اپنا خیال دربارہ نبوت مسیح موعودؑ قائم کیا تھا۔ظہیر الدین کی کتاب نبی اللہ کا ظہور جیسا کہ خود مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ ظہیر الدین کا اس مضمون کے متعلق سب سے پہلا رسالہ ہے اور جیسا کہ وہ تسلیم کرتے ہیں۔اپریل ۱۹۱۱ء میں اس کی تصنیف کا کام ختم ہوا ہے اور اس کتاب کے آخری صفحہ پر ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ ۲۶؍ اپریل ۱۹۱۱ء کو اس کی تصنیف ختم ہوئی ہے اور پھر اسی صفحہ پر اس کتاب کے شائع کرنے والے چوہدری برکت علی صاحب کی تحریر درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵؍ جولائی ۱۹۱۱ء کے بعد یہ کتاب پریس میں گئی ہے۔اس کے مقابلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ میرا مضمون مسئلہ کفر و اسلام غیر احمدیاں کے متعلق جو درحقیقت سلسلہ اولیٰ کا آخری مضمون ہے (جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے) نہ کہ پہلا۔اپریل ۱۹۱۱ء میں تشحیذ الاذہان میں شائع بھی ہو چکا تھا اور جیسا کہ ۶؍ اپریل ۱۹۱۱ء کے پرچہ بدر کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ثابت ہے۔مارچ ۱۹۱۱ء میں ہی

---

[۵] بدر ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۳

لکھا جاچکا تھا۔معزز ایڈیٹر بدر ۶ ۔اپریل ۱۹۱۱ء کے پرچہ بدر ص۲ میں مولوی ثناء اللہ کا جواب لکھتے ہوئے غیر احمدیوں کے متعلق اپنے عقیدہ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:"اسی مضمون پر جناب حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب نے ایک مبسوط مضمون لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کیا ہوا ہے اس میں اُمید ہے کہ اس مسئلہ کے تمام ضروری پہلوؤں پر مفصل بحث ہوگی۔"اخبارات کے متعلق یہ عام قاعدہ ہے کہ ان پر دوسرے روز کی تاریخ دی جاتی ہے کیونکہ اسی روز وہ ڈاکخانہ میں ڈالے جاتے ہیں۔پس یہ اخبار درحقیقت ۵ ۔اپریل کا ہے۔اور اس میں ایڈیٹر صاحب بدر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مبسوط مضمون حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کیا ہوا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نوٹ کے تحریر کرنے سے کچھ عرصہ پہلے یہ مضمون حضرت کی خدمت میں پیش ہو چکا تھا۔پس یہ مضمون مارچ کا لکھا ہوا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ میرا مضمون جو مارچ ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا تھا اور اپریل میں شائع ہوا۔ظہیر الدین اروپی کے مضمون کا جو اپریل میں لکھا گیا اور جولائی میں شائع ہوا نتیجہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور کیا وہ شخص جو دونوں مضامین کی تاریخوں سے واقف ہوتے ہوئے دُور دراز کے لوگوں کو دھوکا دینے اور دین سے گمراہ کرنے کے لئے ایک ایسی تحریر کو جو میرے آخری مضمون سے ایک ماہ بعد تحریر میں آئی اور تین ماہ بعد شائع ہوئی میرے مضمون کا باعث اور مأخذ قرار دیتا ہے دیانتدار کہلا سکتا ہے؟ کیا یہ شخص اس قابل ہے کہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بُلائے جو شخص دینی معاملات میں بھی اس قدر دلیری سے کام لیتا ہے کہ ایسا صریح دھوکا دینے سے بھی نہیں ڈرتا جو دن کو رات قرار دینے سے نہیں جھینپتا وہ کب اس بات کا استحقاق رکھتا ہے کہ دوسروں کو صداقت کی دعوت دے اور حق کی طرف بلائے۔

مَیں حیران ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب نے یہ جرأت کیونکر کی کہ ظہیر کے مضامین کو میری تحریرات کا مأخذ قرار دیا اور میرے خیالات کو اس کے خیالات کا نتیجہ۔وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ میرا مضمون کفر واسلام کے متعلق اپریل میں شائع ہوا تھا اور بدر اخبار کا مندرجہ بالا نوٹ شاہد ہے کہ یہ میرا مضمون مارچ میں لکھا جاچکا تھا اور ظہیر الدین کی اسی کتاب میں اسی صفحہ پر جس کا وہ حوالہ دیتے ہیں اور اس تحریر سے جس کا وہ حوالہ دیتے ہیں صرف چار سطر نیچے لکھا ہوا موجود ہے۔کہ یہ کتاب جولائی میں شائع ہوئی ہے اور ان ہندسوں کی نسبت جن کا وہ ذکر کرتے ہیں زیادہ موٹے ہندسوں میں اس نوٹ کی تاریخ درج ہے جو اس کتاب کے شائع کرنے والے نے لکھا ہے یعنی ۵ ۔جولائی ۱۹۱۱ء۔پس باوجود ایسے صریح بینات کی موجودگی اور پھر ان کے علم کے مولوی صاحب کا ظہیر کی کتاب کو میرے مضمون کا محرک قرار دینا ناواقف لوگوں کو مغالطہ دینے کی نیت سے نہیں تو اور کس غرض سے ہے؟ دلائل کی غلطی غلطی کہلا سکتی ہے۔مگر واقعات کے ایک لمبے سلسلہ کو بگاڑ کر اور توڑ مروڑ کر پیش کرنا

غلطی نہیں کہلا سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ ظہیر الدین اپنے خطرناک عقائد کی وجہ سے اسلام کی تعلیم سے بہت دور جا پڑا ہے اور مولوی محمد علی صاحب نے خیال کیا ہے کہ اگر میرے خیالات کا نتیجہ قرار دیا جائے تو لوگوں میں عام طور سے ان کے خلاف ایک نفرت پیدا ہو جاوے گی اور مولوی صاحب کے خیالات سے اُنس پیدا ہو جائیگا۔ مگر مولوی صاحب چاند پر خاک نہیں ڈال سکتے اور روشنی کو اندھیرا قرار نہیں دے سکتے۔ پس جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں اور جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب خوب جانتے ہیں۔ گو وہ اس کا اظہار کرنا خلاف مصلحت خیال کرتے ہیں۔ نبوت مسیح موعودؑ کا عقیدہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت سے ہی ظاہر کرتا چلا آیا ہوں۔ اور آپؑ کی وفات کے بعد بھی ۱۹۰۸ء، ۱۹۰۹ء، ۱۹۱۰ء، ۱۹۱۱ء میں متواتر اس عقیدہ کا اعلان میری طرف سے مختلف مضامین کے ذریعہ سے ہوتا رہا ہے اور اس سلسلہ کا سب سے آخری مضمون بھی جسے مولوی صاحب بھی اپنی اغراض ذمیمہ کو پورا کرنے کے لئے اوّل مضمون قرار دیتے ہیں ظہیر الدین کے مضمون کے لکھا جانے سے ایک ماہ پہلے لکھا جا چکا تھا۔ اور اس کے مضمون شائع ہونے سے تین ماہ پہلے شائع ہو چکا تھا۔ پس اس کو میرے خیالات کا بانی کہنا یا ان عقائد کا جو میں پھیلاتا ہوں موجد قرار دینا ایک ایسی خلاف بیانی ہے جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملے گی۔ ان عقائد کے بانی حضرت مسیح موعودؑ ہی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا ہے نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ ہے جس نے خود مسیح موعودؑ کو نبی کہہ کر پکارا ہے۔

بعض مسیحی مؤرخ تعصب سے اندھے ہو کر دنیا کو دھوکا دینے کیلئے اسلام کو اس وقت کے چند غیر معروف لوگوں کے خیالات کا نتیجہ قرار دینے میں جس جرأت سے کام لے چکے ہیں۔ اس پر تو حیرت آیا ہی کرتی تھی۔ مگر چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا جو نظارہ مولوی صاحب نے دکھایا ہے وہ ان مسیحیوں کی دیدہ دلیری سے بھی بہت بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ تو زمانہ ماضی کے واقعات کو بگاڑنے کی کوشش کرتے تھے اور مولوی صاحب ان خیالات کے متعلق جن کی تائید ۱۹۰۶ء میں وہ خود کر چکے ہیں اور جن کا اظہار ان کی موجودگی میں بعد میں متواتر ہوتا رہا ہے ۱۹۱۱ء کے شائع ہونے والے ایک رسالہ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا دوسرا امر

کیا حضرت خلیفہ اوّل نے ظہیر کو اسکے رسالہ کی وجہ سے یا نئے عقائد شائع کرنے کی وجہ سے جماعت سے نکالا

دوسرا امر تاریخ اختلاف سلسلہ میں مولوی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ:۔

Much notice of this book (Nabi-ullah ka Zuhur by Zahirud Din) does not seem to have been taken by the Ahmadiyya community. But probably the contents of this book or some other leaf-let on the same subject were brought to the notice of the late Maulvi Nurudin sahib then head of the Ahmadiyya community and after some correspondence between Zahir-ud-Din and Maulvi sahib an announcement was made by the latter in the paper Badr ہ 11th July 1912 to the effect that as Mr. Zahiruddin was promulgating new doctrines he was not to be considered as having any connection with the Ahmadiyya community.ٹ

(The Ahmadiyya Movement part iv by M. Ali)

مولوی صاحب کے اس بیان میں مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔ (۱) حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے ظہیر کی کتاب "نبی اللہ کا ظہور" یا اسی کے ہم معنی مضمون کا کوئی رسالہ پیش کیا گیا تھا۔ (۲) اس پر آپ کے اور ظہیر الدین کے درمیان خط وکتابت ہوئی۔ گویا اس رسالہ کو پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح نے ظہیر الدین کو خط لکھا۔ (۳) خط وکتابت سے جب کوئی فائدہ نہ ہُوا۔ تو آپ نے اعلان کیا کہ ظہیر الدین چونکہ نئے عقائد شائع کر رہا ہے اس لئے اس کا میری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

ان تینوں امور کے متعلق پیشتر اس کے کہ مَیں تفصیلی طور پر کچھ لکھوں۔ شروع میں ہی اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تینوں باتیں غلط ہیں اور سوچ سمجھ کر لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے بنائی گئی ہیں۔

واقعہ ظہیر الدین کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کی پہلی غلطی

اس میں کوئی شک نہیں کہ ظہیر الدین اس وقت بعض ایسے عقائد کا اظہار کرتا رہا ہے جو اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں۔ مگر اس کی کتاب نبی اللہ کے ظہور میں ایسی کوئی بات نہیں اور نہ کبھی جماعت احمدیہ نے اس کی اس کتاب کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔

کیا رسالہ نبی اللہ کا ظہور کی وجہ سے حضرت خلیفہ اوّل ظہیر پر ناراض ہوئے

مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ (۱) ظہیر الدین کی یہ کتاب یا اس کے ہم معنی کوئی ٹریکٹ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے سامنے پیش کیا گیا تھا جس پر آپ ناراض ہوئے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ آپ ظہیر الدین کی کتاب نبی اللہ کے ظہور پر ناراض نہیں ہوئے۔ جس کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعہ سے نکلتا ہے۔ ۱۹۱۱ء و ۱۹۱۲ء میں مولوی یار محمد صاحب

ہ dated

اور عبداللہ تیماپوری دو اشخاص کی طرف سے کچھ ٹریکیٹ شائع ہوئے تھے۔ چونکہ یہ لوگ خداتعالیٰ کی طرف سے خاص حکم پاکر جماعت کے امام ہونے کے مدعی تھے۔ اور ان کے ایسے رسائل و اشتہارات سے لوگوں کے ابتلاء میں پڑ جانے کا خطرہ تھا اس لئے حضرت خلیفہ اوّل کو ان کے خلاف اپنی ایک تقریر میں اعلان کرنا پڑا مگر آپ نے اس اعلان کے عام الفاظ رکھے اور صرف عبداللہ تیماپوری کا ذکر نام لے کر کیا ہے۔ اس اعلان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"پھر بعض نوجوان ہیں۔ وہ جھٹ تصنیف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں وہ فہم و فراست نہیں ہوتی۔ جو ایک کتاب کے لکھنے والے میں ہونی چاہئے۔ محض خیالات سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک سچے علوم سے واقفیت نہ ہو۔ اور پھر ایسی تصنیفیں ایک تفرقہ کا موجب ہو جاتی ہیں۔ پس اگر تم کو مشکلات پڑتے ہیں تو خداتعالیٰ سے توفیق مانگو اور دُعاؤں سے کام لو۔ عبداللہ تیماپوری کا ایک ابتلاء ہے وہ رات کو کچھ لکھتا ہے تو شیخ نوراحمد کہہ دیتے ہیں کہ اس کو چھاپ دو۔ مَیں دوستوں کو چوکس کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں سے پرہیز کرو۔ اس قسم کے لوگوں کی ایک جماعت ہے۔ جو ایسے دعوے کرتے پھرتے ہیں۔"

اس اعلان کے شائع ہونے پر بعض احباب مولوی محمد علی صاحب نے یعنی خواجہ کمال الدین صاحب و ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب و ڈاکٹر محمد حسین صاحب وغیرہم نے یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ یہ اعلان ظہیرالدین کی کتاب نبی اللہ کے ظہور کے متعلق ہے۔ ظہیرالدین نے اپنے ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھا کہ آپ نے میری کتاب کے متعلق ایسا اعلان شائع کیا ہے۔ جس پر آپ نے اسے تحریر فرمایا کہ وہ اعلان آپ کی کتاب کے متعلق نہیں۔ بلکہ مولوی یار محمد صاحب و عبداللہ تیماپوری کے اشتہارات کے متعلق ہے۔ چنانچہ ظہیرالدین اپنے خط بنام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مؤرخہ ۲۲؍ جون ۱۹۱۲ء میں ان الفاظ میں آپ کے خط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "نوازش نامہ آپ کا ملا۔ جواباً عرض ہے کہ اس اعلان سے اگر آپ کا مطلب صرف عبداللہ تیماپوری اور یار محمد سے ہی تھا۔ تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر آپ اس اعلان میں ہر دو صاحبوں کے ناموں کو لکھوا دیتے تاکہ لوگوں کو غلط فہمی کا موقع نہ ملتا۔"* اس خط کے جواب میں حضرت خلیفہ اوّل اسے تحریر فرماتے ہیں:۔

"تم نے لکھا ہے کہ میری طرف اس میں اشارہ ہے۔ مَیں نے لکھا ہے کہ اس میں آپ کی نسبت اشارہ نہیں ہے۔ حالانکہ مَیں اپنی طرز میں مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ مگر جن کی طرف اشارہ تھا۔ اس کا نام بھی آپ کی طرف لکھ دیا مگر پھر بھی آپ نے بڑی صفائی سے لکھ دیا

* الحکم ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۱۲ء

کہ نورالدین کے عقائد سے مَیں مخالفت رکھتا ہوں۔'' (الحکم ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

(مکتوب حضرت خلیفہ اوّل - ۱۱؍ جولائی ۱۹۱۲ء)

یہ خط وکتابت الحکم میں جو سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے پرچہ میں حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں ہی شائع ہو چکی ہے۔ اور اسی کے صفحات ۶، ۷ سے یہ حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں۔ ان حوالہ جات کے پڑھنے کے بعد ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنے بیان میں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ظہیرالدین کی کتاب کو پڑھ کر ناپسند کیا۔ اور اس سے خط وکتابت شروع کی۔ صداقت سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ جیسا کہ اس خط وکتابت سے جو آپ کے اور ظہیرالدین کے درمیان ہوئی ہے۔ ثابت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اس امر کی تردید کرتے ہیں کہ آپ نے ظہیرالدین کی کتاب نبی اللہ کے ظہور کے خلاف اعلان کیا تھا۔ اگر ظہیرالدین کی کتاب نبی اللہ کا ظہور پڑھ کر اور اسے ناپسند کر کے اس سے خط وکتابت شروع کی گئی تھی۔ تو پھر ناراضگی ثابت کرنے کے لئے کسی اعلان کی طرف ظہیرالدین کو اشارہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت خلیفہ اول کا خط ہی اس امر کی کافی شہادت ہو سکتا تھا کہ آپ نے اس کتاب کو ناپسند کیا ہے۔ مگر ظہیرالدین بجائے اس خط کی طرف اشارہ کرنے کے حضرت خلیفہ اول کو لکھتا ہے کہ آپ نے میری کتاب کے خلاف ایک اعلان کیا ہے۔ اور آپ اس کی اس بات کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ اعلان تو چند اور لوگوں کے اشتہارات کے متعلق تھا۔ اور اپنی بات کے ثبوت میں خلاف اپنی عادت کے ان دو اشخاص کا نام بھی لکھ دیتے ہیں۔ جن کے خلاف وہ اعلان تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے ظہیرالدین کی کتاب نبی اللہ کا ظہور یا اس کے ہم معنی کوئی ٹریکٹ پڑھ کر ہرگز اسے ناپسند نہیں کیا۔ بلکہ آپ تو اس امر کی کہ آپ نے کسی اعلان میں اسے ناپسندیگی کا اظہار کیا ہے تردید کرتے ہیں۔ بلکہ ظہیرالدین کی شکایت کرتے ہیں کہ باوجود آپ کی اس تحریر کے کیوں اس نے بڑی صفائی سے لکھ دیا کہ "نورالدین کے عقائد سے میں مخالفت رکھتا ہوں۔" اگر فی الواقع ظہیرالدین کی کتاب نبی اللہ کا ظہور یا اس کے ہم معنے کوئی رسالہ پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح نے ظہیرالدین سے خط وکتابت شروع کی تھی۔ تو پھر اس شبہ کی تردید کی کیا ضرورت تھی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے اعلان میں ظہیر کی طرف اشارہ ہے۔ اور کیا وجہ تھی کہ اس اعلان میں ظہیر کو شامل نہ کیا گیا۔ اور پھر کیا سبب تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح تحریر فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے تم کو بتا دیا ہے۔ کہ تم اس اعلان کا مصداق نہیں ہو۔ پھر بھی تم لکھتے ہو کہ تم سے مجھے اختلافِ عقائد ہے۔ اگر ظہیر کی کتاب کو پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح نے ناپسند کیا تھا تو اس اعلان میں خواہ اس کا ذکر ہوتا یا نہ ہوتا بہرحال اس کے عقائد سے آپ کو اختلاف رکھنا ثابت تھا۔ مگر آپ اس

امر کی تردید فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ جب مَیں نے صاف لکھ دیا تھا کہ اس اعلان میں تمہاری طرف اشارہ نہیں تو پھر تم نے کیوں لکھا کہ مجھے آپ سے اختلاف ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت تک ظہیر الدین اور اپنے عقائد میں اختلاف نہیں سمجھتے تھے۔ اور ظہیر الدین کی اس تحریر کو کہ مجھے آپ کے عقائد سے اختلاف ہے۔ بلا سبب اور بے وجہ تصور فرماتے تھے۔

کیا حضرت خلیفہ اوّل نے نبی اللہ کا ظہور پڑھ کر ظہیر سے خط و کتابت شروع کی

دوسرا امر جو مولوی محمد علی صاحب نے واقعہ ظہیر کے بیان کرنے میں غلط بیان کیا ہے یہ ہے کہ ظہیر کی کتاب پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح نے اس سے خط و کتابت شروع کی۔ حالانکہ خط و کتابت حضرت خلیفۃ المسیح نے ظہیر سے شروع نہیں کی۔ بلکہ ظہیر نے شروع کی ہے اور مولوی محمد علی صاحب نے جو ایسے الفاظ تحریر کئے ہیں جن سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے خط و کتابت شروع کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ظہیر الدین کی کتاب پڑھ کر آپ نے اسے ناپسند کیا اور اسے اس کے متعلق خط لکھا۔ حالانکہ جیسا کہ اس وقت کے شائع شدہ واقعات سے ثابت ہے ابتداء خط و کتابت کی ظہیر نے کی ہے۔ اور اس کی وجہ جیسا کہ الحکم مؤرخہ ۱۴ / اکتوبر ۱۹۱۲ء سے ثابت ہے۔ یوں ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایک تقریب پر لاہور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ نے ان اختلافی مسائل پر جو آج غیر مبائعین اور مبائعین میں مابہ النزاع ہیں ایک تقریر فرمائی جس میں ایڈیٹر زمیندار بھی موجود تھا۔ اس نے اپنے اخبار میں اس تقریر کی ایک غلط رپورٹ شائع کر دی* اور لکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے تمام غیر احمدیوں کو مسلمان قرار دیا ہے۔ ظہیر الدین نے زمیندار کی اس رپورٹ کو پڑھ کر بلا سوچے سمجھے نہایت بے ادبی اور گستاخی کو کام میں لاکر حضرت خلیفۃ المسیح کو ایک خط لکھ دیا جس میں آپ کے عقائد پر حملہ کیا اور ان کو حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد کے خلاف قرار دیا اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اسے نہایت محبّت سے جواب دیا اور سمجھایا۔ لیکن چونکہ اس کی طبیعت میں رُشد و ہدایت نہ تھی۔ وہ اپنی شوخی میں بڑھتا ہی گیا اور باوجود اس کے کہ حضرت کی تصحیح کردہ تقریر الحکم میں شائع ہو چکی تھی۔ اور پھر باوجود اس کے کہ بعض اُمور جو اس

---

* یہ رپورٹ غلط تھی۔ ایڈیٹر الحکم نے حضرت کی سب تقریر قلمبند کی تھی۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح کو تمام و کمال دکھا کر اور آپ سے درست کروا کر اپنے اخبار میں شائع کی تھی۔ اور اس مصدقہ تقریر اور زمیندار کے خلاصہ میں بہت فرق تھا۔

نے لکھے تھے ان کی حضرت خلیفۃ المسیح نے تردید کردی تھی وہ اپنی ضد سے نہ ہٹا اور آپ کی تکذیب پر آمادہ ہوگیا۔ جیسا کہ اس کے خط مطبوعہ الحکم ۱۴؍اکتوبر ۱۹۱۲ء سے ظاہر ہے۔ جس میں وہ حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھتا ہے "نوازش نامہ آپ کا ملا...... اگر آپ کا مطلب صرف عبداللہ تیماپوری اور یار محمد سے ہی تھا" اس کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اسے یقین دلاتے ہیں کہ آپ کا اعلان اس کے متعلق نہیں تھا۔ بلکہ مولوی یار محمد صاحب اور عبداللہ تیماپوری کے متعلق تھا۔ پھر بھی وہ اسے باور نہیں کرتا۔ اور "اگر" کے ساتھ اسے مشکوک کرتا ہے۔ اور آگے جا کر اس بات کو پھر دہراتا ہے کہ مجھے آپ کے عقائد سے اختلاف ہے۔

یہ تمام خط وکتابت اور خط وکتابت کی ابتداء کی وجہ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۱۲ء کے الحکم میں درج ہے اور مولوی محمد علی صاحب کے اس بیان کی تردید کرتی ہے کہ نبی اللہ کے ظہور کو پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح نے خط وکتابت شروع کی۔ بلکہ جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔ خط وکتابت ظہیر الدین نے شروع کی تھی نہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے۔ اور یہ خط وکتابت اس وجہ سے نہیں شروع ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے نبی اللہ کا ظہور کتاب پڑھ کر اسے ناپسند کیا تھا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ظہیر الدین نے زمیندار میں حضرت خلیفۃ المسیح کی لاہور کی تقریر کا غلط خلاصہ پڑھ کر اسے ناپسند کیا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب کی کمال دلیری ہے کہ شائع شدہ واقعات کو بگاڑ کر انہیں شائع شدہ واقعات کے صریح خلاف نئے واقعات اپنی طرف سے بنا کر انہوں نے اپنی کتاب میں درج کر دیئے ہیں۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

کیا ظہیر کو حضرت خلیفہ اوّل نے نئے عقائد شائع کرنے کی وجہ سے جماعت سے خارج کیا؟

تیسرا قابل توجہ امر واقعہ ظہیر کے بیان میں مولوی صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ خط وکتابت کے بعد آخر حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ اعلان کیا کہ "چونکہ محمد ظہیر الدین نئے عقائد کی اشاعت کر رہا ہے اس لئے جماعت احمدیہ سے اس کا کوئی تعلق نہ سمجھا جاوے"۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں مولوی صاحب کا یہ بیان بھی بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے اور چونکہ مولوی صاحب نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ضروری سمجھا ہے کہ کتاب نبی اللہ کے ظہور کو فتنہ کا اصل باعث قرار دیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو ان عقائد کے مخالف ثابت کریں اس لئے وہ اصل واقعات میں تحریف کرکے یا نئے واقعات بنا کر اپنے مدعا کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے اعلان میں ہرگز یہ نہیں لکھا کہ چونکہ ظہیر الدین نئے

عقائد کا اعلان کر رہا ہے یا انہیں شائع کر رہا ہے۔ اس لئے اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہ سمجھا جائے۔ بلکہ یہ تحریر فرمایا کہ چونکہ باوجود میرے لکھنے کے کہ فلاں اعلان اس کے متعلق نہیں وہ پھر بھی اس امر پر زور دیئے جاتا ہے کہ اسے میرے عقائد سے اختلاف ہے۔ اس لئے اس کے خط کے مطابق نہ کہ اس کی کتاب کی بناء پر یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس کا جماعتِ احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا یہ اعلان ۱۱؍ جولائی ۱۹۱۲ء کے بدر میں شائع ہؤا ہے۔ اور ہم اس جگہ اس اعلان کو تمام و کمال نقل کر دیتے ہیں تاکہ ہر ایک شخص کو معلوم ہو جائے کہ مولوی محمد علی صاحب نے کس دیانت داری سے کام لیا ہے۔ الفاظ اعلان یہ ہیں:۔

اخبار بدر میں ظہیر الدین اروپی کے متعلق ایک اشتہار

کچھ عرصہ ہؤا۔ اخبار بدر میں ایک اعلان نکلا تھا کہ بعض لوگ خود بخود اشتہار چھاپتے ہیں۔ ایسے اشتہارات سلسلہ احمدیہ کی طرف سے نہ سمجھے جائیں۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت اور رضامندی سے وہ نہیں ہوتے۔ اس پر منشی محمد ظہیر الدین صاحب اروپی کے ایک خط کی تحریک پر حضرت خلیفۃ المسیح نے حکم دیا ہے کہ اخبار میں شائع کر دیا جاوے کہ "اس اعلان کے ساتھ محمد ظہیر الدین کا کوئی تعلق نہ تھا بلکہ وہ اعلان مولوی یار محمد و عبداللہ تیماپوری کے متعلق تھا۔ مگر افسوس محمد ظہیر الدین نے اس کی عجیب تلافی کی ہے کہ اپنے ایک تازہ خط میں مجھے اطلاع کی ہے کہ میرا آپ کے بعض عقائد کے ساتھ اختلاف ہے۔ لہٰذا میں ان کی تحریر کے مطابق اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں۔ محمد ظہیر الدین میرے عقائد سے اختلاف رکھتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں وہ مینہہ سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ بھلا کسی فروعی اختلاف کا ذکر فرماتے تو مقام سکوت ہوتا۔ اب وہ مجھ سے عقائد کا اختلاف رکھتے ہیں اور اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ اس لئے میرا ان سے کیا تعلق۔ اور میری جماعت کا ان سے کیا علاقہ۔ محمد ظہیر الدین نے عجیب تلافی کی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء صٓ)

ظہیر الدین کا جماعت سے خارج کیا جانا محض اسکے ایک خط کی بناء پر تھا نہ کہ اس کی کتاب کی بناء پر

یہ اصل عبارت ہے بدر کے اعلان کی۔ اس میں دیکھو نہ صراحتاً نہ اشارتاً یہ بات درج ہے کہ ظہیر الدین نئے عقائد شائع کرتا ہے۔ بلکہ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ باوجود میرے انکار کے کہ

فلاں اعلان اس کے متعلق ہے۔ بجائے اپنی تحریر پر شرمندہ ہونے اور اپنی بے ادبی کی تلافی کرنے کے وہ لکھتا ہے کہ مجھے آپ کے عقائد سے اختلاف ہے۔ اس لئے اسی خط کے مطابق کہ اس کے اور میرے عقائد میں اختلاف ہے۔ مَیں اعلان کرتا ہوں کہ اس صورت میں اس کا مجھ سے کیا تعلق اور میری جماعت کا اس سے کیا علاقہ ہے۔

اب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے اس اعلان کو مولوی محمد علی صاحب کے مندرجہ ذیل فقرہ سے ملا کر پڑھو۔ "چونکہ محمد ظہیر الدین نئے عقائد شائع کر رہا ہے۔ اس لئے اس کا کوئی تعلق احمدیہ جماعت سے نہ سمجھا جاوے۔" مولوی صاحب کے یہ الفاظ کہ ظہیر الدین نئے عقائد شائع کر رہا ہے۔ کیا یہ صاف ثابت نہیں کرتے کہ مولوی صاحب اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ ظہیر الدین کو جماعت احمدیہ سے خارج کرنے کا باعث اس کی کتاب نبی اللہ کا ظہور یا اس کے ہم معنی اور کوئی ٹریکٹ ہؤا تھا۔ اپنی طرف سے شائع کرنے کا لفظ بڑھاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت خلیفۃ المسیح کے اعلان میں اس کے کسی ٹریکٹ کی طرف اشارہ نہیں۔ بلکہ اس کے اس خط کی طرف اشارہ ہے۔ جو اس نے پرائیوٹ طور پر آپ کی خدمت میں لکھا اور باوجود حضرت خلیفۃ المسیح کے تحریر فرمانے کے کہ آپ نے اس کے کسی اشتہار کے خلاف اعلان نہیں کیا۔ بلکہ مولوی یار محمد صاحب اور عبد اللہ تیما پوری کے اشتہارات کے خلاف اعلان کیا ہے اس میں اس نے تحریر کیا کہ "بزرگوار! مجھے آپکے بعض اعتقادات سے اختلاف ہے۔ اور جب تک آپ میرے اعتقادات کا غلط ہونا ثابت نہ کر دیں گے۔ تب تک میں اپنے عقائد پر قائم ہوں۔"

(الحکم ۱۴ ؍اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

چنانچہ اس کے اس خط کا جواب پرائیوٹ طور پر حضرت خلیفۃ المسیح نے دیا۔ اس میں بھی یہ لکھا ہے کہ "تم نے لکھا ہے کہ میری طرف اس میں اشارہ ہے۔ مَیں نے لکھا ہے کہ اس میں آپ کی نسبت اشارہ نہیں ہے۔ حالانکہ مَیں اپنی طرز میں مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ مگر جن کی طرف اشارہ تھا۔ اس کا نام بھی آپ کی طرف لکھ دیا۔ مگر پھر بھی آپ نے بڑی صفائی سے لکھ دیا کہ نور الدین کے عقائد سے میں مخالفت رکھتا ہوں۔ اور ان عقائد پر مَیں بڑا مضبوط ہوں۔" (الحکم ۱۴ ؍اکتوبر ۱۹۱۲ء صـ۷)

اسی طرح ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "آپ کا چونکہ میرے اعتقاد سے بھی اختلاف ہے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ اس واسطے آپ کو مَیں احمدی نہیں سمجھتا۔"★ ان حوالجات کو جب عام اعلان سے ملا کر پڑھا جاوے۔ تو صاف ثابت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ظہیر الدین کو اس کی کسی کتاب یا رسالہ کی اشاعت یا فی الواقع کسی اختلاف عقیدہ کی بناء پر نہیں۔ بلکہ اس کی اس تحریر کی بناء پر جماعت سے

★ الحکم ۱۴ ؍اکتوبر ۱۹۱۲ء صـ۷

خارج کیا ہے کہ اسے حضرت خلیفۃ المسیح سے اختلاف ہے۔ اور وہ اس اختلاف پر مضبوطی سے قائم ہے۔ بلکہ آپ نے اظہار افسوس بھی کیا ہے کہ جبکہ مَیں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ تم میرے اعلان کے مخاطب نہیں ہو۔ تو کیوں تم پھر بھی یہ لکھے جاتے ہو کہ مجھے تمہارے عقائد سے اختلاف ہے۔ اور جبکہ ایک مُرید خود اپنے منہ سے کہے کہ اسے خلیفۂ وقت سے اُصولی اختلاف ہے اور سمجھانے پر بھی نہ سمجھے۔ اور مقابلہ پر مُصر رہے۔ تو اس کا علاج سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے جماعت سے خارج کیا جاوے۔

ظہیر نے کیوں حضرت خلیفہ اوّل سے اختلاف عقائد کا اظہار کیا

اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب عقائد کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور زمیندار کی غلط رپورٹ کی الحکم اصلاح کر چکا تھا اور اس اعلان کی تردید بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے کر دی تھی۔ جسے بعض لوگوں نے جھوٹ بول کر ظہیر الدین کی کتاب کے متعلق مشہور کر رکھا تھا۔ تو پھر کیا وجہ تھی کہ ظہیر الدین نے اس امر پر زور دیا کہ اسے حضرت خلیفۃ المسیح کے عقائد سے اختلاف ہے۔ سو یاد رہے کہ گو ظہیر الدین کی کتاب نبی اللہ کے ظہور میں ایسی کوئی بات نہیں جو عقائد سلسلہ کے خلاف ہو مگر ۱۹۱۲ء میں جس وقت حضرت خلیفۃ المسیح سے اس کا اختلاف شروع ہؤا ہے اس شخص کی حالت بگڑنی شروع ہو گئی تھی اور اسے یہ خیال پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا کہ یہ بھی مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیوں کا مصداق ہے یا کم سے کم اس نے دبی زبان سے لوگوں میں اس امر کا اظہار شروع کر دیا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ جماعت میں کسی طرح فتنہ ڈالے اور اس نے تمام خط و کتابت میں یہ رویہ اختیار کر رکھا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح پر جھوٹ کا الزام لگائے۔ چنانچہ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اس کے خط سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح کی اس تحریر کو کہ آپ کا اعلان اس کے متعلق نہیں شک کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ اور درحقیقت اس کا یہ خیال تھا کہ جو کچھ زمیندار میں شائع ہؤا ہے۔ وہی درست ہے۔ الحکم کی رپورٹ محض احمدیوں کو خوش کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے اپنی تحریرات میں باوجود حضرت خلیفۃ المسیح کے بار بار کے انکار کے لکھتا جاتا تھا کہ مجھے آپ کے عقائد سے اختلاف ہے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کو جماعت سے خارج کر دیا۔ اور جماعت میں سے کسی نے اسے منہ نہ لگایا تو پھر اس نے بظاہر رجوع کر لیا اور توبہ کر کے احمدی جماعت میں شامل ہو گیا۔ مگر دراصل کسی اچھے موقع کا منتظر رہا۔ پس اس کا اختلاف عقیدہ کا دعویٰ واقعات پر مبنی نہ تھا بلکہ اپنے اندر یہ مفہوم مخفی رکھتا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح

جو عقائد ظاہر کرتے ہیں وہ صرف دکھاوے کے لئے ہیں ورنہ دراصل آپ کے عقائد اور ہیں۔ اور وہ چاہتا تھا کہ اس طرح جماعت کو آپ کے خلاف بدظن کرے۔ مگر اس کا منصوبہ کارگر نہ ہوا اور سخت ناکامی کا منہ اسے دیکھنا پڑا۔ اس بات کا ثبوت یہ بھی ہے کہ یہ شخص ان چند لوگوں میں سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رؤیا کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل آخر عمر میں آکر مُرتد ہو گئے تھے۔

مولوی محمد علی کے بیان (متعلق بناء اخراج ظہیر از جماعت) کی غلطی پر بیرونی شہادتیں

یہ تو وہ اندرونی شہادت ہے جو مولوی محمد علی صاحب کے اس دعویٰ کو رد کرتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ظہیر الدین کو اس لئے جماعت میں سے نکالا تھا کہ آپ کو اس کی کتاب نبی اللہ کے ظہور سے اختلاف تھا۔ اب میں بعض بیرونی شہادتیں پیش کرتا ہوں:۔

اوّل شہادت اس بیان کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ اس کتاب کا ذکر سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں متعدد جگہ آیا ہے۔ لیکن اس کے خلاف کسی نے کچھ نہیں لکھا۔ اگر لکھا ہے تو تعریف ہی کی ہے۔

اخبار بدر بدر مؤرخہ ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں اس کتاب کی رسید دی گئی ہے اور ایڈیٹر اخبار کی طرف سے اس کا اشتہار دیا گیا ہے لیکن اس کے برخلاف ایک لفظ نہیں لکھا گیا ہے۔ اگر یہ کتاب ایسی خطرناک تھی۔ تو کیا وجہ کہ اس کا اشتہار ہمارے اخبارات میں ایڈیٹر اخبار کی طرف سے دیا جاتا اور جماعت کو اس کے گندے مضمون سے آگاہ نہ کیا جاتا۔ بے شک بعض دفعہ اختلاف کو چنداں وقعت نہیں دی جاتی۔ لیکن بقول مولوی محمد علی صاحب کے اس کتاب میں جو مضامین تھے وہ تو ایسے خطرناک تھے کہ ان کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح نے ظہیر الدین کو جماعت سے خارج کر دیا تھا۔ پھر ایسے خطرناک مضمون کی کتاب کو بے نوٹس کیونکر چھوڑ دیا گیا۔

ریویو آف ریلیجنز اسی پر اگر بس ہوتی تو ہم کہہ سکتے تھے کہ ایڈیٹر اخبار بدر نے رسید کتاب کے طور پر اشتہار دے دیا تھا۔ ورنہ اس نے اسے پڑھا نہ تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ریویو آف ریلیجنز میں جس کے ایڈیٹر خود مولوی محمد علی صاحب تھے۔ اس کتاب پر تعریفی ریویو کیا گیا ہے۔ ہم اس ریویو کو بتمام و کمال اس جگہ نقل کر دیتے ہیں:۔

"نبی اللہ کا ظہور حصہ اوّل۔ یہ ۱۲۶ صفحہ کی چھوٹی تقطیع کی ایک کتاب ہے۔ جو ہمارے دوست منشی محمد ظہیر الدین صاحب نے حال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں تصنیف کی ہے۔

اس میں لفظ خاتم النبیین پر بڑی بسط اور تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سے مفید اور قیمتی مضمون اس میں شامل ہیں۔ اور بہت سے شبہات اور اعتراضات کو نہایت مدلل طور سے دُور کیا گیا ہے۔ بہت سی قرآنی آیات پر لطیف پیرایہ میں بحث کی گئی ہے۔ قرآن شریف نے جو نشانات ایک سچے مرسل کے لئے مقرر فرمائے ہیں ان کو آیات کے حوالہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ان کو چسپاں کر کے دکھا دیا ہے۔ بعض نئے قسم کے چکڑالوی وساوس کا بھی خوبی سے ازالہ کیا گیا ہے۔ کتاب واقعی قابلِ دید ہے۔ کاغذ اور چھپائی بھی اچھی ہے"۔

(ریویو آف ریلیجنز۔ ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۷، ۳۹۸)

مولوی محمد علی صاحب کا ایک عذر اور اس کا جواب

مَیں نے سُنا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ترجمہ قرآن کے کام کے باعث مَیں ریویو کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس وقت کے شائع شدہ مضامین مجھ پر حُجت نہیں ہو سکتے۔ ہم ان کے اس بیان کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں مگر ہمارا یہ دعویٰ نہیں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی قلم سے ہی وہ ریویو نکلا ہے۔ اس لئے حجت ہے۔ بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے۔ کہ جماعت نے ہرگز اس کتاب کو اس نظر سے نہیں دیکھا جس کا اظہار اب مولوی محمد علی صاحب کرتے ہیں کیونکہ صدر انجمن احمدیہ کے آرگن میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس کے ایڈیٹوریل سٹاف کی طرف سے خواہ مولوی محمد علی صاحب کی قلم سے یا کسی اور کی قلم سے اس کتاب پر ایک نہایت زوردار ریویو نکلا ہے۔ اگر واقع میں وہ ایسی ہی کتاب ہوتی تو ایسا کیوں کیا جاتا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ مضمون اور ریویو میں فرق ہوتا ہے۔ مضمون بعض دفعہ ایڈیٹر اپنی رائے کے مخالف بھی چھاپ دیتا ہے۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر ایک رائے اس کے مطابق ہو۔ مگر تعریفی رائے ظاہر کرتی ہے کہ ریویو کا ایڈیٹوریل سٹاف اس کتاب کے مصنف کا ہم خیال تھا۔ اور اگر ریویو لکھنے والے نے غلطی کی تھی تو چاہئے تھا کہ احمدیہ جماعت میں سے کوئی اور شخص اس کے خلاف آواز اُٹھاتا یا کم سے کم جب بقول مولوی صاحب کے حضرت خلیفۃ المسیح اول نے ظہیر الدین کی اس کتاب کو پڑھ کر اور اس سے خط و کتابت کر کے اس کے اخراج کا اعلان کیا تھا۔ اسی وقت صدر انجمن احمدیہ جس کے رسالہ میں وہ ریویو شائع ہؤا تھا یا مولوی محمد علی صاحب جو گو عملاً رسالہ کے ایڈیٹر نہ ہوں۔ مگر لوگوں کی نظروں میں انہی پر رسالہ کی ایڈیٹری کی ذمہ داری تھی۔ یا خود ریویو نویس کی طرف سے اس زہر کا ازالہ کیا جاتا۔ جو اس ریویو کے ذریعہ سے جماعت میں پھیلایا گیا تھا اور لوگوں کو بتایا جاتا کہ اس کتاب میں ایسے گندے مضامین ہیں کہ جن کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح کو ظہیر الدین کو جماعت

سے خارج کرنا پڑا ہے۔ جو کچھ تعریف اس کتاب کی ہمارے رسالہ میں شائع ہوئی ہے وہ غلطی سے کی گئی ہے اس سے کوئی شخص دھوکا نہ کھاوے۔

ظہیر کی معافی اور توبہ کے اعلان میں الحکم کا اسکے رسالہ نبی اللہ کا ظہور کی تعریف کرنا اور اسے سلسلہ کی بہت بڑی خدمت بتانا

ریویو آف ریلیجنز میں اس کتاب پر تعریفی ریویو نکلنے کے علاوہ ایک اور زبردست ثبوت مولوی محمد علی صاحب کے دعویٰ کے بطلان میں یہ ہے کہ ظہیرالدین کی جماعت سے اخراج اور پھر اس کی معافی کے تمام واقعات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی میں سلسلہ کے سب سے پہلے اخبار الحکم میں بتفصیل شائع ہوئے ہیں۔ خود اسی مضمون میں اس کتاب کی تعریف لکھی ہوئی ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ظہیرالدین کی معافی کا اعلان کرتے وقت الحکم اسی کتاب کی تعریف کرتا جس کی اشاعت کی وجہ سے ظہیرالدین کو خارج از جماعت کیا گیا تھا اور اسے معافی مانگنی پڑی تھی۔ کیا جرم میں خود ایڈیٹر الحکم کو حضرت خلیفۃ المسیح جماعت سے نہ نکال دیتے کیا یہ ممکن تھا کہ ادھر تو ایڈیٹر الحکم یہ لکھتا کہ ظہیرالدین سے قصور ہو گیا تھا۔ اب وہ معافی مانگتا اور پریشان ہوتا ہے اور ساتھ ہی وہی قصور خود کرتا اور اس زہریلی کتاب کی تعریف کرتا۔ ہر ایک شخص الحکم کے الفاظ کو پڑھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ ظہیرالدین کا اخراج از جماعت اس کتاب یا اس کے ہم معنے کسی ٹریکٹ کی بناء پر نہ تھا۔ (یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اس وقت تک ظہیرالدین نے اس کتاب کے ہم معنی یا اس کے مضمون کے متعلق کوئی ٹریکٹ شائع ہی نہ کیا تھا) الحکم ظہیرالدین کے اخراج از جماعت اور پھر معافی مانگنے کے متعلق نوٹ لکھتے ہوئے تحریر کرتا ہے:-

"مولوی ظہیرالدین صاحب نے نبی اللہ کا ظہور اور دید کا فتور اور رد چکڑالوی لکھ کر جو خدمت سلسلہ کی کی ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ ہم اس کو بھول جاویں۔" یہ الفاظ صاف طور پر ظاہر کر رہے ہیں کہ کتاب نبی اللہ کا ظہور ظہیرالدین کے اخراج کا محرک نہ تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کے اخراج کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے سلسلہ کا یہ سب سے پہلا اخبار کبھی اس کتاب کو ایسے تعریفی الفاظ سے یاد نہ کرتا۔

ایک اور شہادت جو مولوی محمد علی صاحب کے اپنے بیان پر مبنی ہے

ایک اور شہادت بھی مولوی محمد علی صاحب کے دعویٰ کے جھوٹے ہونے کے متعلق ہے اور وہ یہ کہ اگر مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک اس کتاب کے مضامین کی

بناء پر حضرت خلیفہ اول نے ظہیرالدین کو جماعت سے خارج کیا تھا۔ تو پھر مجھے جس نے کہ بقول مولوی صاحب ظہیر کی ایک بعد میں شائع ہونے والی کتاب سے متاثر ہو کر پہلے ہی کفر و اسلام کے مسئلہ پر بحث شروع کر دی تھی۔ اور میرا مضمون تمام و کمال حضرت خلیفۃ المسیح نے خود پڑھا تھا کیوں جماعت سے خارج نہ کیا۔

مولوی محمد علی صاحب کے مندرجہ بالا حوالجات ان کے تکذیب دعویٰ کے لئے کافی ہیں

مَیں اُمید کرتا ہوں کہ ان اندرونی اور بیرونی شہادتوں کے معلوم ہونے پر ہر ایک صاحب انصاف اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ مولوی محمد علی صاحب نے دیدہ و دانستہ سلسلہ کی غلط تاریخ بنائی ہے تاکہ دور کے لوگوں کو دھوکا دیں اور جو شخص بھی ان واقعات کو اور اخبارات کے حوالجات کو پڑھے گا۔ وہ نہایت حیرت سے مولوی صاحب کے ان فقروں کو پڑھے گا کہ:۔

1- Much notice of this book does not seem to have been taken by the Ahmadiyya community.

2- But probably the contents of this book or some other leaflet on the same subject were brought to the notice of the late Maulvi Nuruddin Sahib, then head of the Ahmadiyya community and after some correspondence between Zahiruddin and Maulvi Sahib, an announcement was made by the latter in the paper Badr, dated 11th July 1912.

(یہ مضمون ہم تمام و کمال پہلے درج کر آئے ہیں اور وہ خود ہی مولوی صاحب کے دعویٰ کو جھوٹا ثابت کرتا ہے)

to effect that as Mr. Zahiruddin was PROMULGATING NEW DOCTRINES he was not to be considered as having any connection with the Ahmadiyya community.[۶۵] SPLIT P.13.14

تاریخ اختلاف سلسلہ کا امر سوم

کیا ظہیر کو پھر دوبارہ انہی عقائد کی وجہ سے یا دعویٰ خلافت کی وجہ سے جماعت سے خارج کیا گیا

تیسرا قابل توجہ امر اختلاف کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کی تحریر میں یہ ہے کہ ظہیرالدین

نے اپریل ۱۹۱۳ء کو پھر ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ اس نے جو نیا کلمہ بنایا ہے تو کوئی غلطی نہیں کی اور یہ کہ اس پر اسے جماعت سے الگ کیا گیا۔ گو ظاہر یہ کیا گیا تھا کہ اس نے خلافت کا دعویٰ کیا ہے مگر اصل باعث وہی اس کے عقائد تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ظہیر نے اپریل ۱۹۱۳ء میں پھر ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اس کے جماعت سے نکالے جانے کے متعلق کوئی اعلان نہیں ہوا۔ کیونکہ جو کچھ اس نے اس ٹریکٹ میں لکھا تھا۔ وہ اسلام سے اس قدر دور تھا کہ احمدی جماعت کے امام یا دیگر اہل علم لوگوں نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ اس کو جماعت سے نکالیں۔ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا کلمہ بنادے۔ وہ اپنے اسی فعل سے جماعت سے نکل جاتا ہے۔ اس کے جماعت سے نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اسی سبب سے میرے نزدیک کوئی اعلان اس کے خلاف نہیں کیا گیا۔ پس یہ غلط ہے کہ جماعت احمدیہ یا اس کے امام کی طرف سے یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ظہیر خلافت کا دعویٰ کرتا ہے۔ ظہیر مولوی محمد علی صاحب کی طرح خلافت کا قائل ہی نہیں اس لئے وہ خلافت کا دعویٰ ہی نہیں کرسکتا وہ تو مصلح موعود ہونے کا مدعی ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ جماعت کا امام وہی ہوسکتا ہے۔ جسے الہام سے یا رؤیا سے یا کسی پیشگوئی کے ماتحت مقرر کیا جاوے۔ پس نہ جماعت احمدیہ نے اس پر خلافت کے مدعی ہونے کا الزام لگایا نہ اس وجہ سے اس کو جماعت سے خارج کرنے کا اظہار کیا۔ اگر عملاً اس سے قطع تعلق کیا گیا تو صرف اس کے نئے عقائد کی وجہ سے۔ جیسے جدید کلمہ کا بنانا، نماز قادیان کی طرف منہ کر کے پڑھ لینا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شریعت والا نبی قرار دینا، حضرت خلیفۃ المسیح کی خلافت کا انکار اور آپ پر قسم قسم کے اتہامات لگانا وغیرہ۔ اس کی ان تحریرات پر جہاں تک مجھے معلوم ہے اگر تحریر میں کسی نے نوٹس لیا ہے تو میر قاسم علی صاحب نے جنہوں نے اپنے اخبار الحق میں جو اس وقت دہلی میں شائع ہوتا تھا اس کے متعلق ان الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ "مجھے ظہیر بلوں کو پڑھ کر افسوس بھی ہوتا ہے اور حیرت بھی۔ افسوس اس لئے کہ مولوی صاحب موصوف ترکستان کو جا رہے ہیں۔ اور اس کو کعبہ کا راہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور حیرت اس لئے کہ ان میں کوئی علمی بات یا مفید معلومات تائید سلسلہ یا اسلام کی تائید نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو کم سے کم میرے فہم و علم سے بالاتر ہوتی ہے۔ جس سے میں مستفید نہیں ہوسکتا۔"

اسی طرح لکھا ہے۔ "تمام اہلِ قلم احباب سلسلہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کروں کہ ظہیر بلوں کی طرف اسی قدر توجہ فرماویں جس قدر کہ عبداللہ اور یار محمد کی طرف

فرماتے رہے ہیں۔" (الحق مؤرخہ ۳۰ مئی و ۷ جون ۱۹۱۳ء جلد ۴ نمبر ۲۲، ۲۳ صفحہ ۱۴)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علاوہ ظہیر کے عقائد کو قابلِ نفرت اور کعبہ سے ترکستان کی طرف لے جانے والے سمجھنے کے جماعت نے اگر ان کے متعلق کوئی کارروائی کی تو یہی کہ ان کو حقیر خیال کرکے ان کی طرف توجہ ہی نہ کی جاوے۔ اور یہی طریقِ عمل اس وقت تک اختیار کیا جا رہا ہے۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا امر چہارم

مولوی محمد احسن کے مضامین زمانہ قبل از اختلاف میں جزوی نبوت کا لفظ

تاریخ اختلاف کے متعلق چوتھی قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مولوی سید محمد احسن صاحب نے مباحثہ رام پور کی رپورٹ میں یہ ہیڈنگ دے کر "بحث متعلق نبوت جزویہ یہ تابع نبوت کاملہ" یہ فقرہ لکھا ہے کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ایک شخص کو جزوی نبوت اسلام کی تائید کے لئے مل سکتی ہے۔" اسی طرح اس عالم بوڑھے نے تشحیذ الاذہان میں جس کے ایڈیٹر ایم محمود تھے۔ ایک مضمون جس کا عنوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان میں نبوت تھا۔ لکھا۔ جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس اُمت میں صرف نبوت جزویہ مل سکتی ہے۔ مولوی صاحب کی اس تحریر سے یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے بڑے اصحاب کا یہی مذہب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔ صرف جزوی نبوت کا دروازہ کُھلا ہے۔ دوسرے یہ کہ خود میری ایڈیٹری میں جو رسالہ نکلتا تھا۔ اس میں مولوی سید محمد احسن صاحب کا مضمون نبوت جزویہ کے متعلق شائع ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یا تو مَیں بھی اس وقت یہی عقیدہ رکھتا تھا یا حضرت خلیفہ اوّل کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا مگر افسوس ہے کہ مولوی صاحب جو کچھ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ان امور سے ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اوّل تو مولوی سید محمد احسن صاحب کا کوئی قول ہم پر حُجت نہیں۔ آپ کے قول کو وہی درجہ دیا جا سکتا ہے۔ جو علماء کے اقوال کو دیا جاتا ہے اور تشحیذ الاذہان میں آپ کے مضمون کا شائع ہونا بھی آپ کے مضمون کو کوئی خاص نوعیت نہیں دے دیتا۔ کیونکہ یہ مضمون اکتوبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہُوا ہے اور مَیں تشحیذ الاذہان کے کام سے دو سال قبل سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس وقت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل اصل میں رسالہ کے ایڈیٹر تھے۔ اور میرا نام رسالہ پر لکھنے کے لئے

انجمن تشحیذ الاذہان اس لئے مُصر تھی کہ اس سے لوگوں میں رسالہ کی طرف کشش رہے گی۔ کیونکہ اس کے اجراء کے وقت سے میں ہی اس کا ایڈیٹر رہا تھا۔ پس اس وقت رسالہ میں کسی مضمون کا چھپنا مجھ پر حُجّت نہیں۔ کیونکہ مَیں اس وقت نہ رسالہ سے بہ حیثیت ایڈیٹر کوئی تعلق رکھتا تھا نہ اس کے مضامین یا اس کے پروف مجھے دکھائے جاتے تھے۔ اور اگر مولوی صاحب رسالہ پر صرف میرا نام ہونے پر مجھے اس کا ذمہ دار قرار دیں گے۔ تو ان کو بھی ظہیر الدین کی کتاب نبی اللہ کے ظہور پر جو ریویو رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہُوا ہے اس کا ذمہ دار ہونا پڑے گا۔

مولوی سید محمد احسن صاحب کا نبوت مسیح موعودؑ کو جزوی قرار دینا مولوی محمد علی صاحب کے مفید مطلب نہیں

مولوی سید محمد احسن صاحب کے مضامین کے متعلق میں اس قدر اور بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کو اگر دیکھا جاوے۔ تو وہ بھی مولوی محمد علی صاحب کے مدعا کو پورا نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر لفظ جزوی نبوت کو جانے دیا جاوے۔ تو ان کے مضامین سے حضرت مسیح موعودؑ کی وہی نبوت ثابت ہوتی ہے جو ہمارے عقیدہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو حاصل تھی۔ اور اصل غرض نفس مطلب سے ہی ہوتی ہے۔ الفاظ کچھ تغیر پیدا نہیں کر سکتے۔ مولوی محمد احسن صاحب اپنے مضمون مندرجہ تشحیذ الاذہان میں بے شک تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت جزوی نبوت ہی تھی۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد جس قدر انبیاء بنی اسرائیل میں آئے ہیں۔ ان کی نبوت بھی جزوی نبوت ہی تھی۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"پس مبشرات کی پیشگوئیاں واسطے تائید اسلام کے نبوت کے ہی ذریعہ سے دی جاویں گی اور یہی نبوت غیر تشریعی ہے یا نبوت جزوی۔۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء گزرے۔ وہ تمام اس نبوت مبشرات کے ساتھ ممتاز کئے گئے۔ کیونکہ نبوت احکام کی بنی اسرائیل میں تورات پر ختم ہو گئی تھی۔" (تشحیذ الاذہان اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۵)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کہ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب المبشرات) میں جن مبشرات کا وعدہ اس اُمت کے لئے دیا گیا ہے۔ اسی کا نام نبوت غیر تشریعی یا جزوی نبوت ہے اور یہ اسی قسم کی نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے نبیوں کو دی گئی تھی۔ اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اس سے ایک شوشہ زیادہ کرنا ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ شرط بھی لگانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں جو نبی گزرے ہیں۔ ان کی نبوت گو غیر تشریعی ہی تھی۔ مگر یہ نبوت کا انعام ان کو بغیر توسط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملا تھا۔ لیکن ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت علاوہ اس کے کہ غیر تشریعی تھی اس کا فیضان بتوسط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہؤا تھا نہ کہ براہ راست۔ پس مولوی محمد احسن صاحب کے مذہب سے جو حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے بارہ میں انہوں نے تشحیذ الاذہان میں شائع کیا تھا ہمیں ہرگز اختلاف نہیں۔ ان کے اس مضمون سے اگر کوئی اختلاف ہمیں ہے۔ تو صرف یہ کہ وہ اس کا نام نبوت جزویہ رکھتے ہیں ہم اس نبوت کو نبوت جزوی نہیں کہتے۔ پس مولوی محمد علی صاحب کا سید صاحب کے اس مضمون کو اپنے لئے بطور دلیل گردانناان کی کمال سادگی پر دلالت کرتا ہے۔ وہ شاید جزوی نبوت کے لفظ پر خوش ہو گئے ہیں۔ حالانکہ سید صاحب کے مضمون سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد تمام انبیاء بنی اسرائیل کو جزوی نبوت ملی تھی۔ اور اگر حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی نبوت نبوتِ جزویہ تھی۔ تو ان معنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو نبوتِ جزویہ قرار دینے میں ہمیں کچھ اعتراض نہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب کبھی اس امر کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اسی وقت تک دوسروں کے اقوال کو حجت ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ جب تک وہ ان کے خیالات کے مطابق ہو جائیں۔

ہم اس جگہ مولوی محمد احسن صاحب کی دوسری تحریروں سے بھی بعض حوالے دے دیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے دعویٰ کی مزید تصدیق ہو جاوے۔ مولوی محمد احسن صاحب خود مولوی محمد علی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے یوں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"مولوی محمد علی نہ جزوی نبوت کے معنے سمجھتا ہے نہ مجازی کے نہ ظلّی کے۔ کیونکہ وہ تو یہ کہتا ہے کہ جیسے زید کو بوجہ بہادری کے شیر کہہ دیتے ہیں* اسی طرح حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کو نبی کہا گیا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وہ اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہاں پر اسناد مجازی اگر کہیں حضرت جری اللہ کے کسی کلام میں وارد ہوئی تو مسند الیہ اس کا کون اور کس نہج سے ہے۔ میرے پیارے دوست مجاز تو بالکل جھوٹ ہؤا کرتا ہے۔ اگر نعوذ باللہ اس معنے (میں) حضرت نبی مجازی ہیں۔ تو جھوٹے نبی ہیں۔ ثم نعوذ باللہ۔ اصل یہ ہے کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نبی منتقدم ہیں اور

---

* دیکھو مولوی محمد علی صاحب کا ٹریکٹ بنام "نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق"

حضرت مسیح موعودؑ جری اللہ فی حلل الانبیاء متأخر نبی ہیں۔ متأخر پر جو متقدم کا اطلاق کیا جائے جیساکہ اکثر الہامات میں وارد ہے۔ جیساکہ هُوَ الَّذِیۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ (الصف : ۱۰) تو مجاز ہوگا۔ یہ ہیں معنے مجاز کے علیٰ ہذا القیاس نبوت جزوی اور ظلّی کو بھی وہ نہیں سمجھا۔ خاکسار نے تو "ستۂ ضروریہ" میں لکھ دیا ہے کہ " اس صورت میں اگر اصل وظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ افضلیت بسبب اصلیت پھر بھی ادھر ہی رہے گی"۔ پس یہ ہیں ظلیت کے معنے۔ اور نہ وہ جزوی کے معنے سمجھا ہے۔ کیونکہ بحکم حدیث متفق علیہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب المبشرات) چونکہ حضرت جری اللہ شریعت جدیدہ سوائے شریعت دین اسلام کے اور سوائے قرآن شریف کے کوئی شریعت اور کوئی کتاب اللہ ناسخ شریعت وقرآن نہیں لائے۔ اس لئے آپ جزوی نبی ہوئے"۔

اسی طرح ذیل میں مولوی صاحب موصوف کے رسالہ "ستۂ ضروریہ"★ سے چند فقرات نقل کئے جاتے ہیں۔ جن میں انہوں نے عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ مُنْكِرِی النُّبُوَّةِ الْاَحْمَدِیَّةِ۔ آیت خاتم النّبیّن سے نبوۃ فی خیر الامۃ کو ثابت کرتے ہوئے بڑے زور سے محمد علی صاحب والے خیالات کی تردید کی ہے۔ آپ رسالہ مذکورہ میں لکھتے ہیں۔ "لفظ رسول اور نبی کے معنوں میں علماء کرام کا بہت اختلاف ہے۔ مگر ان اقوال مختلفہ میں سے اگر ہم اس قول کو اختیار کریں۔ جو تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہوا ہے۔ تو کون سا محذور لازم آتا ہے۔ اور وہ قول یہ ہے کہ :- اِنَّ الرَّسُوْلَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مَنْ جَمَعَ اِلَی الْمُعْجِزَةِ اَلْكِتَابَ الْمُنَزَّلَ عَلَیْهِ وَالنَّبِیَّ غَیْرُ الرَّسُوْلِ مَنْ لَمْ یَنْزِلْ عَلَیْهِ كِتَابٌ وَاِنَّمَا اُمِرَ اَنْ یَدْعُوْ اِلٰی كِتَابٍ مِنْ قَبْلِهٖ (تفسیر کبیر امام رازی جلد ۲۳ صفحہ ۴۹ زیر آیت وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ الخ طبع بار دوم)

پس اگر ثابت ہو جاوئے کہ ان معنوں کے اعتبار سے حضرت مسیح موعودؑ نبی ہوں۔ اور رسول نہ ہوں اور جس جگہ پر لفظ رسول بھی مستعمل ہوا ہے۔ اس سے مراد بھی یہی معنے ہیں تو ہم پر کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ (صفحہ ۶۷) اور نیز لکھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر لامام رازی جلد ۲۳ صفحہ ۴۹ زیر آیت وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ الخ طبع بار دوم)

اس آیت (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب : ۴۱)) کے وہ معنی ہونے چاہئیں جس میں مرادِ الٰہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء اور مدح پیدا ہووے۔ پس اب وہ معنے اور مراد خاتم النّبیّن کے بیان کرنے باقی رہے کہ وہ کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ آپ کی بعثت کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا کہ کوئی نیا حکم شریعت کا ایسا لاوے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں موجود نہ ہو یا نعوذ باللہ کسی حکم منصوص اسلامی کو منسوخ کر دیوے (صفحہ ۵۹)

★ ستۂ ضروری بتقریب مباحثہ رامپوری مطبوعہ امروہہ ۱۹۰۹ء

"آپ خاتم النّبیّن ہیں۔ یعنی تمام کمالات جملہ انبیاء سابقین کے بھی آپ کو حاصل ہیں۔" (صفحہ ۶۱) "مراد خاتم النّبیّن سے یہی ہے کہ آپ انتہاء درجہ پر کمالات نبوت کے پہنچے ہوئے ہیں۔ نہ یہ کہ آپ کا فیضان نبوت کسی فرد کو افراد امت میں سے ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔" (صفحہ ۶۴) اور نیز لکھتے ہیں۔ "اگر صرف انبیائے ماسبق کے ہی آپ نبی الانبیاء ہیں۔ تو اوّل تو اسکا ثبوت کیا ہے صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہؤا جاتا ہے جس کی کوئی دلیل بیّن موجود نہیں۔ کیونکہ آپ کے اتباع سے تو کوئی اس درجہ کو پہنچا ہی نہیں۔ پھر دعویٰ نبی الانبیاء کا کیا ثبوت ہے۔ دوسرے البتہ بموجب زعم مخالفین کے صرف ایک درجہ کمال کا تو آپ کو حاصل ہوگا۔ مگر درجہ تکمیل کا نعوذ باللہ آپ کو حاصل نہ ہؤا حالانکہ جن انبیاء کے آپ سردار ہیں ان کو بھی یہ درجہ تکمیل کا حاصل تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی اُمت میں بھی صدہا نبی ان کی اتباع کے طفیل سے ہوگئے ہیں۔ حالانکہ حضرت موسیٰؑ کا صرف اسقدر مرتبہ تھا کہ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ* (صفحہ ۱۷) (الیواقیت والجواہر لامام شعرانی) اور پھر لکھتے ہیں کہ "خاتم النّبیّن کے ان معنوں سے کس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان ثابت ہوتی ہے کہ جملہ انبیائے ماضین و آخرین آپ کے طفیلی رہے۔" (صفحہ ۶۶) اور نیز لکھتے ہیں۔ "ہمارے دو دعوے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی شارع ہوکر قیامت تک نہیں آوے گا۔ دوسرا دعویٰ یہ کہ بذریعہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تائید دینِ اسلام کی عندالضرورت نبی جزوی تابع نبوت کلیہ کے طفیلی ہوکر آسکتا ہے۔" (صفحہ ۶۳)

تاریخ اختلاف سلسلہ کا پانچواں امر

پانچواں قابلِ توجہ امر جو مولوی محمد علی صاحب نے تاریخ اختلافات سلسلہ میں لکھا ہے یہ ہے کہ جب ظہیرالدین اپنے عقائد پھیلا رہا تھا اس وقت مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہ کرنے والوں کے کفر کے مسئلہ کو چھیڑ دیا اور گو ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ یہ مضمون حضرت خلیفہ اوّل کو دکھایا گیا ہے۔ مگر حضرت خلیفہ اوّل نے اس مضمون کو جن معنوں میں لیا ہے۔ اس کا پتہ اس طرح لگ جاتا ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے ایک خط پر حضرت مولوی صاحب نے دستخط کئے ہیں۔ جس میں یہ لکھا ہے۔ کہ ایم محمود کا مضمون صرف اسی صورت میں قابلِ قبول ہے جبکہ اس کے یہ معنے لئے جاویں کہ :۔

* الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۱ میں یہ روایت اس طرح درج ہے لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ

"Those who did not accept the promised Messiah were only devier of or unbelievers in the promised Messiah and not actually outside the pale of Islam." ؎

پیشتر اس کے کہ مَیں مولوی محمد علی صاحب کے اس بیان پر واقعات کے رو سے تنقید کروں پہلے ان کے بیان ہی کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب نے خواجہ کمال الدین صاحب کے مضمون کا جو خلاصہ دیا ہے وہ ایسا بے معنے ہے کہ ہر ایک عقلمند اسے پڑھ کر حیران ہوتا ہوگا۔ اس فقرہ کے کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ آپ کو نہیں مانتا؟ کیا کسی عقلمند کے نزدیک ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص جو آپ کو نہ مانتا ہو وہ آپ کو مانتا ہو۔ کیا اگر میرے مضمون کا مفہوم یہ قرار دیا جاوے تو وہ مجنونانہ مضمون نہیں۔ اور کیا اس کی تصحیح کر کے حضرت خلیفۃ المسیح کا اس کی اشاعت کی اجازت دینا اس سے بھی زیادہ بیہودہ فعل نہیں۔ کیا یہ لکھنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے میرے مضمون کا یہ خلاصہ سمجھ کر اجازت دی تھی خود ہی بلا کسی بیرونی شہادت کے مولوی صاحب کی تردید نہیں کرتا؟

مولوی محمد علی صاحب کی تردید انہیں کے قول سے

اس کے بعد میں مولوی صاحب کی تردید میں خود مولوی صاحب کے ہی بیان کو پیش کرتا ہوں۔ مولوی صاحب اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایم محمود نے ان لوگوں کے کفر کے مسئلہ کو چھیڑ دیا جنہوں نے باقاعدہ طور پر مسیح موعودؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر میرے مضمون میں غیر احمدیوں کے کفر کی بحث نہ تھی بلکہ جیسا کہ مولوی صاحب نے خواجہ صاحب کا قول نقل کیا تھا صرف یہی لکھا تھا کہ جو مرزا صاحبؑ کو نہیں مانتے وہ مرزا صاحبؑ کو نہیں مانتے۔ تو پھر ظہیر الدین کے بعد میں شائع ہونے والے ٹریکٹ کا نتیجہ میرے اس مضمون کو مولوی صاحب نے کیونکر قرار دے دیا۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے وہ مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ آپؑ کے نبی ہونے یا نہ ہونے کا کیا تعلق ہے یہ بات تو ہر ایک دعویٰ اور ہر ایک حقیقت کے متعلق کہی جا سکتی ہے۔ مَیں نبی نہیں ہوں۔ مگر یہ فقرہ اگر اس کا کوئی مطلب ہے تو میری نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتے وہ مجھے نہیں مانتے۔ نبوت کے مسئلہ کے نتیجہ میں اور اس سے متأثر ہو کر تو صرف کفر کا مسئلہ ہی چھیڑا جا سکتا ہے۔ پس مولوی صاحب کے بیان سے ہی ثابت ہے کہ میرے اس مضمون میں اسی مضمون پر بحث کی گئی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نہ ماننے والے کافر ہیں۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ میرے اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح نے شروع سے آخر تک پڑھا اور اس کی اشاعت کی اجازت

دی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل واقعات اس امر کی کافی شہادت ہیں۔

میرے مضمون کفر و اسلام کے لکھے جانے کی وجہ اور اس کے تاخیرِ اشاعت کا سبب

مارچ ۱۹۱۱ء میں مَیں نے کفر و اسلام غیر احمدیوں پر بدیں وجہ ایک مضمون لکھا کہ غیر احمدیوں کی تحریک سے متأثر ہو کر بعض احمدیوں نے بھی بعض غیر احمدی اخبارات میں اس قسم کے اشارات شروع کئے کہ غیر احمدیوں اور احمدیوں میں کچھ فرق نہیں اور دونوں مسلمان ہیں۔ اس خیال سے کہ یہ بد عقیدہ جماعت احمدیہ میں پھیل نہ جاوے۔ مَیں نے ایک مضمون لکھا۔ اور مارچ میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح کے پیش کیا کہ آپ اس کو دیکھ لیں۔ چونکہ آپ ان دنوں سخت بیمار تھے ایک مدت تک وہ مضمون آپ کے پاس پڑا رہا۔ بعض اخبارات سلسلہ میں اس کی طرف قبل از وقت اشارہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اس کے دیر تک حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس پڑے رہنے پر خواجہ کمال الدین صاحب کے ہمخیال لوگوں نے عام طور پر مشہور کر دیا کہ اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح نے سخت ناپسند کیا ہے۔ چونکہ بیماری کی حالت میں یاد دہانی کرانا خلاف مصلحت تھا مَیں خاموش رہا۔ اور قریباً ایک ماہ کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت کچھ اچھی ہوئی تو آپ نے اس مضمون کو دیکھا۔ اور متعدد جگہ خود اپنے ہاتھ سے اصلاح کی۔ جس وقت آپ اس کی اصلاح سے فارغ ہوئے۔ مَیں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے وہ مضمون مجھے دیا اور فرمایا کہ میاں مجھے سختی ناپسند ہے۔ آپ نوجوان ہیں مَیں بوڑھا ہوں (یا اسی مفہوم کے کوئی اور الفاظ تھے) اس وقت مجلس میں مولوی صدرالدین صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے نہ معلوم کس رنگ میں اس امر سے اپنے دوستوں کو لاہور اطلاع دی اور چند ہی دن میں عام طور پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس مضمون کو ناپسند کیا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ اس مضمون میں چند اشارات بعض ایسے لوگوں کی طرف بھی تھے جو اس وقت جماعت میں شامل تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ان کی طرف اشارہ کو ناپسند کیا تھا تا فتنہ کا موجب نہ ہو۔ اور ان فقرات کو کاٹ دیا تھا۔ اور موجودہ مضمون اب ان کے منشاء کے بالکل مطابق اور آپ کے عقیدہ کے موافق تھا۔ مگر چونکہ عام طور پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح نے ناپسند کیا ہے۔ اس لئے مَیں نے اسے دوبارہ اجازت کے بغیر شائع کرنا پسند نہ کیا۔ بلکہ ارادہ کر لیا کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح کو کچھ بھی ناراضگی ہو تو مَیں اس مضمون کو شائع نہ کروں۔ چنانچہ اس خیال سے مندرجہ ذیل خط مَیں نے حضور کی خدمت میں تحریر کیا۔

سیدنا و امامنا !

السلام علیکم ! چونکہ حضور نے مضمون پر تو کوئی ایسا نشان لگایا نہیں جس سے معلوم ہو کہ کونسا لفظ سخت ہے۔ اور میں دوبارہ پڑھوں بھی تو مجھے سمجھ نہیں آئے گا۔ کیونکہ جب لکھتے وقت وہ میری سمجھ میں نہیں آئے۔ تو اب کیونکر آنے لگے۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ میں خواہ مخواہ کیوں آپ کی ناراضگی کا باعث بنوں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔ تو اپنا کام وہ خود دیکھ سکتا ہے اور جبکہ وہ خود ہر ایک کام کر سکتا ہے۔ تو میرا کسی بات پر زور دینا گویا اس کی مدد کا دعویٰ کرنا ہے۔ اگر کوئی بات اس کے منشاء کے خلاف ہوگی تو وہ خود انتظام کرے گا۔ لیکن میری اطلاع کے بغیر الحکم اور بدر میں کئی دفعہ اس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے شائع نہ ہونے پر ممکن ہے کہ جو لوگ پہلے سے ہی بہت سے خطابات دیتے ہیں وہ خیال کریں کہ یونہی ہمارے کام میں رکاوٹیں پیدا کرنے کے لئے اور تخویف کے لئے یہ مشہور کیا گیا تھا۔ اگر کچھ حرج نہ ہو۔ تو میں بایں الفاظ اخبار میں اعلان کر دوں کہ :۔

"ایڈیٹران الحکم و بدر نے خلاف میرے منشاء اور بغیر میری اطلاع کے میرے ایک مضمون کی طرف اپنے اخباروں میں اشارہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ بغیر حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت کے میں وہ نہیں چھاپ سکتا تاکہ فتنہ کا باعث نہ ہو۔ اس لئے حضور کو پہلے دکھایا گیا اور چونکہ وہ حضور کی منشاء کے خلاف تھا اس لئے اس کے چھاپنے سے معذور ہوں اور دیگر احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی آئندہ مسئلہ متنازع فیہ پر قلم نہ اُٹھائیں اور اسے فیصل شدہ سمجھیں۔" اور اگر اس تحریر کا شائع کرنا نامناسب ہو تو بھی کچھ حرج نہیں اور بیسیوں اعتراضوں میں یہ بھی ایک سہی۔ ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔

محمود

اس میرے خط کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح نے میرے خط پر ہی یہ الفاظ تحریر فرمائے۔ اصل خط مع حضرت خلیفہ اوّل کی تحریر کے اس وقت تک میرے پاس موجود ہے۔

"عزیز من ! میں نے مناسب موقع پر نشان لگا دیا ہے۔ مجھے اصل مضمون سے مخالفت نہیں اور ہرگز نہیں۔ مأمور جس قدر سختی حکماً کرے۔ وہ معذور ہے کیونکہ مأمور ہے۔ مگر اس کو بھی حکم ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: ۱۶۰) آپ کی جوانی اور بدنی کمزوری تیزی چاہتی ہے۔ اس میں نرمی مجھے پسند ہے۔ مضمون چھاپ دو۔"

مضمون کفر و اسلام پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی اصلاح اور چھاپنے کی دوبارہ اجازت

اس جواب سے ظاہر تھا اور یہی واقعہ تھا کہ جو جو جگہیں حضور کے نزدیک سخت تھیں ان پر آپ نے نشان کر دیا تھا۔ اور یہ بھی کہ بعض کمزور احمدیوں کی نسبت جو الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ صرف وہ آپ کو ناپسند تھے۔ کیونکہ جو آیت آپ نے لکھی ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی نسبت ہے۔ نہ کہ نہ ماننے والوں کی نسبت اور ایسے فقرات آپ نے کاٹ دیئے تھے۔ اور پھر ساتھ اس کے چھاپنے کی دوبارہ اجازت بھی دی۔ اس پر مَیں نے مضمون چھاپنے کے لئے دے دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ بھی فرمایا کہ پروف بھی مجھے دکھا لینا۔ چنانچہ رسالہ تشحیذ کے مینیجر صاحب کو کہہ دیا گیا کہ پروف دکھائے بغیر رسالہ طبع نہ ہو۔ مجھے کچھ کام تھا۔ مَیں امرتسر کچھ دنوں کے لئے چلا گیا۔ پیچھے یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو تریاق القلوب کا ایک حوالہ دکھایا گیا تھا۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے منکروں کو کافر نہیں کہا۔ اس پر پھر مَیں نے اس حوالہ کی تشریح جو خود حضرت مسیح موعودؑ نے کی ہے۔ آپ کو دکھائی۔ اور پھر یہ سوال پیش کیا کہ اگر آپ کو ناپسند ہے تو مَیں اس مضمون کی اشاعت کو روک دوں اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح نے مجھے فرمایا کہ مَیں منافق نہیں ہوں۔ آپ اس مضمون کو شائع کریں۔ یعنی مَیں نے اجازت منافقت سے نہیں دی۔ میری غرض بار بار پیش کرنے کی یہ تھی کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ اس کے بعد مضمون کے پروف بھی آپ کو دکھائے گئے اور چونکہ پروف کے دیکھنے میں حضرت خلیفۃ المسیح کو کچھ دیر لگی۔ ہمارے احباب نے پھر مشہور کر دیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے پتھر پر سے کٹوا دیئے ہیں اور مضمون کی اشاعت سے روک دیا ہے۔ مگر آخر پروف بھی حضرت خلیفۃ المسیح نے دیکھ لئے اور تب جا کر وہ مضمون شائع کیا گیا۔ ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون سرسری طور پر شائع نہیں ہؤا۔ بلکہ دو دفعہ خود حضرت خلیفۃ المسیح نے شروع سے آخر تک پڑھا۔ متعدد جگہ خود اصلاح فرمائی (آپ کا اصلاح کردہ مسودہ میرے پاس اب تک پڑا ہے۔ جو میرے بیان پر شاہد ہے) پھر بار بار آپ کے سامنے اس کی اشاعت کا سوال آیا۔ پس یہ مضمون گو مَیں نے ہی تحریر کیا ہے۔ مگر اس لحاظ سے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اسے بار بار دیکھا ہے اور اس کی اصلاح اپنی قلم سے فرمائی ہے۔ آپ کا مضمون ہی کہا جا سکتا ہے۔

مضمون کفر و اسلام کا خلاصہ

اب مَیں اپنے اس مضمون کا خلاصہ اس جگہ دیتا ہوں اور بعض خاص خاص فقرات بھی نقل کروں گا۔ جس سے ہر ایک شخص یہ نتیجہ نکال

سکے گا کہ آیا میرے مضمون کے اصل مطلب کے خلاف کوئی اور معنی کرنے ممکن بھی ہیں یا نہیں۔ اس مضمون کا ہیڈنگ تھی" مسلمان وہی ہے جو سب مأموروں کو مانے"۔ اور یہ ہیڈنگ ہی اس بات کی کافی شہادت ہے کہ اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ جو مرزا صاحبؑ کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحب کو نہیں مانتا۔ بلکہ یہ کہ جو مرزا صاحبؑ کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہے مضمون کے شروع میں ایک تمہید ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ تمام نبیوں اور ان کے سلسلوں کی آپس میں مشابہت ہوتی ہے۔ اسی طرح نبیوں کے مخالف بھی آپس میں مشابہ ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے حضرت مسیح موعودؑ کو چونکہ حضرت مسیحؑ سے مماثلت حاصل تھی۔ اس لئے آپ کا اور آپ کی جماعت کا حال ان سے اور ان کی جماعت سے بہت ہی ملتا ہے۔ مگر چونکہ آپ بروز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ اس لئے آپ کی جماعت کی نسبت یقین ہے کہ زیادہ خطرناک فتنوں سے محفوظ رہے گی۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے بعد غیر قوموں نے مسیحیوں سے صُلح کر کے ان کے دین کو برباد کر دیا۔ ایسا ہی آج کل بھی ہو رہا ہے۔ غیر احمدی ہم کو اپنے اندر ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے جب دیکھا کہ مسیح موعودؑ کی جماعت کو وہ مقابلہ سے شکست نہیں دے سکا۔ تو اس نے لا مذہب لوگوں کو ہمارے پیچھے لگایا ہے تا صلح کے پردہ میں ہمارے سلسلہ کو نقصان پہنچائے اور یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ ہمارا آپس کا اختلاف ہی کیا ہے کہ اس قدر جُدائی ہو۔ اور ایک دوسرے کو کافر کہنے سے کیا فائدہ جنہوں نے مرزا صاحب کو کافر کہا انہوں نے غلطی کی۔ اب احمدیوں کو بھی چاہئے۔ اپنے غصّہ کو جانے دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم میں سے بعض کو سمجھ دی اور انہوں نے مأمورین کی قدر کو سمجھ لیا اور اس بات سے انکار کر دیا کہ اس شخص کے انکار کو معمولی انکار قرار دے دیں۔ جس کے لئے آسمان و زمین نے گواہی دی۔ جو سب نبیوں کا موعود تھا۔ جس کی خاطر اللہ تعالیٰ مسلمان کہلانے والے بڑے بڑے علماء و فضلاء اور گدی نشینوں کو ذلت و ہلاکت کی مار مارتا رہا۔ اور جسے الہام کیا کہ تجھ سے کُفر کرنے والوں پر قیامت تک میں تیرے متبعین کو فضیلت دوں گا۔

پھر اصل مضمون کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

جبکہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ کا نبی مانتے ہیں تو آپ کے منکروں کو مسلمان کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ بیشک ہم ان کو کافر باللہ یعنی دہریہ نہیں کہتے۔ مگر ان کے کافر بالمأمور ہونے میں کیا شبہ ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو راستباز مانتے ہیں۔ پھر ہمیں کیوں کافر کہا جائے۔ وہ سوچیں کہ کیا راستباز جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ اگر مرزا صاحبؑ راستباز تھے تو پھر ان کے دعوؤں کے قبول

کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے حوالجات سے مَیں نے ثابت کیا ہے کہ آپ کے نزدیک آپ کے منکر کافر ہیں۔ چنانچہ ان حوالوں میں سے بعض کے یہ فقرات ہیں عبد الحکیم پٹیالوی مرتد کو آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابلِ مؤاخذہ ہے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب مَیں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلاء ہے۔ خدا کے حکم کو چھوڑ دوں اس سے سہل تر یہ بات ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا جاوے اس لئے مَیں آج کی تاریخ سے آپ کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں"۔ اس کے بعد میں نے اپنے الفاظ میں اس عبارت کا یہ خلاصہ نکالا ہے۔ "اس الزام میں وہی لوگ نہیں ہیں جنہوں نے تکفیر میں جدوجہد کی ہے۔ بلکہ ہر ایک شخص جس نے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے"۔ پھر آگے دعوت پہنچنے کی تشریح حضرت مسیح موعودؑ کی ہی عبارات سے کی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی دعوت کو سب دنیا میں پہنچا دیا ہے۔ اس لئے سب دنیا کو دعوت پہنچ گئی۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک شخص کو فرداً فرداً کہہ دیا جاوے"۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کو کافر تو نہیں کہتے مگر آپ پر ایمان بھی نہیں لاتے۔ وہ بھی انہی لوگوں کے ساتھ شامل ہیں۔ جو آپ کو کافر کہتے ہیں حتّٰی کہ جو شخص صرف مزید تسلّی کے لئے کچھ مدّت انتظار کرتا ہے اور بیعت نہیں کرتا۔ وہ بھی منکروں کے ساتھ ہی سمجھا جائے گا۔ اور پھر میرے اپنے الفاظ میں ان حوالہ جات کا یہ خلاصہ نکالا گیا ہے کہ "پس نہ صرف وہ شخص جو آپ کو کافر کہتا ہے یا جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا ہے مگر آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچّا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے" اس کے بعد اسی مضمون کے متعلق کچھ تائیدی حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ اور اس صلح کی تحریک کی کمزوری دکھاتے ہوئے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ممانعت کا فتویٰ درج کیا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۶۴ حاشیہ) آخر میں قرآنِ کریم کی ایک آیت سے استدلال کیا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے۔ خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکّے کافر ہیں۔ یہ ہے خلاصہ میرے اس مضمون کا جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے دو دفعہ پڑھا اور اپنی قلم سے اس میں بعض جگہ پر اصلاح کی۔ اور لکھا کہ اس کے مضمون سے مجھے ہرگز اختلاف نہیں۔ اب اسے پڑھ کر خصوصاً ان فقرات کی موجودگی میں جو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ کیا کوئی عقلمند انسان یہ گمان بھی کر سکتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کا یہ مطلب سمجھا تھا کہ

جو مرزا صاحبؑ کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحبؑ کو نہیں مانتا۔

خواجہ کمال الدین صاحب کے غیر معقول خلاصہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے دستخط کرنے کی وجہ

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے جو غیر معقول خلاصہ اس کا دیا تھا۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے کیونکر دستخط کر دیئے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعات مندرجہ بالا کی موجودگی میں خواجہ صاحب کے اشتہار پر حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت سے یہ تو ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ میرے مضمون کو رد کر دیا گیا۔ کیونکہ اس کے متعلق خود آپ کی قلمی اجازت اور اصلاح موجود ہے نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مضمون آپ نے غلط سمجھا۔ کیونکہ ایک سکول کا طالب علم بھی اس سے وہ مطلب نہیں لے سکتا جو خواجہ صاحب نے نکالا ہے۔ پس ان دونوں باتوں کے ناممکن ہونے کے بعد کونسی صورت رہ جاتی ہے جسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یہی کہ یا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے خواجہ صاحب کے اشتہار کو پڑھا ہی نہیں۔ اور ان سے زبانی سن کر اس کی اشاعت کی اجازت لکھ دی۔ یا یہ کہ خواجہ صاحب کے اس بے معنی مضمون کا جس میں انہوں نے پیچدار عبارتوں سے میرے مضمون کو اُڑانا چاہا تھا انہوں نے کچھ اور مطلب سمجھا۔ خواجہ صاحب کا اشتہار بلکہ اس کا وہ خلاصہ بھی جو مولوی محمد علی صاحب نے دیا ہے۔ بتا رہا ہے کہ خواجہ صاحب نے پیچدار عبارت سے کام لینا چاہا ہے۔ ورنہ وہ صاف طور پر اعلان کرتے کہ غیر احمدی مسلمان ہیں۔ میری زندگی میں میرے مضمون کے معنے کرنے کا ان کو کیا حق تھا۔ اگر اس کے متعلق کوئی غلط فہمی تھی تو وہ مجھ سے دریافت کر سکتے تھے۔ ان کا اس طریق کو اختیار کرنا ہی بتاتا ہے کہ وہ دھوکا دینا چاہتے تھے۔ اور اسی لئے انہوں نے پیچدار عبارت تحریر کی۔ جس کو اگر حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھ کر اجازت اشاعت دی تو ضرور اس کا کچھ اور مطلب سمجھا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت بھی ملتا ہے اور وہ یہ کہ جب خواجہ صاحب کا اشتہار شائع ہوا ہے۔ تو لوگوں میں شور پڑا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کبھی کچھ کہہ دیتے ہیں کبھی کچھ۔ ایک طرف میرے مضمون پر آپ نے دستخط کر دیئے تو دوسری طرف خواجہ صاحب کے مضمون پر۔ اور کسی شخص نے یہ امر خود آپ کے سامنے بھی پیش کیا۔ میں اس وقت پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا کوئی اختلاف نہیں۔ میں نے خواجہ صاحب کے اشتہار پر اس لئے اجازت تحریر کی تھی کہ خواجہ نے مجھے بتایا تھا کہ مجھے میاں صاحب کے مضمون سے کوئی اختلاف نہیں۔ یہ اشتہار صرف اس لئے لکھا گیا ہے کہ ہزاروں احمدی جو سرحد پر ہیں ان کو مخالف لوگ قتل نہ کر دیں۔ پس ان کے جوشوں کو دبانے کے لئے مطلب کو ایسے الفاظ میں پیش کر دیا ہے

جن سے رفع فساد ہو جائے۔ اس وقت مجھے یاد ہے۔ دو تین آدمی اور بھی تھے۔ جہاں تک مجھے خیال ہے۔ سرحد کا ہی کوئی آدمی تھا۔ جس نے خط کے ذریعہ یہ سوال کیا تھا۔ اور غالباً مفتی محمد صادق صاحب نے سوال پیش کیا تھا۔ مَیں نہیں جانتا کہ مفتی صاحب کو یہ بات یاد ہے یا نہیں۔ مگر مَیں اس پر حلف اُٹھا سکتا ہوں۔ کیا مولوی محمد علی صاحب یا ان کے رفقاء اس امر پر حلف اُٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّل نے میرے مضمون کا مفہوم وہی سمجھا تھا جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ نہیں وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ بلکہ اور بہانوں سے اس قسم سے بچنا چاہئیں گے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میرے مضمون کا کچھ اور مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا چھٹا امر

چھٹا امر جو مولوی محمد علی صاحب کی بیان کردہ تاریخ سلسلہ میں قابل توجہ ہے۔ ان کا یہ لکھنا ہے کہ ۱۹۱۳ء کے آخر میں ایم محمود نے پھر اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے منکر کافر ہیں۔ اس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح کو ملی۔ حضرت خلیفہ اوّل کے اس فتویٰ کو بھی انہوں نے غلط ٹھہرایا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی احمدی کے لئے ناجائز ہے حالانکہ خود ۱۹۱۲ء میں حج میں انہوں نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں جن لوگوں نے حج کیا تھا۔ وہ بھی ایسا ہی کرتے رہے تھے چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بیمار تھے اس لئے آپ نے مولوی محمد علی صاحب کو حکم دیا کہ وہ اس کے متعلق جماعت کو ہدایت کریں۔ اور کچھ نوٹ بھی لکھوائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا خواجہ کمال الدین کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دینا شخصی حالات کے ماتحت تھا

یہ امور بھی ویسے ہی غلط ہیں۔ جیسا کہ پہلے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے کوئی فتویٰ غیر احمدی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا نہیں دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب ہمیشہ سے غیر احمدیوں کے خوف سے اور ان میں رسوخ پیدا کرنے کے لئے کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت مل جاوے۔ ولایت پہنچنے پر انہوں نے بڑے زور سے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھنا شروع کیا کہ یہاں غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے سے بڑے فتنہ کا خوف ہے۔ لوگ اسلام سے بدظن ہو جاویں گے اور تبلیغ کا کام خراب ہو جائے گا۔ چونکہ

خواجہ صاحب پہلے سے ہی اس قسم کے بہانے تلاش کر رہے تھے۔ ان کے اس خط کے جواب میں حضرت خلیفہ اوّل نے کہہ دیا کہ وہ ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جسے فوراً بذریعہ تار اُن کے دوستوں نے ان تک پہنچا دیا اور خواجہ صاحب نے اس اجازت سے فائدہ اُٹھا کر سلسلہ کے اشد مخالف ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار کی اقتداء میں نماز ادا کر کے ہمیشہ کے لئے اپنے ایمان کا خون کیا۔ یہ اجازت فتویٰ نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے صریح فتویٰ کے خلاف حضرت خلیفہ اوّل یا کوئی اور شخص فتویٰ دینے کا مجاز نہیں۔ ہمارا ہادی اور رہنما مسیح موعودؑ ہے۔ اس کے سوا کوئی ہو وہ بطور خود فتویٰ دینے کا مجاز نہیں۔ خلیفہ اوّل کون تھے ؟ مرزا صاحبؑ کے ایک مُرید تھے اور ان کے ہاتھ پر بک چکے تھے۔ جس طرح ہم سب غلام ہیں وہ بھی ایک غلام تھے۔ ان کو اس سے زیادہ کبھی کوئی دعویٰ نہیں ہؤا۔ وہ خود تحریر فرماتے ہیں :۔ "مَیں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ مَیں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں اور ان کے معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے۔ نور الدین۔"[۵]

پھر فرماتے ہیں :۔

"سنو تمہاری نزاعین تین قسم کی ہیں۔ اوّل ان امور اور مسائل کے متعلق ہیں۔ جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ جو حضرت صاحبؑ کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے۔ وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحبؑ نے گفتگو نہیں کی۔ ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں۔ جب تک ہمارے دربار سے تم کو اجازت نہ ملے۔ پس جب خلیفہ نہیں ہوتا یا خلیفہ کا خلیفہ دُنیا میں نہیں آتا۔ ان پر رائے زنی نہ کرو۔"

(تقریر بر لاہور الحکم ۲۱، ۲۸ رجون ۱۹۱۲ء جلد ۱۶ صفحہ ۲۲)

حضرت خلیفۃ المسیح کے ان الفاظ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ ذیل فتویٰ کو ملا کر پڑھو۔ اور دیکھو کہ کیا یہ وہم بھی کیا جا سکتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح غیر احمدی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا فتویٰ دیں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :۔

"پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مُکفّر اور مُکذِّب یا متردِّد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۸، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۶۴ حاشیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کچھ خواجہ صاحب کو تحریر کیا۔ وہ ان کی شخصی حالت کے لحاظ سے تھا نہ بطور

---

۵ تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۰۸ء جلد ۳ نمبر ۸ صفحہ ۳۳۸

فتویٰ کے۔ چنانچہ اس امر کو اس واقعہ سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح سے غیر احمدیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت منگوائی۔ آپ نے اسے اجازت دے دی۔ اس پر اس کے بڑے بھائی نے بھی خط لکھا کہ مجھے بھی اجازت دی جاوے۔ اس کے جواب میں حضورؓ نے لکھوایا کہ پہلے اپنے چھوٹے بھائی جیسے ہو جاؤ۔ پھر تم کو بھی اجازت دے دوں گا۔ وہ تو نماز بھی نہیں پڑھتا۔ اگر اس طرح اسے نماز کی عادت پڑ جائے تو ہمارا کیا حرج ہے۔ اس جواب سے۔ بلکہ خود بڑے بھائی کے خط سے ظاہر ہے کہ جس شخص کو نماز کی اجازت دی تھی۔ وہ بطور فتویٰ نہ تھی بلکہ شخصی مصلحت کے ماتحت ایک اجازت تھی۔ اسی طرح خواجہ صاحب کی کمزوری کو دیکھ کر اور یہ دیکھ کر کہ ان کو ابتلاء نہ آجائے۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ان کو اجازت نماز دی تو یہ کوئی فتویٰ نہ تھا بلکہ ایک شخصی فیصلہ تھا۔ باقی رہا یہ امر کہ مَیں نے اس کا انکار کر دیا یہ ایک بے ثبوت بات ہے جب فیصلہ ہی کوئی نہ تھا تو پھر اس کا ردّ کرنا کیسا۔ اور جب ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے فیصلہ کے مقابلہ میں کسی کا فیصلہ حجت نہیں۔ تو پھر ردّ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اگر ایسا فتویٰ آپ دے بھی دیتے تو اس اصل کے ماتحت وہ اس قابل نہ ہوتا کہ اسے اپنے معتقدات میں شامل کر لیا جاوے۔

سفر حج میں میری نماز کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کی دھوکا دہی

مولوی صاحب نے جو الزام لگایا ہے کہ مَیں نے مکّہ میں غیر احمدیوں کے پیچھے حضرت خلیفۃ المسیح کے ایک فتویٰ کے ماتحت نماز پڑھی۔ یہ ایک دھوکا ہے جس کے پھیلانے سے باوجود واقعات کے علم کے وہ باز نہیں آتے۔ اصل واقعہ یہ ہے:۔

۱۹۱۲ء میں مَیں اور سیّد عبد الحی صاحب عرب مصر سے ہوتے ہوئے حج کو گئے۔ قادیان سے میرے نانا صاحب میر ناصر نواب صاحب بھی براہ راست حج کو گئے۔ جدہ میں ہم مل گئے اور مکہ مکرمہ اکٹھے گئے۔ پہلے ہی دن طواف کے وقت مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ مَیں ہٹنے لگا۔ مگر راستے رُک گئے تھے نماز شروع ہو گئی تھی۔ نانا صاحب جناب میر صاحب نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا حکم ہے کہ مکّہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے اس پر مَیں نے نماز شروع کر دی۔ پھر اسی جگہ ہمیں عشاء کا وقت آ گیا وہ نماز بھی ادا کی۔ گھر جا کر مَیں نے عبد الحی صاحب عرب سے کہا کہ وہ نماز تو حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کی تھی اب آؤ۔ خدا تعالیٰ کی نماز پڑھ لیں جو غیر احمدیوں کے پیچھے نہیں ہوتی اور ہم نے وہ دونوں نمازیں دہرا لیں۔ ایک نماز شاید دوسرے دن ادا کی مگر مَیں نے دیکھا کہ باوجود نمازیں

دہرانے کے میرا دل بند ہوتا جاتا ہے اور مَیں نے محسوس کیا کہ میں اگر اس طریق کو جاری رکھوں گا تو بیمار ہو جاؤں گا۔ آخر دوسرے دن میں نے عبدالحی صاحب عرب سے کہا کہ مَیں تو بوجہ ادب دریافت نہیں کر سکتا۔ آپ دریافت کریں کہ کیا جناب نانا صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح نے خاص حکم دیا تھا یا عام سنی ہوئی بات ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تو معلوم ہؤا کہ خاص حکم نہیں دیا تھا بلکہ کسی اور شخص کے متعلق یہ بات آپ نے سُنی تھی اس پر مَیں نے شکر کیا اور باوجود لوگوں کے روکنے کے برابر الگ نماز ادا کرتا رہا۔ اور بیس دن کے قریب جو ہم وہاں رہے یا گھر پر نماز پڑھتے رہے یا مسجد کعبہ میں الگ اپنی جماعت کرا کے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ گو مسجد کعبہ میں چاروں مذہبوں کے سوا دوسروں کو الگ جماعت کی عام طور پر اجازت نہیں۔ مگر ہمیں کسی نے کچھ نہیں کہا بلکہ پیچھے رہے ہوئے لوگوں کے ساتھ مل جانے سے بعض دفعہ اچھی خاصی جماعت ہو جاتی تھی۔ چونکہ جناب نانا صاحب کو خیال تھا کہ ان کے اس فعل سے کوئی فتنہ ہوگا۔ انہوں نے قادیان آکر حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے یہ سوال پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ہماری واپسی کی خوشی میں قادیان کے احباب یکے بعد دیگرے دعوت کر رہے تھے کہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے پُرانے خادم میاں حامد علی صاحب نے جو چالیس سال حضرت کے پاس رہے ہیں۔ ہماری چائے کی دعوت کی۔ حضرت خلیفہ اوّل۔ میر صاحب۔ مَیں اور سیّد عبدالحی عرب مدعو تھے ایک صاحب حکیم محمد عمر نے یہ ذکر حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ ہماری یہ اجازت تو ان لوگوں کے لئے ہے جو ڈرتے ہیں اور جن کے ابتلاء کا ڈر ہے۔ وہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اگر کسی جگہ گھر گئے ہوں۔ تو غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھ لیں۔ اور پھر آکر دہرا لیں۔ سو الحمدللہ کہ میرا یہ فعل جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ کے مطابق ہؤا۔ اسی طرح خلیفہ وقت کے منشاء کے ماتحت ہؤا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

شاید اس جگہ کسی شخص کو یہ خیال گزرے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ کی موجودگی میں حضرت خلیفۃ المسیح کا حکم سُن کر کیوں غیروں کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ صحابہ کے طریق عمل سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کے حکم کا ادب ضروری سمجھتے تھے خواہ اسے تسلیم نہ ہی کرتے ہوں۔ چنانچہ بخاری اور دیگر کتب احادیث و تواریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جب ایک دفعہ خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے منیٰ میں حج کے دنوں میں (سفر کے ایام)، بجائے دو کے چار رکعت ہی ادا کی تو بعض صحابہؓ میں جوش ہؤا لیکن سب نے آپ کے پیچھے چار رکعت ہی نماز ادا کر لی۔ حضرت عبدالرحمٰن

بن عوفؓ نے ارادہ کیا کہ وہ تو دو رکعت ہی نماز پڑھیں گے۔ اتنے میں ان کی ملاقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے پوچھا کہ کیا حضرت عثمانؓ نے کوئی نئی بات بتائی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں اور کہا میں نے تو دو رکعت ہی نماز ادا کی ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو دو رکعت ہی ثابت ہیں۔ مگر میں نے جب سنا کہ خلیفۂ وقت نے چار پڑھائی ہیں۔ (حج میں بوجہ کثرت آدمیوں کے منیٰ میں کئی جگہ نماز ہوتی ہے) تو چار ہی پڑھا دیں۔ اور آپ بھی ایسا ہی کریں۔ خلیفہ کا خلاف کرنا بُرا ہے۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا آئندہ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ مگر ساتھ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں یہ لوگ ایسے چُور تھے کہ عبداللہ بن مسعود نے نماز سے فارغ ہو کر دُعا مانگی کہ خدایا میری دو رکعت ہی قبول کیجیئو۔ پس جب مجھے کہا گیا کہ خلیفہ وقت کا یہی حکم ہے۔ تو میں نے اس طریق صحابہ کے مطابق عمل کیا۔ اور اس حکم کو تسلیم کیا۔ (گو بعد میں معلوم ہؤا کہ وہ حکم نہ تھا) اور جس طرح اس صحابی نے زائد رکعت کی نسبت کہا تھا کہ میری دو ہی قبول ہوں میں نے بھی گھر پر آ کر اپنی نماز دہرا لی۔ پس خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا کی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

یہ سب کا سب واقعہ میں بارہا بیان کر چکا ہوں اور کئی دفعہ شائع ہو چکا ہے۔ مگر باوجود اس کے مولوی محمد علی صاحب لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ لکھے چلے جاتے ہیں کہ وہ خود غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں اور اب لوگوں کو روکتے ہیں۔ کیا ان واقعات کے علم کے بعد کوئی راست باز مجھ پر یہ اعتراض کر سکتا ہے اور کیا اس طرح ناواقفوں کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرنا ایک دھوکا نہیں؟ مولوی صاحب کو یہ واقعات میرے اور میرے ساتھیوں سے ہی معلوم ہوئے ہیں۔ کیا پھر جو دوسرے واقعات ہیں ان کو چھوڑ کر اسی قدر ٹکڑہ بیان کرنا دیانتداری سے بعید نہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کو نوٹ لکھوانا میرے کسی اعلان کی بناء پر نہ تھا

اب رہا یہ امر کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے بوجہ بیماری کے مولوی محمد علی صاحب کو مسئلہ تکفیر غیر احمدیان پر جماعت کو ہدایت کرنے کا ارشاد فرمایا اور خود بھی نوٹ لکھوائے۔ اس میں سے یہ بات بھی درست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے بوجہ بیماری کے مولوی محمد علی صاحب کو مضمون لکھنے کے لئے کہا اور یہ

بھی درست ہے کہ بعض باتیں آپ نے لکھوائیں بھی۔ مگر یہ غلط اور صریح غلط ہے کہ غیر احمدیوں کے مسلمان ثابت کرنے کے لئے آپ نے مولوی صاحب کو مضمون لکھنے کو کہا۔ اور یہ خلاف واقعہ اور بالکل خلاف واقعہ ہے کہ میرے کسی لیکچر یا اعلان کے باعث کہا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب ان دنوں قرآن کریم کے ترجمہ انگریزی کے لئے بعض آیات حضرت خلیفہ اول سے دریافت کیا کرتے تھے۔ انہی اجلاسوں میں میری موجودگی میں حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ مولوی صاحب قرآن کی بعض آیات میں عام طور پر لوگوں کو مغالطہ رہتا ہے اور وہ تطبیق نہیں دے سکتے۔ مثلاً وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج: ۴۱) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (النساء: ۱۵۲) اور اسی طرح بعض اور آیات میں اختلاف خیال کیا جاتا ہے۔ آپ نوٹ لکھ رہے ہیں اس کے متعلق بھی ایک مضمون لکھیں۔ میں بھی آپ کو کچھ نوٹ لکھواؤں گا۔ چنانچہ ان آیات کے متعلق آپ درمیان میں کچھ ارشاد فرماتے رہے۔ یہ واقعہ میری موجودگی میں ہوا ہے۔ مَیں اس امر پر حلف اُٹھا سکتا ہوں کیا مولوی صاحب بھی اپنے بیان پر حلف اُٹھانے کے لئے تیار ہیں؟ پس مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ میرے کسی اعلان پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایسا فرمایا تھا۔ ایک ایسی غلط بیانی ہے کہ مَیں حیران ہوں اس کی جرأت مولوی صاحب کو کیونکر ہوئی؟

تاریخ اختلافِ سلسلہ کا ساتواں امر

ساتواں قابلِ توجہ امر مولوی صاحب کا یہ تحریر فرمانا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے مجھے تنبیہہ کی کہ مَیں کفر و اسلام کے مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ بعض باتیں ہیں کہ جن میں انسان ایسے پہلو نکال سکتا ہے کہ اپنے حریف کو جھوٹا کہنے کی بجائے لکھ دے کہ اسے غلطی لگی ہے۔ مگر مولوی صاحب کا یہ بیان ایسا خود ساختہ ہے کہ اس کے متعلق سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ جان بوجھ کر انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی وفات سے پندرہ بیس دن پہلے مولوی محمد علی صاحب کو نوٹ لکھواتے ہوئے کسی ذکر پر فرمایا کہ بعض لوگ میری نسبت کہتے ہیں کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ کہ یہ کبھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ دیتا ہے کبھی کافر۔ لوگ اس بات کو سمجھے نہیں۔ حتّٰی کہ ہمارے میاں بھی نہیں سمجھے۔ چنانچہ اس کے متعلق بعض حاضر الوقت احباب سے میں حلفی شہادت لے کر رسالہ القول الفصل

میں شائع بھی کرچکا ہوں۔ جو اس طرح ہے :۔

"میں اور چند اور احباب اور حضرت میاں صاحب حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت نے اپنے سلسلہ کلام میں فرمایا" کہ کفر و اسلام کا مسئلہ جو بڑا مشکل سمجھا جاتا ہے گو لوگ مجھے کہتے ہیں کہ یہ کبھی مسلم کہتا ہے کبھی کافر۔ لیکن خدا نے مجھے اس میں وہ سمجھایا ہے۔ جو کسی کو نہیں سمجھ آیا۔ حتیٰ کہ میاں کو بھی سمجھ نہیں آیا۔ اور میں خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ شہادت دیتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہی فرمایا تھا۔" (مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل مدرسہ دینیات) "مندرجہ بالا بیان جہان تک مجھے یاد ہے۔ بالکل درست ہے۔ سوائے اس کے کہ مجھے کہتے ہیں کہ بجائے آپ نے فرمایا تھا کہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ کبھی کافر کہتا ہے اور کبھی مسلمان" (مولوی شبیر علی صاحب بی اے ایڈیٹر آف ریلیجنز) "مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے ترجمہ قرآن شریف سننے کے وقت جو مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ فرمایا تھا کہ مجھ پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی میں غیر احمدیوں کو کافر کہتا ہوں اور کبھی مسلمان۔ یہ دقیق مسئلہ ہے۔ کسی نے نہیں سمجھا۔ حتیٰ کہ میاں نے بھی نہیں سمجھا۔ یہ مسئلہ بھی غیر احمدیوں میں صاف ہونے کے قابل ہے۔" (جناب خان راقم محمد علی خان) صاحب جاگیر دار مالیر کوٹلہ عم نواب صاحب مالیر کوٹلہ) "حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت دریافت کرنے کے لئے یہ خاکسار حضور کے مکان پر حاضر ہوا۔ دیکھا تو مولوی محمد علی صاحب ترجمۃ القرآن کے نوٹس سنا رہے تھے اور حضرت کے سرہانے جناب حضرت صاحبزادہ صاحب بیٹھے تھے کہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی غیر احمدیوں کو کافر کہتا ہے کبھی مسلمان۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ جو ہمارے میاں نے بھی نہیں سمجھا۔" ★

(راقم مہر محمد خان مالیر کوٹلوی ثم قادیانی)

پس حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جو کچھ فرمایا ہے۔ اس میں کفر و اسلام کے مسئلہ کے سمجھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ آپ کی تحریرات میں لوگ اختلاف سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کبھی آپ غیر احمدیوں کو مسلمان کہتے ہیں کبھی کافر۔ لیکن یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ ان عبارتوں کا وہ مطلب نہیں سمجھے اور اختلاف خیال کر لیا۔ اور یہ غلطی جماعت کو ایسی لگی ہے کہ میں یعنی (یہ عاجز) بھی اس میں مبتلاء ہوں۔ یہ بات حضرت خلیفۃ المسیح کی بالکل درست اور صحیح تھی اور اب تک ہے۔ میں نے ابھی لکھا ہے کہ خواجہ صاحب کے مضمون پر میرے مضمون کی تصدیق کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح کا اجازت تحریر کرنا سمجھ سے باہر ہے اور اس کی تاویل یہی ہو سکتی ہے کہ اگر آپ نے اس مضمون کو پڑھا ہے تو اس کی

★ القول الفصل مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صفحہ ۴۵ مطبوعہ قادیان ۱۹۱۵ء

پیچدار عبارتوں کی وجہ سے اسے سمجھا نہیں۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح کا یہ فرمانا کہ اس امر کو مَیں بھی نہیں سمجھا۔ بالکل درست تھا۔ مَیں اب تک بھی نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کیونکر ہؤا اور آخر تطبیق کے لئے بعض تاویلات کرنی پڑتی ہیں۔ اور قلت کو کثرت اور متشابہ کو محکم کے ماتحت لانا پڑتا ہے۔ مگر آپ کے اس قول سے یہ کیونکر نتیجہ نکلا کہ مَیں مسئلہ کفر و اسلام کو نہیں سمجھا۔ کیا اگر کوئی شخص اس امر کو نہ سمجھ سکے کہ کیوں حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک ایسے شخص کی بھی تصدیق کی جس نے غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا تھا اور پھر ایک ایسے شخص کے مضمون پر بھی دستخط کر دیئے جس نے اس پہلے مضمون کے اثر کو زائل کرنا چاہا تھا۔ تو کیا ضروری ہے کہ وہ کفر و اسلام کے مسئلہ کو بھی نہ سمجھ سکے۔ بیشک قرآن کریم میں ایک قوم کی نسبت یہ لکھا ہے کہ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (النساء: ۴۷) مگر مولوی صاحب سے اُمید نہ تھی کہ وہ ایسی تحریف سے کام لیں گے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور ان کی آنکھیں کھولے۔ پھر سوچنے والے کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے تو یہ فرمایا تھا کہ لوگ اس بات کو نہیں سمجھے۔ حتّٰی کہ ہمارے میاں بھی نہیں سمجھے۔ اس فقرہ کے الفاظ سے بھی تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مَیں سب احمدیوں میں سے زیادہ سمجھنے کا حق رکھتا تھا اور جب مَیں بھی نہیں سمجھا تو دوسرے کسی نے کیونکر سمجھنا ہے۔ پس مولوی صاحب کا اس فقرہ کو نقل کرنا ان کے لئے کیا مفید ہو سکتا ہے۔ اس فقرہ سے یہ کہاں ثابت ہے کہ وہ سمجھتے ہیں بلکہ جس مسئلہ کے متعلق یہ فقرہ کہا گیا ہے اس کے نہ سمجھنے کا فتویٰ تو سب پر لگتا ہے اور اگر مجھے اس میں تنبیہ ہے۔ تو مجھ سے زیادہ مولوی محمد علی صاحب کو ہے کیونکہ میرا ذکر تو لفظ "بھی" کے بعد کیا گیا ہے اور ان کو عام لوگوں میں شامل کیا گیا ہے۔ مولوی صاحب نے اس جگہ یہ بھی ہوشیاری کی ہے کہ لفظ "بھی" جس سے اس فقرہ کے اصل معنے کھلتے ہیں اُڑا دیا ہے حالانکہ خود ان کے اخبار پیغام صلح میں جہاں اور تحریفوں کے ساتھ یہ روایت شائع ہو چکی ہے وہاں بھی لفظ "بھی" موجود ہے۔ وہاں لکھا ہے۔ "میاں نے بھی اس کو نہیں سمجھا" (پیغام صلح ۳ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۴) بلکہ خود مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ کفر و اسلام میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس فقرہ میں "بھی" کا لفظ لکھا ہے۔ پس یہ ایک اور ثبوت ہے مولوی صاحب کی عادت تحریف کا۔

مولوی صاحب کا یہ جُرم اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد جبکہ ابھی خلافت کا سوال طے نہیں ہؤا تھا۔ مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے مولوی صاحب نے اس واقعہ کو بیان کیا تھا اور مَیں نے ان سے کہا تھا کہ یوں نہیں یوں ہے اور اس وقت چونکہ تازہ بات تھی مولوی صاحب کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی تھی اور دبی زبان سے اقرار کر کے وہ اور باتوں میں لگ گئے

تھے اس کے بعد بھی ان لوگوں کی حلفیہ شہادتیں جو اس وقت موجود تھے لیکر شائع کر دی گئی تھیں۔ پس مولوی صاحب بھول کا عذر نہیں کر سکتے۔ واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ وہ جان بوجھ کر یہ تحریف کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اس وقت موجود تھے ان میں سے بعض کی حلفیہ شہادتیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور میں بھی اس واقعہ پر حلف اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ کیا مولوی صاحب اور ان کے ہم خیال جو اس وقت موجود تھے وہ بھی اپنے بیان پر قسم اُٹھا سکتے ہیں؟ میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ بلکہ قسم قسم کے عذرات سے اپنے سر سے یہ بار اُتارنے کی کوشش کریں گے۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا آٹھواں امر

آٹھویں بات مولوی صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ٹریکٹ میں نے لکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح کو سنایا اور آپ نے اسے پسند فرمایا۔ لیکن یہ ٹریکٹ آپ کی زندگی میں شائع نہیں کیا جا سکا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولوی صاحب نے ایک ٹریکٹ مسئلہ کفر و اسلام پر لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کو سنایا۔ مگر یہ کہ آپ نے اسے پسند کیا ایک ایسا امر ہے جس کے قبول کرنے میں ہمیں عذر ہے۔ حضرت خلیفہ اول کی کوئی سند اس بیان کی تائید میں نہیں اور بیرونی اور اندرونی شہادتیں اس بیان کے خلاف ہیں۔ چنانچہ بیرونی شہادت کے طور پر میں حافظ روشن علی صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایل۔ ایم۔ ایس کا بیان ذیل میں درج کرتا ہوں۔

مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ کفر و اسلام کے متعلق واقعات

روایت بزبان حافظ روشن علی صاحب

"مجھے یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے آخری ایام میں جبکہ آپ مرض الموت میں فریش تھے اور ۱۹۱۴ء غالباً فروری کا مہینہ تھا۔ ابھی آپ اس مکان میں تشریف رکھتے تھے جو آپ کا ذاتی ہے جو اندرون قریہ قادیان واقع ہے کہ ایک دن دفتر الفضل میں ہمراہ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے استاد حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی تشریف لائے انہوں نے بیان کیا

کہ مولوی محمد علی صاحب نے ایک مضمون مسئلہ تکفیر کے متعلق لکھا ہے جو وہ حضرت خلیفۃ المسیح کو بروز جمعہ بعد از نماز سنائیں گے۔ اور وہ آپ لوگوں سے علیحدگی میں سنائیں گے۔ جس پر صاحبزادہ صاحب موصوف نے فرمایا ہم بھی اس وقت حاضر ہوں گے۔ مسئلے کا معاملہ ہے ہم ضرور سنیں گے چنانچہ جب جمعہ کا دن آیا۔ تو مَیں نے یہ عزم کیا کہ بعد نماز جمعہ فوراً حضرت خلیفۃ المسیح کے گھر میں پہنچ جاؤں گا چنانچہ جمعہ کی نماز ادا کرتے ہی فوراً میں پہنچا جب مَیں صحن خانہ میں داخل ہؤا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے کمرے سے حسب ذیل اشخاص نکلے۔ (۱) مولوی محمد علی (۲) مرزا یعقوب بیگ (۳) شیخ رحمت اللہ (۴) ڈاکٹر محمد حسین شاہ۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ کے اوراق لپٹے ہوئے تھے۔ مجھ سے دریافت کیا کہ کیا نماز جمعہ ہو چکی ہے؟ مَیں نے کہا ہاں۔ اس وقت میرے دل میں یہ یقین ہؤا کہ انہوں نے علیحدہ مضمون سنانے کی خاطر نماز جمعہ ترک کی ہے۔ پھر معلوم ہؤا کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ جو میرے داخل ہونے سے پہلے وہاں سے جا چکے تھے"۔

" پھر مَیں اس امر کے دریافت کرنے کے لئے خلیفہ رشید الدین صاحب کے مکان پر گیا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگ جمعہ میں شامل نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو چونکہ غسل دینا تھا۔ اس واسطے ڈاکٹر وہاں مشغول رہے۔ مَیں نے کہا مولوی محمد علی صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب تو ڈاکٹر نہیں یہ کیوں جمعہ میں حاضر نہ ہوئے انہوں نے کہا وہ مضمون سنانے کی خاطر وہاں ٹھہرے رہے مَیں نے کہا پھر مضمون انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو سُنایا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ دو تین دفعہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض کی کہ مضمون سناؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اب مَیں آرام کروں گا۔ سو جس غرض کے لئے انہوں نے نماز جمعہ ترک کی تھی اس میں ناکام رہے۔ اس کے بعد مَیں صاحبزادہ صاحب کے پاس آیا۔ اور ان کو یہ قصہ سنایا۔ پھر میں حضرت خلیفۃ المسیح کے مکان میں آیا اور وہاں یہ قصد کر کے بیٹھا کہ یہاں سے نہ اٹھوں گا جب تک کہ مولوی محمد علی صاحب مضمون سنا نہ لیں یا مایوس ہو کر اپنے مکان پر چلے نہ جائیں۔ مولوی محمد علی صاحب مولوی صدر الدین کے مکان میں ٹھہرے کہ یہ مولوی صاحب کے پاس سے کب اُٹھتا ہے اور مَیں بیٹھا کہ وہ کب مضمون سناتے ہیں۔ آخر مغرب کا وقت ہو گیا تو مولوی محمد علی باہر کوٹھی چلے گئے۔ جس میں وہ رہتے تھے اور مَیں نماز مغرب کے لئے آیا تو بعد از نماز مغرب مَیں نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی کہ جمعہ کا دن ختم ہو گیا لیکن وہ اپنا مضمون سنا نہیں سکے۔ آپ نے فرمایا کہ جب وہ اتنا پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اطلاع ہی

نہ ہو تو ان کا خیال چھوڑ دو۔ کب تک ہم ان کا پہرہ دیں گے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو اور روزے رکھو تاکہ یہ فتنے اور ابتلاء دُور ہوں۔ چنانچہ پھر ان کی طرف ہم نے خیال نہ رکھا۔ پھر وہ ہفتہ کے دن بھی نہ سُنا سکے اور نہ اتوار کے دن۔ ہاں اتوار اور پیر کی درمیانی شب یا پیر اور منگل کی درمیانی شب کو انہوں نے یہ انتظام کیا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں اور مضمون سنائیں۔ پٹھانوں کا پہرہ لگایا اور ان کو یہ کہا کہ خلیفۃ المسیح کا یہ حکم ہے کہ کوئی اندر نہ آوے۔ چنانچہ اس وقت بغرض عیادت حضرت مکرم و معظم میر ناصر نواب صاحب تشریف لے گئے تو پہرہ والے نے ان کو سنایا کہ اندر جانے کی اجازت نہیں۔ پھر مکرمی صوفی مولوی غلام محمد صاحب بی اے عیادت کے لئے آئے تو ان کو بھی روک دیا گیا۔ پھر مکرمی خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر تشریف لائے تو ان کو بھی پہرہ والے نے روکا مگر انہوں نے فرمایا کہ مَیں ڈاکٹر ہوں۔ مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ زبردستی اندر چلے گئے۔ انہوں نے جاکر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے عرض کی کہ کیا آپ نے اندر آنے سے منع فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے منع نہیں کیا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت مولوی محمد علی صاحب مضمون سُنا رہے تھے۔ جب انہوں نے ختم کیا۔ تو حضرت خلیفہ اوّل نے دریافت کیا کہ کیا آپکو اس مضمون پر انشراح صدر ہے انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تب حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ مجھے اس مضمون پر انشراح نہیں۔ پھر مولوی محمد علی صاحب نے کئی دفعہ اس مضمون کی تصدیق کرانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے"۔ تحریر مؤرخہ ۷؍ اگست ۱۹۱۹ء بقلم خاکسار عطاء محمد خادم حضرت حافظ روشن علی صاحب۔

"مَیں تصدیق کرتا ہوں کہ میرا بیان میرا ہے"۔ روشن علی بقلم خود۔

"مَیں حضرت حافظ روشن علی صاحب کے بیان کی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ واقعات پر مبنی ہے اور بالکل درست ہے"۔ خلیفہ رشید الدین ایل۔ایم۔ایس سول اسسٹنٹ سرجن پنشنر۔ معالج حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ۷؍ اگست ۱۹۱۹ء۔

ان شہادتوں کے علاوہ حضرت خلیفہ اوّل کے صاحبزادہ عزیز عبدالحی مرحوم کی بھی شہادت ہے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفہ اوّل نے اس مضمون کو پسند نہیں کیا تھا اور کہا تھا کہ قابلِ غور ہے۔ آپ اسے ابھی شائع نہ کریں۔ چنانچہ واقعات اس شہادت کی تصدیق کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں یہ مضمون شائع نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اس کے بعد کا ایک مضمون جو مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں آپ کو وفات یافتہ تصور کرکے آپ کی جانشینی

کے متعلق لکھا تھا چھاپ دیا گیا تھا۔ یہ سب واقعات مل کر کس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص خود اپنے دل میں اس کا جواب پالے گا۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا نواں امر

نویں بات مولوی محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ احمدیوں نے اس کی یعنی اس عاجز کی بیعت بہت سی غلط فہمیوں کے ماتحت کر لی تھی۔ اور اب ان میں سے بہت سے کھلے طور پر میرے خیالات سے متنفر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی سید محمد احسن صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے پُرانے اور سب سے زیادہ علم والے زندہ صحابی ہیں۔ انہوں نے ایک اعلان شائع کیا ہے کہ ایم محمود خلافت کے قابل نہیں۔ کیونکہ وہ مفصلہ ذیل غلط عقائد کی اشاعت کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ تمام قبلہ گوؤں کو کافر کہتا ہے۔ دوم یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کامل اور حقیقی نبی مانتا ہے۔ نہ کہ جزوی نبی یا محدث سوم یہ کہ پیشگوئی مذکورہ سورۃ الصف متعلق احمد کو حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں سمجھتا ہے۔

جماعت احمدیہ نے میری بیعت غلط فہمی سے نہیں کی

سب سے پہلے تو مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ خیال کہ لوگوں نے غلط فہمیوں کے ماتحت میری بیعت کر لی تھی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب میں خلیفہ ہُوا ہوں اس سے پہلے میرے عقائد شائع ہو چکے تھے۔ مسئلہ نبوت کے متعلق جیسا کہ مَیں پہلے لکھ آیا ہوں ۱۹۱۰ء میں میرا ایک لیکچر ہُوا تھا۔ جو اخبارات سلسلہ میں شائع ہو چکا تھا۔ اسی طرح اور متعدد مضامین میں نبوت کے متعلق میری تحریرات موجود تھیں۔ مسئلہ کفر کے متعلق ایک مستقل رسالہ★ لکھ چکا تھا اور بقول مولوی صاحب ۱۹۱۳ء میں۔ پھر میں نے اعلان کر دیا تھا کہ جو حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ پس باوجود اس قدر شہادتوں کے یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے غلط فہمی سے بیعت کر لی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک قلیل گروہ نے بعد میں بیعت توڑی بھی ہے۔ لیکن اس سے سینکڑوں گُنے لوگوں نے بعد میں بیعت خلافت کی ہے۔ جب میں خلیفہ ہُوا ہوں۔ اس وقت تو بہت ہی تھوڑے لوگ تھے جنہوں نے مجھے قبول کیا تھا زیادہ جماعتیں تو ان لوگوں کی مغالطہ دہی سے رُک گئی تھیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل نے دستگیری کی اور سب کو کھینچ کر لے آیا۔ پس یہ خیال کہ غلط فہمی کے ماتحت بیعت کی بالکل غلط ہے۔ اب تک بھی لوگ بیعت خلافت کر رہے ہیں۔ چنانچہ دسمبر سے

★ "مسلمان وہی ہے جو خدا کے سب ماُموروں کو مانے" (تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء)

لیکن اس وقت تک قریباً پچیس آدمی مولوی صاحب کے ہم خیالوں میں سے بیعت خلافت کر چکے ہیں اور ہم نے تو ان لوگوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ یہ لوگ تو اپنا تمام مال و اسباب ہمارے خلاف خرچ کرتے ہیں۔ جہاں ہمارا واعظ احمدیت کی تبلیغ کے لئے جاوے وہاں ان کا واعظ ان کو ہم سے برگشتہ کرنے کے لئے بلکہ بہت دفعہ احمدیت سے ہی برگشتہ کرنے کے لئے جاتا ہے۔ اگر ہم اس سے نصف وقت بھی ان لوگوں کی طرف توجہ کرتے تو انشاء اللہ بہت زیادہ نتیجہ نکلتا۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ زیادہ تر وقت اشاعت اسلام اور ترقی احمدیت پر خرچ ہونا چاہئے۔ ہمارے واعظ تمام کے تمام غیر احمدیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں میں تبلیغ کے لئے وقف ہیں۔ جبکہ ان کے مبلغ قریباً تمام صرف احمدیوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں مگر پھر بھی ہم میں سے جس قدر ان میں جا کر ملے ہیں ان سے زیادہ ان میں سے نکل کر ہم میں آملے ہیں۔ مولوی صاحب چاہیں تو ہم اس کا ثبوت ان کو دے سکتے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب سے ایک اور رنگ میں طریق فیصلہ

باقی رہا ان کا یہ لکھنا کہ اکثر اہل علم لوگ میرے خیالات کے مخالف ہیں یہ ایک دعویٰ ہے جس کا ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ ہاں اگر یہ اصل مقرر کر لیا جاوے کہ جو ان کا ہم خیال ہے وہ عالم ہے اور دوسرے جاہل۔ تب تو بے شک اکثر کیا سب کے سب اہل علم مجھ سے بیزار ہو کر ان سے جا ملے ہیں۔ لیکن اگر یہ بات نہیں تو پھر ان کا یہ دعویٰ درست نہیں کیونکہ جسقدر علم دین کے واقف لوگوں کو وہ پیش کر سکیں کہ وہ ان کے ہم خیال ہیں ان سے زیادہ لوگ میں پیش کرتا ہوں کہ میرے ہم خیال ہیں۔ مگر یہ ایک بے ہودہ طریق بحث ہے جو حق کے ثابت کرنے کے لئے ضروری نہیں۔ ہاں اگر ان کو شوق ہو تو اس رنگ میں بھی تعداد کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کا ایک غلط خیال اور اس کی تردید

مولوی صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل علم لوگ بھی جو میرے ساتھ ہیں میرے خیالات کے مخالف ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے جان بوجھ کر ایسے الفاظ لکھے ہیں کہ جن کا یہ مفہوم ہو تو میں کہوں گا کہ انہوں نے لوگوں کو غلطی میں ڈالنا چاہا ہے کیونکہ جو لوگ میرے ساتھ ہیں۔ وہ سب کے سب عقائد میں مجھ سے متفق ہیں۔ اور اگر کوئی نادر کی طرح ہو تو اس کا مجھے علم نہیں۔ اور نہ نادر سند کے طور پر پیش ہو سکتا ہے۔ ہاں وہ چند لوگ مستثنیٰ ہیں جو کہ کھلے طور مولوی صاحب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں لیکن بعض مصالح کی بناء پر بیعت کے توڑنے کا اعلان نہیں کرتے۔ وہ لوگ اپنے عمل سے اپنے منافق ہونے پر مہر کر رہے ہیں۔ لیکن وہ بھی تعداد میں

اتنے تھوڑے ہیں کہ اَلشَّاذُ کَالْمَعْدُوْمِ کے مقولہ کے نیچے ہیں۔

مولوی سیّد محمد احسن صاحب سے پہلے زمانہ کے لوگ میری بیعت میں شامل ہیں

اب میں ان باتوں کا جواب دیتا ہوں جو مولوی محمد علی صاحب نے سیّد محمد احسن صاحب کے متعلق لکھی ہیں۔ اور سب سے پہلے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب نے مولوی سید محمد احسن صاحب کی نسبت جو یہ لکھا ہے کہ وہ زندہ لوگوں میں سب سے پرانے احمدی ہیں یہ غلط ہے۔ ان سے پہلے کے بیعت کرنے والے لوگ اور اس وقت کے حضرت مسیح موعودؑ سے اخلاص رکھنے والے لوگ جبکہ ابھی سید صاحب نے آپ کا نام بھی نہ سُنا تھا اس وقت زندہ موجود ہیں اور میری بیعت میں شامل ہیں۔ چنانچہ شیخ حامد علی صاحب وہ ہیں جنہوں نے تیسرے نمبر پر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تھی منشی اروڑا صاحب تحصیلدار کپورتھلہ ساتویں یا آٹھویں نمبر پر بیعت کرنے والے ہیں اور ہجرت کرکے کئی سال سے قادیان میں بیٹھے ہیں۔ یہ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے خاص عاشقوں میں سے ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت اقدس ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۳۲★ پر ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔ "ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے" اور آپؑ کو بھی ان سے خاص محبت تھی جس سے تمام قادیان آنے والے اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ جماعت کپورتھلہ میں سے ہیں۔ جس کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دُنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے" (مکتوب حضرت اقدس بنام محمد خان صاحب کپورتھلہ مؤرخہ ۲۷ جنوری ۱۸۹۴ء منقول از بدر یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)

اسی طرح میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانوی ہیں۔ جنہوں نے نویں نمبر پر بیعت کی۔ اسی طرح مولوی عبداللہ صاحب سنوری جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بہت بڑے معجزہ کے محافظ ہیں اور جن کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ نے یہ پیشگوئی فرمائی ہے:۔

"مَیں بخوبی اس بات پر مطمئن ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں اخلاص اور محبت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور آپ کو فطرتی مناسبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ زمانہ کے رنگ بدلانے سے دُور نہیں ہو سکتی" (منقول از مکتوب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بنام مولوی عبداللہ صاحب سنوری مؤرخہ ۶ مارچ ۱۹۰۸ء۔ یہ پورا خط اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ درج کردیا گیا ہے)

یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے مریدین میں شامل ہیں۔ پھر منشی ظفر احمد صاحب ہیں کہ یہ بھی

★ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۲

شروع کے بیعت کرنے والے ہیں اور حضرت صاحب سے خاص تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے ہیں اور جماعت کپور تھلہ میں شامل ہیں۔ اسی طرح منشی عبدالرحمٰن صاحب کپور تھلوی اور منشی فیاض الدین صاحب کپور تھلوی ہیں۔ یہ سب لوگ نہایت مخلص اور مولوی محمد احسن صاحب سے بہت پہلے کے بیعت کرنے والے ہیں۔ اسی طرح پیر سراج الحق صاحب نعمانی ہیں جو نہ صرف یہ کہ شروع کی بیعت کرنے والے ہیں بلکہ انہوں نے وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعودؑ کی لمبی صحبت بھی حاصل کی ہے۔ بلکہ جن لوگوں کے اس وقت میں نے نام لکھے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں کہ جنہوں نے مولوی سید محمد احسن صاحب کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کی لمبی صحبت پائی ہے۔ پس یہ کہنا کہ سید صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے پرانے صحابی ہیں درست نہیں۔ سب سے پہلی کتاب جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بیعت کرنے والے لوگوں کے نام درج فرمائے ہیں ازالہ اوہام ہے اور جو نام اس میں درج ہیں اور جن کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کچھ رائے بھی تحریر فرمائی ہے۔ ان میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہیں۔ ان میں سے چودہ آدمی میری بیعت میں شامل ہیں۔ اور کل چار آدمی مولوی صاحب کے ہم خیال ہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پُرانے صحابی میرے ہم خیال ہیں یا مولوی صاحب کے؟

سیّد سرور شاہ صاحب اور قاضی امیر حسین صاحب بھی مولوی سید محمد احسن صاحب سے کم نہیں!

مَیں اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ مولوی سید محمد احسن صاحب جماعت کے سب سے بڑے عالم آدمی ہیں علم کا اس رنگ میں فیصلہ کرنا ہر شخص کے لئے آسان نہیں۔ میرے نزدیک مولوی سید سرور شاہ صاحب اور قاضی سید امیر حسین صاحب کسی صورت میں مولوی سید محمد احسن صاحب سے کم نہیں ہیں۔ بلکہ حافظ روشن علی صاحب بھی جو گو نوجوان ہیں۔ مگر علم کے لحاظ سے پیروں میں شامل ہیں۔ غرض نہ قدامت کے لحاظ سے اور نہ علم کے لحاظ سے ان کو دوسروں پر کوئی ایسی فضیلت حاصل ہے کہ ان کے قول کو حجت قرار دیا جاوے ہاں بوجہ اس کے کہ وہ عالم آدمی تھے اور کبیر السن تھے ہماری جماعت کے علماء بھی اور دیگر لوگ ان کا احترام اور عزت واجبی طور پر کرتے تھے اور مَیں تو اب بھی ان کی پہلی عزت کی وجہ سے ان کا ادب ہی کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ سید صاحب کو دھوکا لگا ہؤا ہے۔ جب اللہ چاہے گا اور یہ حالت بدل جاوے گی وہ پھر مرکز کی طرف رجوع کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔ یہ ایک عارضی ابتلاء ہے جس میں سے مَیں اُمید کرتا ہوں کہ وہ کامیاب ہو کر نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَھَا (النحل: ۹۳) کا مصداق نہیں بنائے گا۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن

خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی معزول نہیں کر سکتا

اب مَیں ان الزامات کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ جن کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب نے مجھے خلافت سے معزول کیا ہے۔ گو ضمناً میں اس قدر کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ خلیفہ خُدا ہی بناتا ہے اور اسی کی طاقت ہے کہ معزول کرے۔ کسی انسان میں نہ خلیفہ بنانے کی طاقت ہے نہ معزول کرنے کی پس نہ تو میں مولوی سید محمد احسن صاحب کے ذریعہ سے خلیفہ بنا اور ان کے معزول کرنے سے معزول ہُوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے معزول کرنے کے بعد مجھے اور بھی ترقی عطا ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اس وقت کے بعد اس وقت پندرہ بیس ہزار آدمی نیا سلسلہ میں داخل ہو چکا ہے اور ترقی روز افزوں ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

سید محمد احسن صاحب کا بر بناء عقائد مجھ پر اعتراض درست

سید صاحب نے جو اعتراضات مجھ پر کئے ہیں۔ ان کے متعلق میں علمی بحث اس جگہ نہیں کروں گا اور نہ یہ ثابت کروں گا کہ وہ عقائد درست ہیں یا غلط کیونکہ عقائد کے متعلق مفصل بحث آگے چل کر کی جاوے گی۔ اس جگہ مَیں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ سید صاحب موصوف کا مجھ پر ان عقائد کی وجہ سے اعتراض کرنا درست نہیں۔ وہ بیشک کہہ سکتے ہیں کہ ان عقائد کی غلطی چونکہ ان پر ثابت ہو گئی ہے اس لئے وہ ان سے توبہ کرتے ہیں یا وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان عقائد کے علاوہ کوئی اور عقائد بدعیہ میں نے وضع کئے ہیں اس لئے وہ میری بیعت توڑتے ہیں۔ مگر ان عقائد کو نئے اور فاسد عقائد قرار دیکر میرے خلاف اعلان کرنا ان کا حق نہیں۔ کیونکہ وہ اس سے بہت پہلے ان عقائد کے واقف تھے۔ بلکہ جب میری بیعت ہوئی ہے اسی وقت ان کو معلوم تھا کہ میرے یہ عقائد ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب اقرار کر چکے ہیں۔ میرا مضمون کفر و اسلام پر تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں شائع ہو چکا تھا اور جیسا کہ وہ اقرار کرتے ہیں اس کے بعد بھی برابر میری طرف سے اس مسئلہ کے متعلق اظہار رائے ہوتا رہا۔ پس جب حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں غیر احمدیوں کو میں کافر قرار دے چکا تھا اور جماعت کا ہر ایک فرد اس مسئلہ سے آگاہ تھا تو مولوی سید محمد احسن صاحب نے میری بیعت کی ہی کیوں تھی اگر یہ عقیدہ ایسا ہے کہ اس کے باعث انسان خلافت کے قابل نہیں رہتا۔ تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے مسجد نُور میں کھڑے ہو کر میری نسبت خلافت کی تجویز کی بڑے زور سے تائید کی اور اس پر تقریر کی۔ ان کو تو چاہئے تھا کہ جب لوگوں نے میری بیعت پر زور دیا تھا تو وہ اس کو رَدّ کر دیتے اور فرماتے کہ یہ شخص تو مسلمانوں کو کافر کہتا ہے یہ خلافت کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے۔ کفر و اسلام کے مسئلہ پر تو مَیں نے بعد میں مفصل بحث کبھی کی ہی نہیں۔ اصل مضمون جو

اس مبحث پر شائع ہوا ہے وہی ہے جو حضرت خلیفہ اوّل کے وقت میں شائع ہوا ہے۔ پس اگر یہی مسئلہ میری خلافت کے منسوخ ہونے کے لئے دلیل ہے تو سید صاحب پر الزام آتا ہے کہ اس عقیدہ کے رکھتے ہوئے انہوں نے میری خلافت کی تائید کیوں کی؟ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس مجلس سے پہلے جس میں خلافت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا۔ مولوی محمد علی صاحب مجھ سے ملنے آئے تھے اور اس وقت مولوی سید محمد احسن صاحب، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور نواب محمد علی خان صاحب جاگیردار مالیر کوٹلہ بھی موجود تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے اس وقت سوال ہی یہ اُٹھایا تھا کہ خلافت کا فیصلہ اس وقت اس لئے مشکل ہوگیا ہے کہ عقائد کا آپس میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت مرزا صاحبؑ کو نبی اور ان کے منکروں کو کافر کہتی ہے اور دوسری اس امر کی منکر ہے۔ اور اس پر مولوی سید محمد احسن صاحب ہی تھے جو ان سے ان عقائد کی سچائی پر بحث کرنے لگے تھے مگر مَیں نے ان کو روکا تھا کہ اس وقت عقائد کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تو ہمیں یہ غور کرنا چاہئے کہ اس عقدہ کو حل کیونکر کیا جاوے۔ عقائد کے تصفیہ کے لئے تو ایک طویل عرصہ چاہئے۔ مَیں اس امر کی صداقت کے لئے حلف اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ کیا مولوی محمد علی صاحب بھی اس امر پر حلف اُٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ انہوں نے ان دونوں مسئلوں کا ذکر اس مجلس میں نہیں کیا تھا اور سید محمد احسن صاحب ان لوگوں میں سے نہ تھے جنہوں نے ان عقائد کی صحت پر ان سے گفتگو شروع کر دی تھی۔

نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق میری ایک تقریر اور مولوی سید محمد احسن صاحب کی تائید

باقی رہا مسئلہ نبوت۔ اس کے متعلق بھی جیسا کہ مَیں پہلے لکھ آیا ہوں ۱۹۱۰ء کے جلسہ کے موقع پر مَیں نے ایک تقریر کی تھی اور صاف طور پر کہا تھا کہ مرزا صاحبؑ نبی ہیں۔ اس تقریر کے بہت سے فقرے میں پہلے نقل کر آیا ہوں۔ اس جگہ صرف ایک فقرہ پر اکتفا کرتا ہوں "ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا اگر اس کی اتباع کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرامؓ کے لئے مقرر ہو چکے ہیں*"۔ اس فقرہ میں نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کہا گیا ہے بلکہ آپ کا درجہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کے متبع صحابہؓ کا رنگ رکھتے ہیں۔ اس تقریر کے وقت مولوی سید محمد احسن صاحب موجود تھے اور لیکچر کے ختم ہوتے ہی بلند آواز سے یہ آیۃ کریمہ پڑھنے لگے کہ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المائدۃ: ۵۵) بلکہ دوسرے دن آپ نے مسجد اقصیٰ میں ایک تقریر کی تو اس میں بھی میری اس تقریر کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ۔ "ایک یہ بھی الہام تھا کہ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ (تذکرہ صفحہ ۲۶۴۔ ایڈیشن چہارم) مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ الخ (تذکرہ صفحہ ۱۳۹ ایڈیشن چہارم) جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا۔ جو مسیح موعودؑ کے بارے میں ہے کہ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسٰی) یعنی آپ کے ہاں ولد

* بدر ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء جلد ۱۰ نمبر ۱۲ صفحہ ۷

صالح عظیم الشان پیدا ہوگا چنانچہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں منجملہ ذریت طیبہ کے اِس تھوڑی سی عمر میں جو خطبہ انہوں نے چند آیات قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا اور سنایا ہے اور جس قدر معارف اور حقائق بیان کئے ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ اب کوئی انہیں معمولی سمجھے اور کہے یہ تو کل کے بچے ہیں ابھی ہمارے ہاتھوں میں پلے ہیں اور کھیلتے کودتے پھرتے تھے تو یاد رہے کہ یہ فرعونی خیالات ہیں۔ چنانچہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ سے یہی کہا تھا:۔ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ (الشعراء: ۱۹) میرے بھائیو! اگر ایسا خیال کسی کے دل میں آئے تو استغفار پڑھے۔ کیونکہ فرعون کا برا انجام ہوا۔ (اخبار بدر ۲۶ جنوری ۱۹۱۱ء جلد ۱۰ نمبر ۱۳ صفحہ ۲)

پس یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ مولوی سید محمد احسن صاحب کو میرے عقائد کا علم نہ تھا۔ ان کو میرے عقائد کا علم تھا اور ضرور تھا۔ پس پہلے انہی عقائد کے ہوتے ہوئے ان کا میری بیعت کرنا اور پھر انہی عقائد کی بناء پر اس بیعت کو توڑنا کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے جو تشحیذ الاذہان میں مولوی سید محمد احسن صاحب نے تحریر فرمایا ہے اور صرف نام میں اختلاف ہے۔

اسمہٗ احمد کی بحث اور مولوی محمد احسن صاحب کا عدمِ انکار

تیسرا عقیدہ جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ نیا بنایا گیا ہے۔ اسمہٗ احمد کا مصداق حضرت مسیح موعودؑ کو قرار دینا ہے۔ یہ عقیدہ بھی غلط ہو یا درست۔ مگر مولوی سید محمد احسن صاحب کے فسخ بیعت سے بہت پہلے شائع ہو چکا ہے اور اس کے بعد وہ برابر مجھ سے تعلق رکھتے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں مَیں نے ایک مضمون اسمہٗ احمد والی پیشگوئی میں تحریر کیا تھا مگر آپ کو دکھانے کا موقع نہ ملا۔ وہ شروع ایام خلافت میں ہی مکرمی قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے رسالہ تشحیذ الاذہان★ میں شائع کر دیا تھا اور اس کے دو سال بعد مولوی صاحب نے بیعت کے توڑنے کا اعلان کیا ہے اور اس عرصہ میں برابر میری تائید اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی تردید کرتے رہے ہیں پس یہ عقیدہ بھی اصل بناء نہیں ہو سکتا۔

مجھ سے عقائد میں موافقت رکھنے پر سید محمد احسن صاحب کی تحریری شہادت

میں اس مضمون کے ختم ہونے سے پہلے مولوی صاحب کی طرف سے ایک تحریری شہادت میں اس امر کی پیش کرتا ہوں کہ مولوی سید محمد احسن صاحب نے ان تینوں عقائد کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اور ان کے منکروں کو فرعون وغیرہ کہا ہے بلکہ ان کی اشاعت

★ ستمبر ۱۹۱۴ء جلد ۹ نمبر ۹ صفحہ ۱ تا ۱۹ بعنوان "احمد علیہ السلام"

کی وجہ سے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا موعود بیٹا قرار دیا ہے۔

خواجہ کمال الدین صاحب جب ۱۹۱۴ء کے آخر میں ولایت سے واپس آئے تو انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء کے جلسہ منعقدہ لاہور میں ایک تقریر کی اور چھپوا کر کثرت سے شائع کی۔ اس کا جواب میں نے "القول الفصل" میں دیا۔ اس رسالہ میں میں نے ان تینوں مسئلوں یعنی نبوت حضرت مسیح موعودؑ و کفر غیر احمدیاں اور پیشگوئی اسمہٗ احمد پر بحث کی ہے۔ چنانچہ ان تینوں مسئلوں کے متعلق ہیں اس رسالہ میں سے چند فقرات اس جگہ نقل کرتا ہوں۔ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھا ہے:۔

"اگر کوئی شخص حقیقی نبی کے یہ معنے کرے کہ وہ نبی جو بناوٹی یا نقلی نہ ہو۔ بلکہ درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کے رو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں کے رو سے حضرت مسیح موعودؑ حقیقی نبی تھے۔ گو ان معنوں کی رو سے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے حقیقی نبی نہ تھے۔"

(القول الفصل صفحہ ۱۲ مطبوعہ قادیان جنوری ۱۹۱۵ء)

"ہمارے اعتقاد کے مطابق مسیح موعودؑ کی ظلّی اور بروزی نبوت کے صرف اس قدر معنے ہیں کہ آپ کو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور اطاعت میں ملی ہے اور پہلے نبیوں کو براہ راست نبوت ملی تھی۔ اور اس کے ہرگز یہ معنے نہیں کہ آپ کی نبوت کوئی آنریری خطاب تھا جس کی کوئی اصل یا حقیقت نہیں۔ اور جس نبوت سے وہ حقوق حاصل نہیں جو نبیوں کو حاصل ہوتے ہیں۔"

(القول الفصل ص۱۵ مطبوعہ قادیان جنوری ۱۹۱۵ء)

اس رسالہ میں صفحہ ۲ سے لے کر صفحہ ۲۶ تک نبوت کے مسئلہ پر بحث ہے اور اس کے سب پہلوؤں پر مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے اور کوئی ایسی بات نہیں جو بیان کرنے سے رہ گئی ہو۔ اس سے آگے صفحہ ۲۷ سے لے کر صفحہ ۳۲ تک اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے متعلق بحث ہے۔ اور اس میں سے بعض فقرات یہ ہیں:۔

"حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں۔ کیونکہ یہاں (آیۃ اسمہٗ احمد واقعہ سورہ صف میں) صرف احمد کی پیشگوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد اور محمد دونوں تھے۔" (القول الفصل صفحہ ۲۷ مطبوعہ قادیان جنوری ۱۹۱۵ء)

پھر لکھا ہے :۔

" اور اسمہٗ احمد کا مصداق مسیح موعودؑ ہے"۔ (القول الفصل صفحہ ۳۱ مطبوعہ قادیان جنوری ۱۹۱۵ء)

غرض اس کتاب میں چھ صفحات پر حضرت مسیح موعود کے حوالوں اور حضرت خلیفہ اوّل کی شہادت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کا مصداق ثابت کیا گیا ہے مسئلہ تکفیر غیر احمدیوں کے متعلق صفحہ ۳۳ میں مَیں نے لکھا ہے۔

" دوسرا مسئلہ کفر ہے جس پر خواجہ صاحب نے بحث کی ہے۔ اس مسئلہ پر میں خود حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تحریریں شائع کر چکا ہوں۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ میرا وہی عقیدہ ہے"۔

اس کے نیچے حاشیہ میں بتایا ہے کہ مفصل دیکھو رسالہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء۔ یہ وہ رسالہ ہے جس میں میرا چالیس صفحہ کا مضمون تکفیر غیر احمدیان کے متعلق شائع ہوا تھا۔ اور جس میں سے بعض فقرات میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔ پھر لکھا ہے :۔

"پس جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے۔ وہی مرزا صاحبؑ کے منکر کی نسبت ہے"۔

(القول الفصل صفحہ ۳۳ مطبوعہ قادیان جنوری ۱۹۱۵ء)

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ القول الفصل میں کھول کھول کر یہ امر بیان کر دیا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ آپ کے منکر کافر ہیں اور یہ کہ آپؑ آیت اسمہٗ احمد کے مصداق ہیں۔ یہ کتاب جنوری ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی ہے اور مولوی سید محمد احسن صاحب کے پاس بھیجی گئی۔ اس کے متعلق مولوی سید محمد احسن صاحب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کو تحریر کرتے ہیں :۔

" القول الفصل اوّل سے اخیر تک خاکسار نے سُنا اس کی نسبت میں عرض کر چکا ہوں کہ اس میں سب طرح سے اتمام حجت منکرین خلافت پر کیا گیا ہے"۔

پھر ان کے بیٹے سید محمد یعقوب صاحب کا لکھا ہوا ایک خط ان کی طرف سے مجھے بھیجا گیا تھا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں :۔

" رسالہ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ کو خاکسار نے جناب والد صاحب کو سنایا۔ دعاوی صادقہ اور مصدوقہ سن کر ایسے خوش ہوئے کہ عوارض لاحقہ متعلقہ پیری و دیگر امراض کو فراموش کر دیا اور کہنے لگے کہ الحمد للہ مَیں نے وہ وقت پا لیا کہ جس کا میں سالہا سے منتظر تھا۔۔۔۔۔ یہاں پر آل فرعون لاہوریوں کی نسبت جناب والد صاحب کی طرف سے لکھتا ہوں۔ خارجاً معلوم ہوا کہ اس رسالہ الفصل کو ایک شیطان* نے یہ کہا کہ مصنف رسالہ شریر ہے، کذّاب ہے، چالباز ہے، میں سارے پردے اس

* یہ فتویٰ مولوی صاحب کا خواجہ کمال الدین صاحب کی نسبت ہے۔

کے کھولوں گا۔ یہ قول تو اس کا ایک ادنیٰ ہے۔ اس کا تو وہی حال ہے جو فرعون کا تھا...... اگر بالآخر توبہ نہ کی تو غرق طوفان ضلالت میں ہو جاوے گا۔ آمین۔" (مؤرخہ ۱۱ر فروری ۱۹۱۵ء)

مولوی سید محمد احسن صاحب کے ان دونوں خطوط سے ثابت ہوتا ہے کہ سید صاحب نے رسالہ القول الفصل کو بغور شروع سے آخر تک سنا۔ اور اس کے مضمون کو صادقہ اور مصدوقہ پایا۔ یعنی وہ مضامین سچے بھی ہیں اور خدا تعالیٰ اور اس کے راست باز بندوں کی طرف سے ان کی صداقت ثابت بھی کی گئی ہے۔ اور یہ کہ اس کتاب کے سننے سے آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ کو اپنی بیماری بھی بھول گئی۔ اور آپ نے اس کو سن کر مجھ میں وہ بات پالی۔ جس کے آپ سالہا سال سے منتظر تھے (اس سے آپ کا اشارہ میرے موعود بیٹا ہونے کی طرف ہے جس کا ذکر آپ اکثر خطبات و گفتگو میں فرمایا کرتے تھے) اور اس کتاب کو برا کہنے والے کو آل فرعون اور فرعون اور طوفان ضلالت میں غرق ہونے والا قرار دیا۔ پس اس قدر تائید اور اتفاق کے بعد جو ان مسائل سے سید صاحب ظاہر فرما چکے ہیں۔ انہی مسائل کی بناء پر وہ کس طرح بیعت توڑنے کا اعلان کر سکتے ہیں۔ ایسی بات تو کسی عقلمند کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔ ضرور ہے کہ حقیقت کچھ اور ہو۔ اور یا تو مولوی صاحب کو دھوکا دیا گیا ہو یا فریب سے ان کی طرف وہ باتیں منسوب کر دی گئی ہوں۔ جو انہوں نے نہ کہی ہوں۔ پس یہ کہنا کہ سب سے پرانے اور سب سے عالم صحابی مسیح موعودؑ نے میرے عقائد کے خلاف لکھا ہے۔ درست نہیں۔ کیونکہ ان مسائل کی اس قدر تائید کے بعد سید صاحب کا ان کو مسائل کفریہ قرار دینا کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مسئلہ تکفیر غیر احمدیاں کے متعلق جو میرا مضمون تشحیذ الاذہان میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی تائید میں مولوی صاحب کا ایک اور خط بھی ہے۔ جس میں سے اقتباس ذیل امید ہے کہ حق پسند لوگوں کے لئے مفید ہو گا۔ مولوی صاحب میرے اس مضمون کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"میری رائے ناقص میں کفر و کافر کی بحث میں آپ نے تبلیغ کامل کر دی ہے۔ اب اس بحث کی طرف بالکل توجہ نہ فرماویں۔ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ" (المائدۃ: ۱۰۶)

یہ خط میرے مضمون متعلق تکفیر احمدیاں کے متعلق ہے۔ جو اپریل ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا اور یہ خط ۶ ستمبر ۱۹۱۱ء کو مولوی صاحب نے میرے نام اپنے وطن امروہہ سے لکھا۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا دسواں امر

دسویں بات مولوی صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ سیّد صاحب کے علاوہ اور بہت سے تعلیم یافتہ بھی میرے عقائد سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اور میری مخالفت روز بروز نمایاں ہو رہی ہے۔

میں اس امر کے متعلق پہلے بھی لکھ آیا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری جماعت کے تمام لوگ الا ماشاء اللہ عقائد میں میرے متفق ہیں۔ اور کیا عقل اس بات کو تجویز کر سکتی ہے کہ اس آزادی کے زمانہ میں جبکہ نہ میرے پاس حکومت ہے نہ طاقت تعلیم یافتہ لوگ میرے خیالات سے بیزار بھی ہوں اور پھر میرے ساتھ بھی ہوں۔ ان کا میرے ساتھ ہونا ہی اس امر کی علامت ہے کہ وہ میرے ہم خیال ہیں۔ اور اگر فی الواقع مولوی صاحب کا یہ دعویٰ درست ہے تو کم سے کم سَو ایسے تعلیم یافتوں کی فہرست شائع کر دیں۔ جو میرے عقائد سے بیزار ہیں اور اگر ان کی مراد ان چند مرتدین سے ہے۔ جو میری جماعت سے نکل کر ان کے ساتھ جا ملے ہیں تو میں اس بات کے لئے بھی تیار ہوں کہ مولوی صاحب ان لوگوں کی فہرست کا مقابلہ ان لوگوں کی تعداد سے کریں۔ جو ان سے جدا ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری بیعت میں داخل ہوئے ہیں۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا گیارہواں امر

گیارہویں بات مولوی صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ بوجہ تنگ ظرفی کے میں احمدیوں کو فاسق کہتا ہوں۔ مگر تعجب ہے کہ یہ الفاظ اس شخص کے منہ سے نکلتے ہیں جو اسی کتاب کے ابتدائی صفحات میں مجھے اور میرے ساتھیوں کو ضالّ کہہ چکا ہے۔ کیا ضالّ زیادہ سخت لفظ ہے یا فاسق؟ ضالّ کا لفظ تو ایسا سخت ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ دُعا مانگیں کہ ہم ضالّ نہ ہو جائیں۔ مگر باوجود اس کے مولوی صاحب ہمیں ضالّ کہتے ہیں۔ دیکھو سپلٹ صفحہ ۳ تا ۸۔ اگر کہیں کہ ہم تو قرآن کریم اور حدیث کے مطابق کہتے ہیں۔ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم آپ کو سورہ نور کی آیت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے ماتحت فاسق کہتے ہیں۔ جس میں خلفاء کے ذکر کے ساتھ فرمایا ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور: ۵۶) اور آپ کے پاس تو ہمیں ضالّ کہنے کی کوئی دلیل نہیں جیسا کہ میں پہلے

ثابت کر چکا ہوں۔ مگر ہمارے پاس دلیل ہے کیونکہ علاوہ قرآن کریم کے صاف ارشاد کے حضرت خلیفۃ المسیح علی الاعلان اپنے نہ ماننے والوں پر فاسق کا فتویٰ لگا چکے ہیں۔ اور آپ لوگ ان کی بات کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

تاریخ اختلاف سلسلہ کا بارہواں امر

بارہویں بات اختلاف سلسلہ کے متعلق مولوی صاحب نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ میں نے ایک تدبیر ایسی کر رکھی ہے کہ جس کی وجہ سے جماعت کو اندھیرے میں رکھا ہے اور کہہ دیا ہے کہ کوئی احمدی ان سے تعلق نہ رکھے۔ ان کے ساتھ مل کر کھانا نہ کھائے اور نہ ان سے کوئی دوستانہ گفتگو کرے اور نہ ان کی شائع کردہ کتاب یا رسالہ پڑھے اور اس وجہ سے میرے متبع ان دلائل سے ناواقف ہیں جن کے ذریعہ سے میرے ان عقائد کی جو مسیح موعودؑ کے مخالف ہیں تردید کی جاتی ہے۔ یہ آخری کڑی مولوی صاحب کے بیان کردہ واقعات اختلاف سلسلہ کی بھی ویسی ہی کمزور اور جعلی ہے جیسی کہ پہلی۔ کیونکہ میں نے کبھی کسی مبائع سے نہیں کہا کہ وہ غیر مبائعین سے دوستی نہ رکھے اور ان سے مل کر کھاوے نہیں اور نہ ان کی کتاب پڑھے۔ یہ ایک جھوٹ ہے جو مولوی صاحب نے مجھ پر باندھا ہے۔ اس کے برخلاف میں دیکھتا ہوں کہ ۱۹۱۵ء میں جب عزیزم عبدالحی مرحوم (ولد حضرت خلیفہ اول) کی وفات پر مولوی صاحب معہ چند رفقاء کے یہاں تشریف لائے تو میں نے ان کی دعوت کی اور مولوی شیر علی صاحب کو بھیجا کہ وہ ان کو بلا لائیں بلکہ اس سے بھی پہلے اسی سال میں مجھے لاہور برائے علاج جانے کا اتفاق ہوا۔ تو میرے مبائعین میں سے بعض نے مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کی دعوت کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب قادیان تشریف لائے اور سیدھے مقبرہ بہشتی کو چلے گئے۔ مجھے کسی نے اطلاع دی۔ میں نے ان کے بلانے کے لئے آدمی بھیجے اور پھر خود بھی گیا اور ان سے ملا اور ان سے ٹھہرنے کے لئے کہا۔ لیکن بوجہ ضروری کام کے انہوں نے عذر کیا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے لوگ جہاں جہاں غیر مبائعین پائے جاتے ہیں ان سے ملتے رہتے ہیں۔ مگر بعض لوگ متفنی ہوتے ہیں اور شرارت پر آمادہ رہتے ہیں اور دھوکا دہی ان کا کام ہوتا ہے اور فساد کی وہ جستجو میں رہتے ہیں اور بدعقیدگی کے بانی اور اختلاف کے محرک ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بیشک میری جماعت کے لوگ کنارہ کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے اپنی جماعت کے لوگوں کا ملنا بیشک میں ناپسند بھی کرتا ہوں مگر مجھے نہیں یاد کہ میں نے کبھی اس مضمون کا اعلان کیا ہو۔ اور جبکہ مولوی محمد علی صاحب خود ہماری دعوت کو رد کر چکے ہیں تو پھر ان کا کیا حق ہے کہ وہ ہم پر الزام

دھریں۔ وہ خود دعوت مسنونہ کے رد کرنے کے مجرم ہیں۔ اور ان کے اس فعل کے بعد ہم پر ہرگز واجب نہیں ہے کہ ہم ان کی دعوت قبول کریں۔ ان کی دعوت کا قبول کرنا اب بے غیرتی ہے اور مؤمن بے غیرت نہیں ہوتا۔ مَیں نے تو مدت تک چاہا کہ ان لوگوں سے تعلقات قطع نہ ہوں اور یہ لوگ راستی کی طرح آویں۔ مگر مولوی صاحب نے شروع میں افتراق اور فساد میں اپنا فائدہ دیکھا۔ قادیان کو چھوڑ کر چلے گئے اور اپنی الگ انجمن بنالی۔ اور مجھ پر طرح طرح کے اتہام لگائے اس کے بعد ان کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے میل جول کی درخواست کریں۔ اوّل تو خلافت کا انکار کر کے اور جماعت کو فتنہ میں ڈال کر مولوی صاحب اور ان کے وہ ساتھی جو بانی فساد ہیں شرعاً اس امر کے مستحق تھے کہ ان سے قطع تعلق کیا جائے★۔ اور بالکل ان سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ مگر جبکہ ان سے خاص رعایت کر کے ہم نے چاہا کہ ان سے میل جول کریں تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور باوجود بار بار کی درخواست کے ہماری دعوت کو رد کر دیا۔ اور اب اُلٹے ہم پر الزام لگاتے ہیں۔

قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی تحریر مولوی محمد علی صاحب کے مفید مطلب نہیں

مولوی صاحب اور ان کے رفقاء اس الزام کی تائید میں مکرمی قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کے ایک مضمون کا حوالہ دیا کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے خواجہ صاحب کی آمد پر ان سے ہوشیار رہنے کے لئے جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اوّل تو یہ مضمون میرا نہیں بلکہ میری جماعت کے لوگوں میں سے ایک شخص کا خیال ہے۔ دوم۔ یہ کہ قاضی صاحب تو عام احمدیوں کو رئیس المفسدین کے متعلق ایک نصیحت کرتے ہیں۔ عام مبائعین اور غیر مبائعین کے تعلقات یا دونوں فریق کے سربرآوردوں کے آپس کے تعلقات کے متعلق کہاں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ خود قاضی صاحب موصوف مولوی صاحب سے ملنے کے لئے پیغام بلڈنگس میں گئے تھے۔ مگر مولوی صاحب نے ان کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اکرام ضیف کا بھی خیال نہ رکھا۔ مگر قاضی صاحب کا مضمون عام ہوتا تو وہ خود کیوں مولوی صاحب کو ملنے جاتے۔ اصل بات یہ

★ صحابہؓ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص خلافت کے بالمقابل کھڑا ہوتا ہے اس سے قطع تعلق کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت جب بعض انصارؓ نے سعد بن عبادہ کو دوسرا امام پیش کیا اور صحابہؓ نے دو امام تسلیم نہ کئے۔ تو سعد نے بیعت سے احتراز کیا۔ گو احکام خلافت کے قبول کرنے سے انہوں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق فرمایا کہ اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ یعنی سعد سے قطع تعلق کرو۔ چنانچہ صحابہؓ ان سے بالکل تعلق نہیں رکھتے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام عربی جلد ۴ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء)

ہے کہ یہ ایک بہانہ ہے جو ان لوگوں نے ہم سے جدائی کے لئے بنایا ہے۔ اگر واقع میں دیکھا جائے تو میرے مبائعین ان سے بہت زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ بہ نسبت اس کے جو ان کے ہمراہی مبائعین سے رکھتے ہیں۔ ہر سال ان کے جلسہ پر ہمارے کچھ نہ کچھ آدمی جاتے ہیں۔ مگر ان کے آدمی سوائے اس سال کے کہ خاص طور پر مدعو کئے جانے پر چند آدمی آئے تھے کبھی نہیں آئے بلکہ جب کوئی ہمارا آدمی چلا جاوے تو اس کی سخت ہتک کی جاتی ہے اور ذلیل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دوست میاں عبدالعزیز صاحب اوورسیر کا خط چند دن ہی ہوئے مجھے ملا ہے کہ میں ان لوگوں کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے اپنے پاس اُترنے بھی نہیں دیا۔ غرض ان لوگوں کی سختی میرے احباب سے اس قدر بڑھی ہوئی ہے اور پھر دھوکا دہی اس قدر ترقی کر گئی ہوئی ہے کہ ان لوگوں کے پاس جاکر ہمارے احباب کی عزتیں معرض خطر میں ہوتی ہیں اور سوائے ایسے لوگوں کے کہ جن سے انہیں امید ہو کہ شاید ہم میں مل جاویں یا صاحب ثروت لوگ ہوں کہ ان سے کچھ فائدہ اُٹھانا چاہیں دوسروں کو یہ لوگ منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتے۔

کتابوں کے متعلق بھی اگر دیکھا جاوے تو میری جماعت میں ایسے بہت لوگ ملیں گے جنہوں نے ان کی کتابیں پڑھی ہیں بہ نسبت مولوی صاحب کے ایسے ہم خیال لوگوں کے جنہوں نے میری کتب پڑھی ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کے اعتراض کا ایک اور طریق سے دفعیہ

آخر میں مَیں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت کہ میں یہ حصہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ مولوی صاحب کا یہ اعتراض کہ ان کے مُرید اس لئے دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں کہ یہ ان کو ہماری باتیں سننے نہیں دیتے۔ ایک اور طرح بھی دُور کر دیا گیا ہے اور بالکل بے حقیقت اور جھوٹا ہو گیا ہے اور وہ اس طرح کہ جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں اس جلسہ پر یعنی ۱۹۱۸ء کے جلسہ سالانہ پر بوجہ میری بیماری کے دسمبر ۱۹۱۸ء سے ملتوی کر کے مارچ ۱۹۱۹ء کو کیا گیا تھا۔ میری طرف سے خاص طور پر غیر مبائعین کو بلوایا گیا تھا۔ چنانچہ تیس کے قریب ان کے چیدہ آدمی آئے جنہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ ان کو بولنے کا وقت دیا جائے چونکہ یہ لوگ مدعو تھے یہ خیال کر کے کہ وہ ہمارے مہمان ہیں مَیں نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا اور انہیں کہا کہ وہ اپنے میں سے ایک آدمی مقرر کریں جو ان کے خیالات کو حاضرین جلسہ کے سامنے بیان کرے اور اتنے وقت کے لئے بول سکے جس قدر وقت کہ انہوں نے ہمارے آدمی کو اپنے جلسے میں بولنے کے لئے دیا

تھا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ چونکہ وفد کے ممبروں میں سے کوئی ایسا موزوں آدمی نہیں ہے جو کہ اس موقع پر بول سکے اس لئے اجازت دی جائے کہ سید مدثر شاہ ان کی طرف سے بولیں انہوں نے یہ بھی درخواست کی کہ ان کے لیکچرار کو تقریر کے لئے اس سے زیادہ وقت دیا جائے جو انہوں نے اپنے جلسے میں ہمارے نمائندے کو دیا تھا۔ مَیں نے ان کی دونوں درخواستوں کو منظور کرلیا۔ چنانچہ حافظ روشن علی صاحب کی تقریر کے بعد جس کا عنوان "نبوت مسیح موعودؑ" تھا اجازت دی گئی کہ فریق مخالف کے نمائندہ ایک گھنٹہ تک حاضرین جلسہ کے سامنے جنکی تعداد قریب چھ ہزار احمدیوں کی تھی اور جو ملک کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے تھے اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ چنانچہ میر مدثر شاہ صاحب نے ایک گھنٹہ تک تقریر کی جب وہ اپنی تقریر کو ختم کر چکے تو ان کے دلائل کو میر محمد اسحٰق صاحب نے رد کیا۔ اس واقعہ نے ہمیشہ کے لئے فریق مقابل کی اس شکایت کو دُور کر دیا کہ احمدیوں کو ان کے دلائل سننے سے روکا جاتا ہے۔ الحمدللہ کہ فریق مقابل کے خیالات سننے سے احمدیوں کا ایمان اپنے عقائد کے متعلق اور بھی مضبوط ہوگیا۔ اور ان پر فریق مقابل کے خیالات کی کمزوریاں اور غلطیاں کھل گئیں۔ میر محمد اسحٰق صاحب کی تقریر سے اس قرآنی صداقت کی ایک اور مثال قائم ہوگئی کہ سچ کے آگے جھوٹ نہیں ٹھہر سکتا۔

اب میں یکے بعد دیگرے تمام ان باتوں کا جو مولوی محمد علی صاحب کی کتاب "اختلافاتِ سلسلہ" میں قابلِ رد تھیں رد کر چکا ہوں اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص بھی ان دلائل کو منصفانہ نظر سے دیکھے گا اسے پورا پورا یقین ہو جائے گا کہ مولوی محمد علی صاحب اپنی کتاب "دی سپلٹ" میں متواتر غلط بیانیوں سے کام لیتے چلے گئے۔ اور اختلافات سلسلہ کو بیان کرتے وقت انہوں نے کم سے کم چوبیس جگہوں پر جان بوجھ کر اور خدا کے خوف اور قہر سے الگ ہو کر خلاف بیانی سے کام لیا ہے۔ وہ لوگ جو دور دراز ممالک میں رہتے ہیں اور سلسلہ کے مرکز سے پیوستگی کے ان کے پاس سامان نہیں ہیں اور اس کے حالات سے پوری طرح واقف نہیں ہیں وہ اس طرح واقعات کی حقیقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جس طرح کہ وہ لوگ جنہوں نے کہ ان واقعات کو بچشم خود دیکھا ہے۔ تاہم وہ زبردست شہادتیں جو اس کتاب میں جمع کردی گئی ہیں وہ اُمید ہے کہ ان کو بھی آسانی سے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے قابل کر دیں گی اور اس مقولہ کے مطابق کہ دیگ میں سے ایک چاول ہی کافی ہوتا ہے۔ وہ پیچدار اور صداقت سے دور باتیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہوں گی کہ وہ شخص جس نے ان کو پبلک کے سامنے پیش کرنے کی دلیری کی ہے کس دل و دماغ کا انسان ہے۔ جن باتوں کے متعلق مَیں

نے تحریری ثبوت پیش کر دیا ہے۔ ان باتوں کے متعلق کسی اور شہادت کی ضرورت ہی نہیں۔ مگر جو امور ایسے ہیں کہ جن کے متعلق کوئی تحریری شہادت پیش نہیں کی جاسکتی صرف زبانی شہادت سے ان کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے متعلق میں مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر وہ ان کے متعلق میرے بیان کو جھوٹا قرار دیتے ہیں تو قسم کھا کر بیان کریں کہ مَیں نے ان کے بیان کرنے میں جھوٹ سے کام لیا ہے۔ لیکن مَیں خوب جانتا ہوں کہ مولوی صاحب اس طریق کو کبھی اختیار نہیں کرینگے کیونکہ وہ قسم اور مباہلہ کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق فیصلہ اسلام کا پسندیدہ بلکہ اسلام کی صداقت کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اس طریق فیصلہ کو اختیار کر کے وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکا کر اپنی ہلاکت کا سامان نہ پیدا کر لیں اور ان کی شامتِ اعمال ان کے پیش نہ آجائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

باب دوم

اختلافات سلسلہ کی سچّی تاریخ کے صحیح حالات

مولوی محمد علی صاحب نے اختلاف سلسلہ کے بیان کرنے میں جن غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ ان کی تردید کے بعد اب میں اختلافات کے صحیح حالات تحریر کرتا ہوں۔ تاکہ ہمارے وہ احباب جو اس وقت تک اس اختلاف کی حقیقت سے واقف نہیں اس سے آگاہ ہو جاویں اور وہ لوگ بھی جو سلسلہ میں تو داخل نہیں لیکن اس سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اختلاف کو دیکھ کر شش و پنج میں ہیں اصل حالات کا علم حاصل کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے کے قابل ہو سکیں۔

رُوحانی سلسلوں میں کمزور ایمان والے

ہر ایک رُوحانی سلسلہ میں کچھ لوگ ایسے بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ جو گو اس کو سچّا سمجھ کر ہی اس میں داخل ہوتے ہیں لیکن ان کا فیصلہ سطحی ہوتا ہے اور حق ان کے دل میں داخل نہیں ہوُا ہوتا۔ ان کا ابتدائی جوش بعض دفعہ اصل مخلصوں سے بھی ان کو بڑھا کر دکھاتا ہے۔ مگر ایمان کی جڑیں مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت خطرہ ہوتا ہے کہ وہ مرکز سے ہٹ جائیں اور حق کو پھینک دیں۔ ایسے ہی چند لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ میں بھی داخل ہوئے اور ان کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں کو بھی ابتلاء آیا۔

خواجہ کمال الدین صاحب کا احمدیت میں داخلہ

خواجہ کمال الدین صاحب جو ووکنگ مشن کی وجہ سے خوب مشہور ہو چکے ہیں میرے نزدیک اس سب اختلاف کے بانی ہیں اور مولوی محمد علی صاحب ان کے شاگرد ہیں جو بہت بعد ان کے ساتھ شامل ہوئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہماری طرف سے متعدد دفعہ یہ بات شائع ہو چکی ہے کہ اصل میں خواجہ صاحب کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق

کئی قسم کے شکوک پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے مولوی محمد علی صاحب سے بیان کئے جس سے ان کے خیالات بھی خراب ہو گئے۔ اسی وجہ سے اس قصہ کے مشابہ قصہ تیار کرنے کے لئے ان کو ظہیر الدین کا قصہ تیار کرنا پڑا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں تو اس کو حق سمجھ کر ہی داخل ہوئے تھے۔ لیکن ان کے داخل ہونے کا یہ باعث نہ تھا کہ سلسلہ کی صداقت ان کے دل میں گھر کر گئی تھی۔ بلکہ اصل باعث یہ تھا کہ وہ اسلام سے بیزار ہو کر مسیحیت کی طرف متوجہ ہو رہے تھے اور چونکہ اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں ان کا دل اس وقت سخت کشمکش میں تھا۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے سامنے انہوں نے مسیحی پادریوں کو بھاگتے دیکھا تو ان کو اس کشمکش سے نجات ہوئی۔ اور ان کو اسلام میں بھی ایک ایسا مقام نظر آنے لگا جہاں انسان اپنا قدم جما کر مغربی علوم کے حملوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ چونکہ یہ فائدہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے حاصل ہوا تھا وہ آپ کی جماعت میں شامل ہو گئے اور اس وقت خیال کر کے یہی کہنا چاہئے کہ سچے دل سے داخل ہوئے اور واقع میں جس شخص کے ذریعہ سے انسان ایسے خطرناک ابتلاء سے بچے وہ اسے ہر ایک درجہ دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس مسیح موعودؑ کو خواجہ صاحب نے مانا تو سہی لیکن آپ کے دعویٰ کی صداقت کا امتحان کر کے نہیں بلکہ اس کے احسان سے متاثر ہو کر جو اسے مسیحیت سے بچانے اور اپنے رشتہ داروں کی جدائی سے محفوظ کر دینے کی صورت میں اس نے کیا یہ بات ظاہر ہے کہ ایسا تعلق دیرپا نہیں ہوتا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور خواجہ صاحب کی نظر سے وہ زمانہ اوجھل ہوتا گیا۔ جب وہ مسیحیت اور اسلام کے درمیان کھڑے تھے۔ اور ایک طرف تو مسیحیت کی دلفریب تعلیم انہیں لبھا رہی تھی اور دوسری طرف اپنے عزیز و اقرباء کی جدائی ان کو خوف دلا رہی تھی ان کا ایمان اور تعلق بھی کمزور ہوتا گیا۔ حتّٰی کہ ڈپٹی آتھم کی پیشگوئی کے وقت وہ مرتد ہوتے ہوتے بچے۔

مسیح موعودؑ کا مضمون برائے جلسہ اعظم اور خواجہ صاحب

۱۸۹۷ء میں جب لاہور میں جلسہ اعظم کی بنیاد پڑی اور حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اس میں مضمون لکھنے کے لئے کہا گیا تو خواجہ صاحب ہی پیغام لے کر آئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ان دنوں میں اسہال کی تکلیف تھی باوجود اس تکلیف کے آپ نے مضمون کا لکھنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ختم کیا۔ مضمون جب خواجہ صاحب کو حضرت

مسیح موعودؑ نے دیا۔ تو انہوں نے اس پر بہت کچھ ناامیدی کا اظہار کیا۔ اور خیال ظاہر کیا کہ یہ مضمون قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا جاوے گا اور خواہ مخواہ ہنسی کا موجب ہوگا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ "مضمون بالا رہا"★ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے قبل از وقت اس الہام کے متعلق اشتہار لکھ کر لاہور میں شائع کرنا مناسب سمجھا۔ اور اشتہار لکھ کر خواجہ صاحب کو دیا کہ اسے تمام لاہور میں شائع اور چسپاں کیا جائے اور خواجہ صاحب کو بہت کچھ تسلی اور تشفی بھی دلائی۔ مگر خواجہ صاحب چونکہ فیصلہ کئے بیٹھے تھے کہ مضمون نعوذ باللہ لغو اور بیہودہ ہے انہوں نے نہ خود اشتہار شائع کیا نہ لوگوں کو شائع کرنے دیا۔ آخر حضرت مسیح موعودؑ کا حکم بتا کر جب بعض لوگوں نے خاص زور دیا تو رات کے وقت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر چند اشتہار دیواروں پر اونچے کر کے لگا دیئے گئے تاکہ لوگ ان کو پڑھ نہ سکیں اور حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کہا جا سکے کہ ان کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب کے خیال میں وہ مضمون جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "بالا رہا" اس قابل نہ تھا کہ اسے ایسے بڑے بڑے محققین کی مجلس میں پیش کیا جاوے۔ آخر وہ دن آیا جس دن اس مضمون کو سنایا جانا تھا مضمون جب سنایا جانا شروع ہوا تو ابھی چند منٹ نہ گزرے تھے کہ لوگ بُت بن گئے اور ایسا ہوا گویا ان پر سحر کیا ہوا ہے وقت مقررہ گزر گیا مگر لوگوں کی دلچسپی میں کچھ کمی نہ آئی اور وقت بڑھایا گیا مگر وہ بھی کافی نہ ہوا۔ آخر لوگوں کے اصرار سے جلسہ کا ایک دن اور بڑھایا گیا اور اس دن بقیہ لیکچر حضرت مسیح موعودؑ کا ختم کیا گیا۔ مخالف اور موافق سب نے بالاتفاق کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا لیکچر سب سے بالا رہا اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات پوری ہوئی۔ مگر اس زبردست پیشگوئی کو خواجہ صاحب کی کمزوری ایمان نے پوشیدہ کر دیا۔ اب ہم ان واقعات کو سناتے ہیں مگر کجا ہمارے سنانے کا اثر اور کجا وہ اثر جو اس اشتہار کے قبل از وقت شائع کر دینے سے ہوتا۔ اس صورت میں اس پیشگوئی کو جو اہمیت حاصل ہوتی ہر ایک شخص بخوبی ذہن میں لا سکتا ہے۔

خواجہ صاحب کی احمدیت کے مغز سے ناواقفیت

اسی قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے احمدیت کے مغز کو نہیں پایا تھا اور ان کا احمدیت میں داخل ہونا درحقیقت اس احسان کا نتیجہ تھا جو حضرت مسیح موعودؑ نے ان پر کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دشمنوں کی طرف سے بعض مقدمات ہوئے ان میں خواجہ صاحب پیروکار ہوتے تھے۔ اس دوران میں بھی خواجہ صاحب نے بعض کمزوریاں دکھائیں۔ جن کے بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

★ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۹۱

۱۹۰۵ء میں "وطن" اخبار کی ایک تحریک پر کہ ریویو آف ریلیجنز میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر نکال دیا جاوے اور عام اسلامی باتیں ہوں تو غیر احمدی بھی اس میں مدد کریں گے۔ خواجہ صاحب تیار ہو گئے کہ ایسا ہی کر لیا جاوے اور یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ ایک ضمیمہ ریویو کے ساتھ ہو جس میں کہ سلسلہ کے متعلق ذکر ہو اصل رسالہ میں عام باتیں ہوں۔ اس فیصلہ پر اس قدر شور ہوا کہ آخر ان کو دبنا پڑا اور یہ تجویز خواجہ صاحب کے دل ہی دل میں رہ گئی۔ مگر خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی اس تحریک سے ایک شخص ڈاکٹر عبدالحکیم مُرتد کو جو مدت سے گندے عقائد میں مبتلا تھا جرأت ہو گئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس بارہ میں خط و کتابت شروع کر دی اور گو محرّک اس خط و کتابت کا خواجہ صاحب کا سمجھوتہ تھا۔ جو ایڈیٹر وطن سے ریویو کے متعلق کیا گیا تھا۔ مگر دراصل اس خط و کتابت میں بعض ایسے عقائد کی بنیاد پڑ گئی جو آئندہ کے لئے غیر مبائعین کے عقائد کا مرکزی نقطہ قرار پائے۔

عبدالحکیم نے ابتداء ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ کو سب سے پہلا خط لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ

۱۔ سوائے ان کے جو ہمیں کافر کہتے ہیں باقی کے پیچھے نماز جائز ہونی چاہئے۔

۲۔ ریویو آف ریلیجنز کے متعلق جو تجویز خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے کی تھی اسے مان لیا جاوے اور اس پر عمل کیا جاوے۔

۳۔ حضرت مسیحؑ کا وجود خادم اسلام ہے نہ اصل اسلام پس آپ کے وجود کو پیش کرنے کی خاطر اسلام کی اشاعت میں روک نہ ڈالی جاوے۔

۴۔ عام قاعدہ حکمت کے ماتحت پہلے شرک، بدعت وغیرہ بڑے مسائل لوگوں کے سامنے پیش کئے جاویں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی ذات کو پیش کیا جاوے۔

۵۔ صرف وفاتِ مسیح پر اس قدر زور نہ دیا جاوے دوسرے مسائلِ اسلام کی طرف بھی توجہ کی جاوے۔

۶۔ احمدیوں کی اخلاقی حالت بہت گری ہوئی ہے ان کی عملی حالت کی درستی کی طرف خاص توجہ کی جاوے۔

۷۔ ہماری جماعت کا مشنری کام بہت سُست ہے اس کی طرف خاص توجہ کی جائے۔ ہم غیر احمدی مسلمانوں سے سلام تک ترک کر بیٹھے ہیں حالانکہ عدم تبلیغ کے مجرم ہم ہیں۔

۸۔ اسلام کی طرف سچی رہبر فطرتِ صحیحہ اور سچی تعلیم ہے نہ کہ محض پیشگوئیاں۔ پس قرآنی تعلیم کو مردہ قرار

دینا حد درجہ کی بے باکی ہے (یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے جو وطن کی تحریک کے متعلق کہی گئی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر درمیان سے ہٹا کر کیا مردہ اسلام پیش کیا جاوے۔ مرزا محمود احمد) اگر احمدؐ اور محمدؐ جدا نہیں تو جس رنگ میں محمدی تعلیم تیرہ سو سال سے ہوتی چلی آئی ہے اسے اب مُردہ کیوں قرار دیا جاوے۔ اسلام کی ہتک اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ اس کی زندگی کا دارومدار ایک تیرہ سو سال بعد آنے والے شخص پر رکھا جاوے۔

۹۔ یہ علمی زمانہ ہے قرآن کریم کے علمی مضامین کی اشاعت سے بہت فائدہ کی اُمید تھی۔ ضمیمہ الگ شائع ہوتا مرید اسے لیتے اور ریویو کی اشاعت بڑھ جاتی مگر افسوس کہ احمدی جماعت نے تنگ ظرفی کا نمونہ دکھایا اور جب کہ غیر احمدی تنگ ظرفی کی دیوار کو توڑنے لگے تھے انہوں نے اسے کھڑا کر دیا۔

پھر دوسرے خط میں لکھا ہے:۔

"کیا آپ کے نزدیک تیرہ کروڑ مسلمانوں میں کوئی بھی سچا خدا پرست راستباز نہیں۔ کیا محمدی اثر اس تمام جماعت پر سے اُٹھ گیا۔ کیا اسلام بالکل مُردہ ہو گیا۔ کیا قرآن مجید بالکل بے اثر ہو گیا۔ کیا رب العالمین، محمدؐ، قرآن، فطرت اللہ اور عقل انسان بالکل معطل اور بیکار ہو گئے کہ آپ کی جماعت کے سوا نہ باقی مسلمانوں میں راست باز ہیں نہ باقی دُنیا میں بلکہ تمام کے تمام سیاہ باطن سیاہ کار اور جہنّمی ہیں۔"

مجھے اس جگہ اس امر پر بحث نہیں کہ اس کے ان خطوط کا حضرت مسیح موعودؑ نے کیا جواب دیا کیونکہ ان مسائل کے متعلق آگے بحث ہو گی۔ اس وقت اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے ان خطوط کے جواب میں لکھ دیا کہ:۔

"اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ ہزار ہا آدمی جو میری جماعت میں شامل نہیں کیا راست بازوں سے خالی ہیں تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہئے کہ وہ ہزار ہا یہود اور نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے۔ کیا وہ راست بازوں سے خالی تھے۔ بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب مَیں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر یہ بات ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا جاوے

اس لئے میں آج کی تاریخ سے آپ کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں"۔

گو حضرت مسیح موعودؑ کی اس فوری اور سخت تنبیہ کا یہ نتیجہ تو نکلا کہ جماعت میں سے کسی اور شخص کو اس وقت عبدالحکیم کے خیالات کی تائید اور تصدیق کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اندر ہی اندر بعض لوگوں کے دل میں یہ خیالات گھر کر چکے تھے اور ان لوگوں کے سردار خواجہ صاحب تھے۔ واقعات بتاتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا ایمان اندر سے کھوکھلا ہو چکا تھا۔ بعد کی ان کی تحریرات سے ظاہر ہے کہ وہ ان خیالات کا شکار ہو گئے تھے اور اب سب دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ یہی عقائد پھیلا رہے ہیں۔

خواجہ صاحب کا مولوی محمد علی صاحب کو اپنا ہم خیال بنانا

جہاں تک میرا خیال ہے مولوی محمد علی صاحب شروع میں ان عقائد کی تائید میں نہ تھے۔ مگر خواجہ صاحب نے ان کو ایک کارآمد ہتھیار دیکھ کر۔ برابر اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی۔ اور آہستہ آہستہ حضرت مسیح موعودؑ پر زبان طعن کھولنے کی جرأت دلا دی۔ گو میرے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کی وفات تک ان کے ایمان میں زیادہ تزلزل واقعہ نہیں ہؤا تھا۔ مگر آپ کی وفات کے ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے بہت بڑا تزلزل مولوی صاحب کے خیالات میں آنا شروع ہؤا۔ اور اس کا باعث بعض بہت ہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوئیں۔ مولوی محمد علی صاحب کی طبیعت شروع سے ہی نہایت غصہ والی رہی ہے اور وہ کبھی اپنے خصم کی بات سن کر برداشت کرنے کے قابل ثابت نہیں ہوئے اور ایک دفعہ جب ان کے دل میں غصہ پیدا ہو جائے تو اس کا نکالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مخالف کو ہر طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے انجمن کے بعض کاموں میں مولوی محمد علی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں رنجش پیدا ہو جاتی تھی۔

خلافتِ اولیٰ میں مولوی محمد علی صاحب کے خیالات اور کوششیں

جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر آپ کو خلیفہ تجویز کیا گیا۔ تو مولوی صاحب کو بہت بُرا معلوم ہؤا اور آپ نے انکار بھی کیا اور پیش کیا کہ خلافت کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے۔ مگر جماعت کی عام رائے کو دیکھ کر اور اس وقت کی بے سرو سامانی کو دیکھ کر دب گئے اور بیعت کر لی۔ بلکہ اس اعلان پر بھی دستخط کر دیئے جس میں جماعت کو اطلاع دی گئی تھی کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب الوصیت کے مطابق خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔ مگر ظاہری

بیعت کے باوجود دل نے بیعت کا اقرار نہیں کیا۔ اور اپنے ہم خیالوں اور دوستوں کی مجلس میں اس قسم کے تذکرے شروع کر دیئے گئے جن میں خلافت کا انکار ہوتا تھا اور اس طرح ایک جماعت اپنے ہم خیالوں کی بنالی۔ خواجہ کمال الدین سب سے بہتر شکار تھا جو مولوی محمد علی صاحب کو ملا کیونکہ وہ خود اس فکر میں تھے کہ مولوی محمد علی صاحب کو اپنا ہم خیال بنائیں اور اس کی سب سے بہتر صورت یہی تھی کہ وہ خود مولوی محمد علی صاحب کے خاص خیالات میں ان کے شریک ہو جاویں چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کو ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ خواجہ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کی موجودگی میں مجھ سے سوال کیا کہ میاں صاحب! آپ کا خلیفہ کے اختیارات کے متعلق کیا خیال ہے؟ مَیں نے کہا اختیارات کے فیصلہ کا وہ وقت تھا جبکہ ابھی بیعت نہ ہوئی تھی جبکہ حضرت خلیفہ اوّل نے صاف صاف کہہ دیا کہ بیعت کے بعد تم کو پوری پوری اطاعت کرنی ہوگی اور اس تقریر کو سن کر ہم نے بیعت کی تو اب آقا کے اختیار مقرر کرنے کا حق غلاموں کو کب حاصل ہے میرے اس جواب کو سُن کر خواجہ صاحب بات کا رُخ بدل گئے اور گفتگو اسی پر ختم ہو گئی۔ ان ہی ایام میں مولوی محمد علی صاحب کو بعض باتوں پر والدہ صاحبہ حضرت اُمّ المؤمنین سے بعض شکایات پیدا ہوئیں وہ سچی تھیں یا جھوٹی مگر مولوی صاحب کے دل میں وہ گھر کر گئیں۔ اور آپ نے ان شکایتوں کا اشارۃً رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں بھی ذکر کر دیا۔ چونکہ خلافت کا مجھے مؤید دیکھا گیا اس لئے اس ذاتی بُغض کی وجہ سے یہ خیال کر لیا گیا کہ یہ خلافت کا اس لئے قائل ہے کہ خود خلیفہ بننا چاہتا ہے پس خلافت کی مخالفت کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان خصوصاً میری مخالفت کو بھی ایک مدعائے خاص قرار دیا گیا اور ہمیشہ اس کے لئے ایسی تدبیریں ہوتی رہیں جن کے ذکر کرنے کی نہ یہاں گنجائش ہے نہ فائدہ۔

اسی عرصہ میں جلسہ سالانہ کے دن آگئے جس کے لئے مولوی محمد علی صاحب کے احباب نے خاص طور پر مضامین تیار کئے۔ اور یکے بعد دیگرے انہوں نے جماعت کو یہ سبق پڑھانا شروع کیا کہ خدا کے مأمور کی مقرر کردہ جانشین اور خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہے۔ جس کے یہ لوگ ٹرسٹی ہیں۔ اور اس کی اطاعت تمام جماعت کے لئے ضروری ہے۔ مگر اس سبق کو اس قدر لوگوں کے مونہوں سے اور اس قدر مرتبہ دہرایا گیا کہ بعض لوگ اصل منشاء کو پا گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اصل غرض حضرت خلیفہ اوّل کو خلافت سے جواب دینا ہے اور اپنی خلافت کا قائم کرنا۔ صدر انجمن احمدیہ کے چودہ ممبروں سے قریباً آٹھ مولوی محمد علی صاحب کے خاص دوست تھے اور بعض اندھا دھند بعض حُسن ظنی سے ان کی ہر ایک

بات پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہنے کے عادی تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کی خلافت سے مراد درحقیقت مولوی محمد علی صاحب کی خلافت تھی۔ جو اس وقت بوجہ ایک منصوبہ کے اس کے نظم ونسق کے واحد مختار تھے۔ بعض ضروری کاموں کی وجہ سے مجھے اس سال جلسہ سالانہ کے تمام لیکچروں میں شامل ہونے کا موقع نہ ملا اور جن میں شامل ہونے کا موقع ملا بھی۔ ان کے سنتے وقت میری توجہ اس بات کی طرف نہیں پھری۔ مگر جیسا کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے ان کی تدبیر کو معلوم کر لیا تھا۔ اور اب ان کے دوستوں کے حلقوں میں اس امر پر گفتگو شروع ہو گئی تھی کہ خلیفہ کا کیا کام ہے؟ اصل حاکم جماعت کا کون ہے؟ صدر انجمن احمدیہ یا حضرت خلیفۃ المسیح الاول مگر خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے اب بھی اس کا کچھ علم نہ تھا۔ اب جماعت میں دو کیمپ ہو گئے تھے۔ ایک اس کوشش میں تھا کہ لوگوں کو یقین دلایا جاوے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی مقرر کردہ جانشین انجمن ہے اور دوسرا اس پر معترض تھا اور بیعت کے اقرار پر قائم تھا۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو ان بحثوں کا کچھ علم نہ تھا۔ اور میں بھی ان سے بالکل بے خبر تھا حتیّٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس میر محمد اسحٰق صاحب نے کچھ سوالات لکھ کر پیش کئے جن میں خلافت کے متعلق روشنی ڈالنے کی درخواست کی گئی تھی۔ ان سوالات کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مولوی محمد علی صاحب کے پاس بھیج دیا کہ وہ ان کا جواب دیں۔ مولوی محمد علی صاحب نے جو کچھ جواب دیا وہ حضرت خلیفہ اول کو حیرت میں ڈالنے والا تھا کیونکہ اس میں خلیفہ کی حیثیت کو ایسا گرا کر دکھایا گیا تھا کہ سوائے بیعت لینے کے اس کا کوئی تعلق جماعت سے باقی نہ رہتا تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے اس پر حکم دیا کہ ان سوالوں کی بہت سی نقلیں کر کے جماعت میں تقسیم کی جاویں۔ اور لوگوں سے ان کے جواب طلب کئے جاویں اور ایک خاص تاریخ (۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء) مقرر کی کہ اس دن مختلف جماعتوں کے قائمقام جمع ہو جاویں تاکہ سب سے مشورہ لیا جاوے۔ اس وقت تک بھی مجھے اس فتنہ کا علم نہ تھا حتیّٰ کہ مجھے ایک رؤیا ہوئی جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

فتنہ کی اطلاع بذریعہ رؤیا

مَیں نے دیکھا کہ ایک مکان ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ تو مکمل ہے اور دوسرا نامکمل۔ نامکمل حصہ پر چھت پڑ رہی ہے کڑیاں رکھی جا چکی ہیں مگر اوپر تختیاں نہیں رکھی گئیں۔ اور نہ مٹی ڈالی گئی ہے۔ ان کڑیوں پر کچھ بھوسا پڑا ہے اور اس کے پاس میر محمد اسحٰق صاحب میرے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب اور ایک اور لڑکا جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا رشتہ دار تھا اور جس کا نام نثار احمد تھا اور جو اب فوت ہو چکا ہے (اللہ تعالیٰ اسے غریق رحمت کرے) کھڑے ہیں۔ میر محمد اسحٰق صاحب کے ہاتھ میں دیا سلائی کی ایک ڈبیہ ہے۔ اور وہ اس میں سے دیا سلائی نکال کر اس بھوسے کو جلانا چاہتے ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا کہ آخر یہ بھوسا جلایا

تو جائے گا ہی۔ مگر ابھی وقت نہیں ابھی نہ جلائیں ایسا نہ ہو کہ بعض کڑیاں بھی ساتھ ہی جل جاویں۔ اس پر وہ اس ارادہ سے باز رہے اور میں اس جگہ سے دوسری طرف چل پڑا۔ تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ مجھے کچھ شور معلوم ہُوا۔ مڑ کر کیا دیکھتا ہوں کہ میر صاحب بے تحاشہ دیا سلائیاں نکال کر جلاتے ہیں اور اس بھوسے کو جلانا چاہتے ہیں۔ مگر اس خیال سے کہ کہیں میں واپس نہ آجاؤں جلدی کرتے ہیں اور جلدی کی وجہ سے دیا سلائی بُجھ جاتی ہے۔ میں اس بات کو دیکھ کر واپس دوڑا کہ ان کو روکوں۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہاں تک پہنچتا۔ ایک دیا سلائی جل گئی اور اس سے انہوں نے بھوسے کو آگ لگا دی۔ مَیں دَوڑ کر آگ میں کود پڑا اور آگ کو بُجھا دیا۔ مگر اس عرصہ میں کہ اس کے بجھانے میں کامیاب ہوتا چند کڑیوں کے سرے جل گئے۔ مَیں نے یہ رؤیا مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب سے بیان کی انہوں نے مُسکرا کر کہا کہ مبارک ہو کہ یہ خواب پوری ہو گئی ہے۔ کچھ واقعہ انہوں نے بتایا۔ مگر یا تو پوری طرح ان کو معلوم نہ تھا یا وہ اس وقت بتا نہ سکے۔ مَیں نے پھر یہ رؤیا لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے اسے پڑھ کر ایک رقعہ پر لکھ کر مجھے جواب دیا کہ خواب پوری ہو گئی۔ میر محمد اسحٰق صاحب نے چند سوال لکھ کر دیئے ہیں جن سے خطرہ ہے کہ شور نہ پڑے اور بعض لوگ فتنہ میں پڑ جائیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ مجھے اس فتنہ کا علم ہُوا اور وہ بھی ایک خواب کے ذریعہ۔ اس کے بعد وہ سوالات جو حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب کے لئے لوگوں کو بھیجنے کا حکم دیا تھا مجھے بھی ملے اور مَیں نے ان کے متعلق خاص طور پر دُعا کرنی شروع کی اور اللہ تعالیٰ سے ان کے جواب کے متعلق ہدایت چاہی۔ اس میں شک نہیں کہ مَیں حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت کر چکا تھا اور اس میں بھی شک نہیں کہ میں خلافت کی ضرورت کا عقلاً قائل تھا۔ مگر باوجود اس کے مَیں نے اس امر میں بالکل مخلع بالطبع ہو کر غور شروع کیا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا میں لگ گیا کہ وہ مجھے حق کی ہدایت دے اس عرصہ میں وہ تاریخ نزدیک آگئی۔ جس دن کہ جوابات حضرت خلیفۃ المسیح کو دینے تھے۔ مَیں نے جو کچھ میری سمجھ میں آیا۔ لکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح کو دے دیا۔ مگر میری طبیعت سخت بے قرار تھی کہ خدا تعالیٰ خود کوئی ہدایت کرے۔ یہ دن اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ میرے لئے سخت ابتلاء کے دن تھے۔ دن اور رات غم اور رنج میں گزرتے تھے کہ کہیں میں غلطی کر کے اپنے مولیٰ کو ناراض نہ کر لوں۔ مگر باوجود سخت کرب اور تڑپ کے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ نہ معلوم ہُوا۔

۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کا معرکۃ الآراء دن

حتیٰ کہ وہ رات آگئی جس کی صبح کو جلسہ تھا۔ لوگ چاروں طرف سے جمع ہونے شروع ہوئے۔

مگر ہر ایک شخص کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ آنے والے دن کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ رہا ہے۔ بیرونجات سے آنے والے لوگوں سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو یہ امر سمجھانے کی پوری طرح کوشش کی گئی ہے کہ اصل جانشین حضرت مسیح موعود کی انجمن ہی ہے اور خلیفہ صرف بیعت لینے کے لئے ہے اور تمام راستہ بھر خاص طور پر یہ بات ہر ایک شخص کے ذہن نشین کی گئی ہے کہ جماعت اس وقت سخت خطرہ میں ہے۔ چند شریر اپنی ذاتی اغراض کو مدِّ نظر رکھ کر یہ سوال اُٹھا رہے ہیں اور جماعت کے اموال پر تصرف کر کے من مانی کارروائیاں کرنی چاہتے ہیں۔ لاہور میں جماعت احمدیہ کا ایک خاص جلسہ خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے مکان پر کیا اور لوگوں کو سمجھایا گیا کہ سلسلہ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ اصل جانشین حضرت مسیح موعودؑ کی انجمن ہی ہے اور اگر یہ بات نہ رہی تو جماعت خطرہ میں پڑ جاوے گی اور سلسلہ تباہ ہو جاوے گا اور سب لوگوں سے دستخط لئے گئے کہ حسب فرمان حضرت مسیح موعودؑ جانشین حضرت مسیح موعودؑ کی انجمن ہی ہے۔ صرف دو شخص یعنی حکیم محمد حسین صاحب قریشی سیکرٹری انجمن احمدیہ لاہور اور بابو غلام محمد صاحب فورمین ریلوے دفتر لاہور نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ اور جواب دیا کہ ہم تو ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں وہ ہم سے زیادہ عالم اور زیادہ خشیۃ اللہ رکھتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا ادب ہم سے زیادہ اس کے دل میں ہے۔ جو کچھ وہ کہے گا۔ ہم اس کے مطابق عمل کریں گے۔ غرض محضر نامہ تیار ہوئے، لوگوں کو سمجھایا گیا اور خوب تیاری کر کے خواجہ صاحب قادیان پہنچے۔ چونکہ دین کا معاملہ تھا اور لوگوں کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس وقت اگر تم لوگوں کا قدم پھسلا تو بس ہمیشہ کے لئے جماعت تباہ ہوئی۔ لوگوں میں سخت جوش تھا۔ اور بہت سے لوگ اس کام کے لئے اپنی جان دینے کے لئے بھی تیار تھے اور بعض لوگ صاف کہتے تھے کہ اگر مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اول) نے خلاف فیصلہ کیا تو ان کو اسی وقت خلافت سے علیحدہ کر دیا جاوے گا۔ بعض خاموشی سے خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے منتظر تھے بعض بالمقابل خلافت کی تائید میں جوش دکھا رہے تھے اور خلافت کے قیام کے لئے ہر ایک قربانی پر آمادہ تھے عام طور پر کہا جا سکتا ہے کہ باہر سے آنے والے خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی تلقین کے باعث قریباً سب کے سب اور قادیان کے رہنے والوں میں سے ایک حصہ اس امر کی طرف جھک رہا تھا کہ انجمن ہی جانشین ہے۔ گو قادیان کے لوگوں کی کثرت خلافت سے وابستگی ظاہر کرتی تھی۔

نہایت خطرناک حالت

ایسے وہ برادران جو بعد میں سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہوں اور جنہوں نے وہ درد اور تکلیف نہیں دیکھی جو اس سلسلہ کے قیام کے لئے مسیح موعودؑ نے برداشت کی اور ان حالات کا مطالعہ نہیں کیا جن میں سے گزر کر سلسلہ اس حد

تک پہنچا ہے آپ لوگ اس کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتے جو اس وقت احمدیوں پر طاری تھی سوائے چند خود غرض لوگوں کے باقی سب کے سب خواہ کسی خیال یا کسی عقیدہ کے ہوں مُردہ کی طرح ہو رہے تھے اور ہم میں سے ہر ایک شخص اس امر کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال کولہو میں پیس دیئے جاویں بہ نسبت اس کے کہ وہ اختلاف کا باعث بنیں۔ اس دن دُنیا باوجود فراخی کے ہمارے لئے تنگ تھی اور زندگی باوجود آسایش کے ہمارے لئے موت سے بدتر ہو رہی تھی۔ میں اپنا حال بیان کرتا ہوں کہ جوں جوں رات گزرتی جاتی تھی اور صبح قریب ہوتی جاتی تھی کرب بڑھتا جاتا تھا اور مَیں خدا تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دُعا کرتا تھا کہ خدایا مَیں نے گو ایک رائے کو دوسری پر ترجیح دی ہے مگر الٰہی! مَیں بے ایمان بننا نہیں چاہتا تُو اپنا فضل کر اور مجھے حق کی طرف ہدایت دے۔ مجھے اپنی رائے کی پچ نہیں۔ مجھے حق کی جستجو ہے۔ راستی کی تلاش ہے دُعا کے دوران میں مَیں نے یہ بھی فیصلہ کر لیا کہ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے کچھ نہ بتایا تو مَیں جلسہ میں شامل ہی نہ ہوں گا تا کہ فتنہ کا باعث نہ بنوں۔ جب میرا کرب اس حد تک پہنچا تو خدا کی رحمت کے دروازے کُھلے اور اس نے اپنی رحمت کے دامن کے نیچے مجھے چُھپا لیا اور میری زبان پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان: ۷۸) یعنی ان لوگوں سے کہہ دے کہ تمہارا ربّ تمہاری پرواہ کیا کرتا ہے اگر تم اس کے حضور گر نہ جاؤ۔ جب یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے تو میرا سینہ کھل گیا اور مَیں نے جان لیا کہ میرا خیال درست ہے۔ کیونکہ اس آیۃ کریمہ میں قُلْ یعنی کہہ کا لفظ بتاتا ہے کہ میں یہ بات دوسروں کو کہہ دوں۔ پس معلوم ہُوا کہ جو لوگ میرے خیال کے خلاف خیال رکھتے ہیں ان سے خدا تعالیٰ ناراض ہے نہ مجھ سے تب مَیں اُٹھا اور مَیں نے خدا تعالیٰ کا شکر کیا اور میرا دل مطمئن ہو گیا اور مَیں صبح کا انتظار کرنے لگا۔

یوں تو احمدی عموماً تہجد پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ مگر یہ رات عجیب رات تھی کہ بہتوں نے قریباً جاگتے ہوئے یہ رات کاٹی۔ اور قریباً سب کے سب تہجد کے وقت سے مسجد مبارک میں جمع ہو گئے تا کہ دُعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں۔ اور اس دن اس قدر دردمندانہ دُعائیں کی گئیں کہ مَیں یقین کرتا ہوں کہ عرشِ عظیم ان سے ہل گیا ہو گا۔ سوائے گریہ و بُکا کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا اور اپنے رب کے سوا کسی کی نظر اور کسی طرف نہ جاتی تھی اور خدا کے سوا کوئی ناخدا نظر نہ آتا تھا۔ آخر صبح ہوئی اور نماز کی تیاری شروع ہوئی۔ چونکہ حضرت خلیفہ اوّل کو آنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ خواجہ صاحب کے رفقاء نے اس موقع کو غنیمت جان کر لوگوں کو پھر سبق پڑھانا شروع کیا۔

میں نماز کے انتظار میں گھر ٹہل رہا تھا۔ ہمارا گھر بالکل مسجد کے متصل ہے۔ اس وقت میرے کان میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی آواز آئی۔ کہ غضب خدا کا ایک بچہ کو خلیفہ بنا کر چند شریر لوگ جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں چونکہ بالکل خالی الذہن تھا مجھے بالکل خیال نہ گزرا کہ اس بچہ سے مراد میں ہوں۔ لیکن مَیں حیرت سے ان کے اس فقرہ پر سوچتا رہا۔ گو کچھ بھی میری سمجھ میں نہ آیا۔ واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان کا خوف بے جا تھا۔ کسی نے تو کسی کو خلیفہ کیا بنانا ہے۔ خدا بیشک ارادہ کر چکا تھا کہ اسی بچہ کو جسے انہوں نے حقیر خیال کیا خلیفہ بنا دے۔ اور اس کے ذریعہ سے دُنیا کے چاروں گوشوں میں مسیح موعودؑ کی تبلیغ پہنچا دے اور ثابت کر دے کہ وہ قادر خدا ہے جو کسی کی مدد کا محتاج نہیں اور ان لوگوں کی فطرتیں پہلے ہی سے اس امر کو محسوس کر رہی تھیں جو خدا تعالیٰ کے حضور میں مقدر تھا۔ غرض حضرت خلیفۃ المسیح کی آمد تک مسجد میں خوب خوب باتیں ہوتی رہیں اور لوگوں کو اونچ نیچ سمجھائی گئی۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح تشریف لائے اور نماز شروع ہوئی۔ نماز میں آپ نے سورہ بروج کی تلاوت فرمائی۔ اور جس وقت اس آیت پر پہنچے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ (البروج: ۱۱) یعنی وہ لوگ جو مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ اور پھر اس کام سے توبہ نہیں کرتے۔ ان کے لئے اس فعل کے نتیجہ میں عذاب جہنم ہوگا اور جلا دینے والے عذاب میں وہ مبتلا ہوں گے۔ اس وقت تمام جماعت کا عجیب حال ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہے اور ہر ایک شخص کا دل خشیۃ اللہ سے بھر گیا۔ اور اس وقت مسجد یوں معلوم ہوتی تھی جیسے ماتم کدہ ہے۔ باوجود سخت ضبط کے بعض لوگوں کی چیخیں اس زور سے نکل جاتی تھیں کہ شاید کسی ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر بھی اس طرح کرب کا اظہار نہ کیا ہوگا۔ اور رونے سے تو کوئی شخص بھی خالی نہیں تھا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح کی آواز بھی شدت گریہ سے رُک گئی اور کچھ اس قسم کا جوش پیدا ہوا کہ آپ نے پھر ایک دفعہ اس آیت کو دہرایا اور تمام جماعت نیم بسمل ہوگئی اور شاید ان لوگوں کے سوا جن کے لئے ازل سے شقاوت کا فیصلہ ہوگیا تھا۔ سب کے دل دہل گئے۔ اور ایمان دلوں میں گڑ گیا اور نفسانیت بالکل نکل گئی۔ وہ ایک آسمانی نشان تھا جو ہم نے دیکھا اور تائید غیبی تھی جو مشاہدہ کی۔ نماز ختم ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح گھر کو تشریف لے گئے اور ان لوگوں نے پھر لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر دکھا کر سمجھانا چاہا کہ انجمن ہی آپ کے بعد جانشین ہے۔ لوگوں کے دل چونکہ خشیۃ اللہ سے معمور ہو رہے تھے اور وہ اس تحریر کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ وہ اس امر کو دیکھ کر کہ حضرت

مسیح موعودؑ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ میرے بعد انجمن جانشین ہو گی اور بھی زیادہ جوش سے بھر گئے۔ مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ خشیۃ اللہ کا نزول دلوں پر کیوں ہو رہا ہے اور غیب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے آخر جلسہ کا وقت قریب آیا اور لوگوں کو مسجد مبارک (یعنی وہ مسجد جو حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کے ساتھ ہے اور جس میں حضرت مسیح موعودؑ پنج وقتہ نمازیں ادا فرماتے تھے) کی چھت پر جمع ہونے کا حکم دیا گیا اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب میرے پاس آئے اور مجھے کہا کہ آپ مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اول) سے جا کر کہیں کہ اب فتنہ کا کوئی خطرہ نہیں رہا۔ کیونکہ سب لوگوں کو بتا دیا گیا ہے کہ انجمن ہی حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین ہے۔ مَیں نے تو ان کے اس کلام کی وقعت کو سمجھ کر خاموشی ہی مناسب سمجھی مگر وہ خود حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں چلے گئے۔ مَیں بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ جاتے ہی ڈاکٹر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح سے عرض کی کہ مبارک ہو۔ سب لوگوں کو سمجھا دیا گیا ہے کہ انجمن ہی جانشین ہے۔ اس بات کو سُن کر آپ نے فرمایا۔ کون سی انجمن؟ جس انجمن کو تم جانشین قرار دیتے ہو وہ تو خود بموجب قواعد کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس فقرہ کو سُن کر شاید پہلی دفعہ خواجہ صاحب کی جماعت کو معلوم ہؤا کہ معاملہ ویسا آسان نہیں جیسا کہ ہم سمجھے تھے۔ کیونکہ گو ہر ایک خطرہ کو سوچ کر پہلے سے ہی لوگوں کو اس امر کے لئے تیار کر لیا گیا تھا کہ اگر حضرت خلیفہ اوّل بھی ان کی رائے کو تسلیم نہ کریں تو ان کا مقابلہ کیا جائے۔ عموماً یہ لوگ یہی خیال کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ان کے خیالات کی تائید کریں گے اور انہی کی رائے کے مطابق فیصلہ دیں گے۔ چنانچہ ان میں سے بعض جو حضرت خلیفۃ المسیح کی نیکی کے قائل تھے عام طور پر کہتے تھے کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ ایسے بے نفس آدمی کے وقت میں یہ سوال پیدا ہؤا ہے۔ ورنہ اگر ان کے بعد ہوتا تو نہ معلوم کیا فساد کھڑا ہو جاتا۔

نہایت اہم اور قابل یادگار مجمع

جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح مسجد کی طرف تشریف لے گئے قریباً دو اڑھائی سو آدمی کا مجمع تھا جس میں اکثر احمدیہ جماعتوں کے قائم مقام تھے۔ بیشک ایک ناواقف کی نظر میں وہ دو اڑھائی سو آدمی کا مجمع جو بلا فرش زمین پر بیٹھا تھا ایک معمولی بلکہ شاید حقیر نظارہ ہو۔ مگر ان لوگوں کے دل ایمان سے پُر تھے اور خدا کے وعدہ پر ان کو یقین تھا۔ وہ اس مجلس کو احمدیت کی ترقی کا فیصلہ کرنے والی مجلس خیال کرتے تھے اور اس وجہ سے دنیا کی ترقی اور اس کے امن کا فیصلہ اس کے فیصلہ پر منحصر خیال کرتے تھے۔ ظاہر بین نگاہیں ان دنوں پیرس میں بیٹھنے والی بیس کانفرنس کی اہمیت اور شان سے حیرت میں ہیں۔ مگر در حقیقت اپنی شان میں بہت بڑھی ہوئی وہ مجلس تھی کہ جس کے فیصلہ پر دُنیا کے

امن کی بناء پڑنی تھی۔ اس دن یہ فیصلہ ہونا تھا کہ احمدیت کیا رنگ اختیار کرے گی۔ دُنیا کی عام سوسائٹیوں کا رنگ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کا رنگ۔ اس دن اہلِ دُنیا کی زندگی یا موت کے سوال کا فیصلہ ہونا تھا۔ بیشک آج لوگ اس امر کو نہ سمجھیں۔ لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرے گا کہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ مخفی مذہبی لہر ہیبت ناک سیاسی لہروں سے زیادہ پاک اثر کرنے والی اور دُنیا میں نیک اور پُرامن تغیر پیدا کرنے والی ہے۔ غرض لوگ جمع ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بھی تشریف لائے۔ آپ کے لئے درمیان مسجد میں ایک جگہ تیار کی گئی تھی مگر آپ نے وہاں کھڑے ہونے سے انکار کر دیا۔ اور ایک طرف جانب شمال اس حصہ مسجد میں کھڑے ہو گئے جسے حضرت مسیح موعودؑ نے خود تعمیر کروایا تھا۔*

حضرت خلیفہ اوّل کی تقریر

پھر آپ نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کی اور بتایا کہ خلافت ایک شرعی مسئلہ ہے۔ خلافت کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی اور بتایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص مُرتد ہو جاوے گا۔ تو میں اس کی جگہ ایک جماعت تجھے دوں گا۔ پس مجھے تمہاری پرواہ نہیں۔ خدا کے فضل سے میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کریگا۔ پھر خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے جوابوں کا ذکر کر کے کہا کہ مجھے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام نماز پڑھا دینا یا جنازہ یا نکاح پڑھا دینا یا بیعت لے لینا ہے۔ یہ جواب دینے والے کی نادانی ہے اور اس نے گستاخی سے کام لیا ہے۔ اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ نقصان اُٹھائیں گے۔ دورانِ تقریر میں آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے عمل سے مجھے بہت دُکھ دیا ہے اور منصبِ خلافت کی ہتک کی ہے۔ اسی لئے میں آج اس حصہ مسجد میں کھڑا نہیں ہُوا۔ جو تم لوگوں کا بنایا ہُوا ہے۔ بلکہ اس حصہ مسجد میں کھڑا ہُوا ہوں جو مسیح موعود علیہ السلام کا بنایا ہُوا ہے۔

تقریر کا اثر

جوں جوں آپ تقریر کرتے جاتے تھے۔ سوائے چند سرغنوں کے باقیوں کے سینے کھلتے جاتے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں جو لوگ نورالدین کو اس کے منصب سے

---

* اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ مسجد مبارک ابتداءً بہت چھوٹی تھی۔ دعویٰ سے پہلے حضرت مسیح موعود نے صرف علیحدہ بیٹھ کر عبادت کرنے کی نیت سے اپنے گھر سے ملحق ایک گلی پر چھت ڈال کر اسے تعمیر کیا تھا۔ کوئی تیس آدمی اس میں نماز پڑھ سکتے تھے۔ جب دعویٰ کے بعد لوگ ہجرت کر کے یہاں آنے لگے اور جماعت میں ترقی ہوئی۔ تو جماعت کے چندہ سے اس مسجد کو بڑھایا گیا۔ اور پُرانے حصہ مسجد کا نقشہ حسبِ ذیل ہے۔

جنوب
نیا
پرانا
شمال

علیحدہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرنے لگے۔ اور یا خلافت کے مخالف تھے یا اس کے دامن سے وابستہ ہو گئے آپ نے دوران لیکچر ان لوگوں پر بھی اظہار ناراضگی فرمایا۔ جو خلافت کے قیام کی تائید میں جلسہ کرتے رہے تھے اور فرمایا کہ جب ہم نے لوگوں کو جمع کیا تھا تو ان کا کیا حق تھا کہ وہ الگ جلسہ کرتے۔ ان کو اس کام پر ہم نے کب مأمور کیا تھا۔ آخر تقریر کے خاتمہ پر بعض اشخاص نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے کہا۔ خیالات کا اظہار کسی نے کیا کرنا تھا۔ تمام مجلس سوائے چند لوگوں کے حق کو قبول کر چکی تھی۔ مجھ سے اور نواب محمد علی خان سے جو میرے بہنوئی ہیں۔ رائے دریافت کی۔ ہم نے بتایا کہ ہم تو پہلے ہی ان خیالات کے مؤید ہیں۔ خواجہ صاحب کو کھڑا کیا۔ انہوں نے بھی مصلحت وقت کے ماتحت گول مول الفاظ کہہ کر وقت کو گزارنا ہی مناسب سمجھا اور پھر فرمایا کہ آپ لوگ دوبارہ بیعت کریں اور خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ الگ ہو کر آپ مشورہ کر لیں اور اگر تیار ہوں تب بیعت کریں۔ اس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم سے جو اس جلسہ کے بانی تھے۔ جس میں خلافت کی تائید کے لئے دستخط لئے گئے تھے۔ کہا کہ ان سے بھی غلطی ہوئی ہے۔ وہ بھی بیعت کریں۔

نمائشی بیعت

غرض ان تینوں کی بیعت دوبارہ لی اور جلسہ برخواست ہؤا۔ اس وقت ہر ایک شخص مطمئن تھا اور محسوس کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جماعت کو بڑے ابتلاء سے بچایا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب جو ابھی بیعت کر چکے تھے۔ اپنے دل میں سخت ناراض تھے اور ان کی وہ بیعت جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا۔ دکھاوے کی بیعت تھی۔ انہوں نے ہرگز خلیفہ کو واجب الاطاعت تسلیم نہ کیا تھا اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے (ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیّر جو اس وقت ان لوگوں سے خاص تعلق رکھتے تھے کا بیان ہے) مسجد کی چھت سے نیچے اُترتے ہی مولوی محمد علی صاحب نے خواجہ صاحب کو کہا کہ آج ہماری سخت ہتک کی گئی ہے۔ مَیں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ہمیں مجلس میں جوتیاں ماری گئی ہیں۔ یہ ہے صدق اس شخص کا جو آج جماعت کی اصلاح کا مدعی ہے۔

ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیّر کی اگر اکیلی روایت ہوتی تو مَیں اس کو اس جگہ درج نہ کرتا۔ کیونکہ وہ خواہ کتنے ہی معتبر راوی ہوں۔ پھر بھی ایک ہی شاہد ہیں۔ اور مَیں اس کتاب میں صرف وہ واقعات درج کرنا چاہتا ہوں جو یقینی طور پر ثابت ہوں۔ مگر بعد کے واقعات نے چونکہ اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ان کی بیعت محض خوف کی بیعت تھی اور مصلحت وقت کی بیعت تھی۔ اس لئے ان کے بیان سے انکار کرنے کی ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں اور علاوہ ازیں ابھی چند دن نہ گزرے تھے کہ میری موجودگی میں مولوی محمد علی صاحب

کا ایک پیغام حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس آیا تھا کہ وہ قادیان سے جانے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ کیونکہ ان کی بہت ہتک ہوئی ہے جس سے اس روایت کی صحت ثابت ہوتی ہے۔

واقعات بیان کردہ کے شاہد

یہ وہ واقعات ہیں جن کے دیکھنے والے سینکڑوں لوگ زندہ موجود ہیں اور وہ لوگ جو اس وقت اس مجلس میں موجود تھے۔ ان میں کچھ تو ایسے لوگ ہیں جو اس وقت ان کے ساتھ ہیں اور کچھ ایسے جو میری بیعت میں ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر غلیظ قسموں سے دریافت کیا جاوے۔ تو دونوں فریق کے آدمی ان واقعات کی صداقت کی شہادت دیں گے کیونکہ اتنی بڑی مجلس میں ہونے والا ایسا مہتم بالشان واقعہ چھپایا نہیں جا سکتا۔

خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی ایمانی حالت

پیشتر اس کے کہ میں واقعات کے سلسلہ کو آگے چلاؤں میں ان لوگوں کی ایمانی حالت کا ایک نقشہ پیش کرتا ہوں جس سے ہر ایک شخص سمجھ لے گا کہ یہ لوگ کہاں تک ایمانداری سے کام لے رہے ہیں۔ پچھلی دفعہ جب خواجہ کمال الدین صاحب ولایت سے آئے۔ تو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے اختلافات سلسلہ کے متعلق ایک لیکچر دیا تھا اس میں وہ اس واقعہ بیعت کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ کہ گویا حضرت خلیفہ اوّل نے ان کی روحانی صفائی کو دیکھ کر خاص طور پر ان سے بیعت لی تھی۔ مندرجہ بالا واقعات کو پڑھ کر ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص ان حالات کے مطابق کی جانے والی بیعت کو بیعت ارشاد اور ایک انعام اور عزت افزائی اور علامت تقرب قرار دیتا ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنی چاہتا ہے۔ کیا اس کی کسی بات کا بھی اعتبار ہو سکتا ہے خواجہ صاحب کے اصل الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:۔

"کہا جاتا ہے کہ انہوں نے (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ہیں) مجھ سے بیعت دوبارہ لی۔ یہ بالکل سچ ہے۔ بیعت کس امر کی؟ بیعت ارشاد! کیا تم ایمان سے کہہ سکتے ہو کہ انہوں نے مجھ سے تجدید بیعت کرائی۔ وہ بیعت ارشاد تھی نہ بیعت توبہ کی تجدید۔ اس کے بعد ایک اور بیعت رہ جاتی ہے وہ ہے بیعت دم۔ اب جاؤ صوفیائے کرام کے حالات پڑھو اور دیکھو کہ بیعت ارشاد وہ کس مُرید سے لیتے ہیں۔ وہ سلسلہ میں داخل کرنے کے وقت مُرید سے بیعت توبہ لیتے ہیں اور جب اس میں اطاعت کی استعداد دیکھتے ہیں تو اس سے بیعت ارشاد لیتے ہیں۔ اور پھر جب اس پر اعتماد کلی ہوتا

ہے توبیعتِ دم ۔" (اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب صفحہ ۵۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۴ء)

خفیہ مخالفت

اب مَیں پھر اس مضمون کی طرف آتا ہوں ۔حضرت خلیفۃ المسیح ان لوگوں کی ان حرکات سے ناراض ہوئے اور سخت ناراض ہوئے ۔ان کو دوبارہ بیعت کرنی پڑی ۔لیکن جہاں دوسرے لوگوں کے دل صاف ہوئے ۔ان کے دلوں میں کینہ کی آگ اور بھی بھڑک اُٹھی ۔صرف فرق یہ تھا کہ پہلے تو اس آگ کے شعلے کبھی اوپر بھی آجاتے تھے ۔اب ان کو خاص طور پر سینہ میں ہی چھپایا جانے لگا تاکہ وقت پر ظاہر ہوں ۔ اور سلسلہ احمدیہ کی عمارت کو جلا کر راکھ کردیں ۔ مولوی محمد علی صاحب اس واقعہ کے بعد کلی طور پر ان لوگوں کے ہاتھ میں پڑ گئے جو عقیدۃً سلسلہ سے علیحدہ تھے ۔اور ان فتنوں نے ان کو ان لوگوں کے ایسا قریب کر دیا کہ آہستہ آہستہ دو تین سال کے عرصہ میں نامعلوم طور پر ان کے ساتھ متحد فی العقیدۃ ہوگئے ۔خواجہ صاحب موقع شناس آدمی ہیں انہوں نے تو یہ رنگ اختیار کیا کہ خلافت کے متعلق عام مجالس میں تذکرہ ہی چھوڑ دیا ۔ اور چاہا کہ اب یہ معاملہ دبا ہی رہے تاکہ جماعت احمدیہ کے افراد آئندہ ریشہ دوانیوں کا اثر قبول کرنے کے قابل رہیں ۔

خلیفہ کی بجائے "پریذیڈنٹ" کا لفظ استعمال کرنا

انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر آج اس مسئلہ پر پوری روشنی پڑی ۔تو آئندہ پھر اس میں تاویلات کی گنجائش نہ رہے گی ۔چنانچہ اس بات کو مدنظر رکھ کر ظاہر میں انہوں نے خلافت کی اطاعت شروع کردی ۔ اور یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ صدر انجمن احمدیہ کے معاملات میں جہاں کہیں بھی حضرت خلیفۃ المسیح کے کسی حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ۔ وہاں کبھی حضرت خلیفۃ المسیح نہ لکھا جاتا بلکہ یہ لکھا جاتا کہ پریذیڈنٹ صاحب نے اس معاملہ میں یوں سفارش کی ہے ۔اس لئے ایسا کیا جاتا ہے ۔جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ صدر انجمن احمدیہ کے ریکارڈ سے یہ ثابت نہ ہو کہ خلیفہ کبھی انجمن کا حاکم رہا ہے ۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے بعد انہوں نے اس طرح جماعت کو دھوکا دینا بھی چاہا ۔ مگر واقعات کچھ ایسے جمع ہوگئے تھے کہ مجبوراً ان کو اس پہلو کو ترک کرنا پڑا ۔اور اب یہ لوگ خلافت کی بحث میں پڑتے ہی نہیں تاکہ لوگوں کو ان پرانے واقعات کی یاد تازہ نہ ہوجاوے ۔ اور ان کی ناجائز تدابیر آنکھوں کے سامنے آکر ان سے بدظن نہ کردیں ۔

غرض انہوں نے یہ کام شروع کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی باتیں تو مانتے مگر خلیفہ کا لفظ نہ آنے دیتے ۔بلکہ پریذیڈنٹ کا لفظ استعمال کرتے ۔مگر خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ ان کی پردہ دری کرے ۔

ایک مکان کی فروختگی کا معاملہ

حکیم فضل الدین صاحب ایک بہت مخلص احمدی تھے اور ابتدائی لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی جائیداد کی وصیت بحق اشاعت اسلام کی تھی۔ اس جائیداد میں ایک مکان بھی تھا۔ انجمن نے اس مکان کو فروخت کرنا چاہا۔ یہ مکان حکیم صاحب نے جس شخص سے خریدا تھا۔ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح سے درخواست کی کہ ہمارے پاس اسے کسی قدر رعایت سے فروخت کر دیا جائے۔ کیونکہ ہم سے ہی خریدا گیا تھا اور بعض مشکلات کی وجہ سے بہت سستا ہم نے دے دیا تھا۔ پس اب کچھ رعایت سے یہ مکان ہم ہی کو دے دیا جاوے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس بات کو مان لیا۔ اور انجمن کو لکھا کہ اس مکان کو رعایت سے اس کے پاس فروخت کر دو۔ ان لوگوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ خیال کیا کہ جماعت کو جب معلوم ہوگا کہ جماعت کی ایک مملوکہ شئے کو حضرت خلیفۃ المسیح سستے داموں دلواتے ہیں۔ تو سب لوگ ہم سے مل جاویں گے۔ اور اس امر سے انکار کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح سے بہت کچھ گفتگو اور بحث کی اور کہا کہ یہ لوگ بھی نیلام میں خرید لیں۔ انجمن کیوں نقصان اُٹھائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے بتیرا ان کو سمجھایا کہ ان لوگوں نے مشکلات کے وقت بہت ہی سستے داموں پر یہ مکان دے دیا تھا۔ پس ان کا حق ہے کہ ان سے کچھ رعایت کی جاوے۔ مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا۔ آخر آپ نے ناراض ہو کر لکھ دیا کہ میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ جس طرح چاہیں کریں۔ میں دخل نہیں دیتا۔ جب انجمن کا اجلاس ہوا۔ میں بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب۔ حال سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے میرے سامنے اس معاملہ کو اس طرح پیش کیا کہ ہم لوگ خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہیں اور ٹرسٹی ہیں۔ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیئے۔ مَیں نے کہا جب حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں کہ اس شخص سے کچھ رعایت کی جاوے تو ہمیں چاہیئے کہ کچھ رعایت کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر کہا کہ حضرت نے اجازت دے دی ہے۔ جب خط سنایا گیا تو مجھے اس سے صاف ناراضگی کے آثار معلوم ہوئے اور مَیں نے کہا یہ خط تو ناراضگی پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اجازت پر اس لئے میری رائے تو وہی ہے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک لمبی تقریر کی۔ جس میں خشیۃ اللہ اور تقویٰ اللہ کی مجھے تاکید کرتے رہے مَیں نے ان کو بار بار یہی جواب دیا کہ آپ جو چاہیں کریں۔ میرے نزدیک یہی رائے درست ہے چونکہ ان لوگوں کی کثرت رائے تھی۔ بلکہ اس وقت مَیں اکیلا تھا۔ انہوں نے اپنے منشاء کے مطابق ریزولیوشن پاس کر دیا حضرت خلیفۃ المسیح کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے ان کو بلایا اور دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ سب کے مشورہ سے یہ کام ہوا ہے اور میرا نام لیا کہ وہ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مجھے

طلب فرمایا۔ مَیں گیا تو یہ سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے میرے پہنچتے ہی آپ نے فرمایا کہ کیوں میاں ہمارے صریح حکموں کی اس طرح خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے تو کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں معاملہ میں مَیں نے یوں حکم دیا تھا۔ پھر اس کے خلاف آپ نے کیوں کیا؟ مَیں نے بتایا کہ یہ لوگ سامنے بیٹھے ہیں۔ مَیں نے ان کو صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ اس امر میں حضرت خلیفۃ المسیح کی مرضی نہیں۔ اس لئے اس طرح نہیں کرنا چاہئے اور آپ کی تحریر سے اجازت نہیں بلکہ ناراضگی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے اس پر ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تم اس کو بچہ کہا کرتے ہو یہ بچہ میرے خط کو سمجھ گیا اور تم لوگ اس کو نہ سمجھ سکے۔ اور بہت کچھ تنبیہہ کی کہ اطاعت میں ہی برکت ہے اپنے رویہ کو بدلو۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے فضلوں سے محروم ہو جاؤ گے۔

دوبارہ معافی

اس وقت تو یہ لوگ افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ مگر اسی دن سے برابر کوشش شروع ہو گئی کہ لوگوں کو حضرت خلیفۃ المسیح پر بدظن کیا جاوے۔ کبھی کوئی الزام دیا جاتا کبھی کوئی! اور علی الاعلان لاہور میں یہ ذکر اذکار رہتے کہ اب جس طرح ہو ان کو خلافت سے علیحدہ کر دیا جاوے ان واقعات کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح کو ہوئی۔ عید قریب تھی آپ نے عید پر ان لوگوں کو لاہور سے بلوایا (خواجہ صاحب اس واقعہ میں شامل نہ تھے وہ اس وقت کشمیر میں تھے اور جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں۔ وہ اب خفیہ تدبیروں کو پسند کرتے تھے) اور ارادہ کیا کہ عید کے خطبہ میں ان لوگوں کو جماعت سے نکالنے کا اعلان کر دیا جاوے۔ چونکہ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہماری کوششیں بے سود ہیں اور لوگ ہماری باتوں کو نہیں سُنتے آخر دوبارہ معافی مانگی۔ اور ان میں سے بعض سے دوبارہ بیعت لی گئی اور اس طرح یہ نیا فتنہ ٹلا۔ مگر اس واقعہ سے بھی ان کی اصلاح نہ ہوئی۔ یہ لوگ اپنی کوششوں میں زیادہ ہوشیار ہو گئے۔

خواجہ صاحب کی شہرت حاصل کرنا

اب خواجہ صاحب نے پبلک لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا کہ اس ذریعہ سے رسوخ پیدا کیا جاوے خود لیکچر دیتے خود ہی اپنے ہاتھ سے اپنے لیکچر کی تعریف لکھ کر سلسلہ کے اخبارات کو بھیج دیتے اور نیچے یکے از حاضرین لکھ دیتے۔ اور اس طرح شہرت پیدا کرتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو خزانہ ہمیں دیا ہے۔ وہ ایسا نہیں کہ لوگ اس کا ایک نکتہ بھی سنیں اور بے تاب نہ ہو جاویں۔ کچھ لسانی بھی خواجہ صاحب میں تھی۔ اُدھر اپنے ہی ہاتھ سے لکھ کر یا بعض دفعہ کسی دوست سے لکھوا کر اپنی تعریفوں کے شائع کرنے کا

سلسلہ شروع کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ صاحب کی مانگ شروع ہوئی اور لیکچروں کا سلسلہ وسیع ہوا۔ جہاں جہاں جاتے جماعت کو اشارتاً کنایتاً موقع ہو تو وضاحتاً خلافت اور انجمن کے معاملہ کے متعلق بھی تلقین کرتے اور بوجہ اس شہرت کے جو بحیثیت لیکچرار کے ان کو حاصل ہو گئی تھی کچھ اثر بھی ہو جاتا۔

خواجہ صاحب کا غیر احمدیوں کے قریب ہونا

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جب انسان ایک غلط قدم اٹھاتا ہے تو دوسرا خود بخود اُٹھتا ہے۔ لیکچروں کے سلسلہ کی وسعت کے ساتھ خواجہ صاحب کے تعلقات غیر احمدیوں سے بھی زیادہ ہونے لگے۔ وہ پہلے ہی سے سلسلہ کی حقیقت سے ناواقف تھے اب جو یہ مشکلات پیش آنے لگیں کہ بعض دفعہ جلسہ کے معاً بعد یا پہلے نماز کا وقت آجاتا اور غیر احمدی الگ نماز پڑھتے اور احمدی الگ۔ اور لوگ پوچھتے کہ یہ تفرقہ کیوں ہے؟ تو خواجہ صاحب کو ایک طرف اپنی ہردلعزیزی کے جانے کا خوف ہونا دوسری طرف احمدیوں کے مخالفت کا ڈر۔ اس کشمکش میں وہ کئی طریق اختیار کرتے۔ کبھی کہتے کہ یہ نماز کی مخالفت تو عام احمدیوں کے لئے ہے کہ دوسروں سے مل کر متاثر نہ ہوں۔ میرے جیسے پختہ ایمان آدمی کے لئے نہیں میں تو آپ لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ کہیں جواب دیتے کہ ہم تو ایک امام کے تابع ہیں آپ لوگ ان سے دریافت کریں۔ کہیں کہہ دیتے کہ اگر آپ لوگ کفر کا فتویٰ واپس لے لیں تو ہم نماز پیچھے پڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ غرض اسی قسم کے کئی عذرات کرتے۔ درحقیقت عبدالحکیم کے ارتداد کے وقت سے ہی ان کے خیالات خراب ہو چکے تھے۔ مگر اب ان کے نشوونما پانے کا وقت آگیا تھا۔ خواجہ صاحب شہرت و عزت کے طالب تھے۔ اور یہ روکیں ان کی شہرت و عزت کے راستہ میں حائل تھیں۔ اور جو کچھ بھی ہو۔ ان روکوں کے دور کرنے کا خواجہ صاحب نے تہیہ کر لیا تھا۔ سب سے پہلے یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ پیسہ اخبار اور وطن اخبار میں مرزا یعقوب بیگ سے ایک مضمون دلوایا گیا کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت ایک عارضی حکم ہے۔ اور اس طرح اس امر کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی گئی کہ کچھ مدت کے بعد ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دی جاوے۔ اس تحریر پر جماعت کے بعض لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اب بات حد سے آگے نکل رہی ہے ابھی وہ اسی فکر میں تھے کہ احمدیوں کی ان حرکات سے دلیر ہو کر غیر احمدیوں نے بھی حملے کرنے شروع کر دیئے اور احمدیوں کو تنگ ظرف اور وسعت حوصلہ سے کام نہ لینے والا قرار دینے لگے۔

ان ہی ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے سوال کیا گیا کہ کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اُصولی فرق ہے یا فروعی؟ اس پر آپ نے جواب دیا کہ اصولی فرق ہے۔ اس پر تو اندھیر پڑ گیا نہایت سختی سے غیر احمدی اخبارات نے حضرت خلیفۃ المسیح پر حملے شروع کر دیئے۔ کہ ایک معمولی سی بات پر انہوں نے مسلمانوں میں اختلاف ڈلوا دیا ہے۔

تبلیغ احمدیت کا سوال

اس بحث کے ساتھ ساتھ جو احمدیوں اور غیر احمدیوں میں تھی ایک سوال خود جماعت میں بھی چھڑا ہوا تھا۔ اور وہ سوال تبلیغ احمدیت کا تھا۔ خواجہ صاحب نے جب سے لیکچر دینے شروع کئے سوائے پہلے لیکچر کے۔ آپ نے یہ بات خاص طور پر مدِ نظر رکھی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر نہ آوے۔ حالانکہ اس وقت سب امراض کا علاج اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی غلامی کو قرار دیا ہے۔ بلکہ وہ کوشش کرتے تھے کہ اگر کسی موقع پر سلسلہ مضمون میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر ضروری ہو جاوے۔ تو وہ اسے بھی ٹلا جاویں۔ وہ یہ بات سمجھ چکے تھے کہ غیر احمدیوں میں اس قسم کے لیکچروں کے بغیر قبولیت نہیں ہو سکتی۔ چونکہ غیر احمدیوں کو اگر عداوت ہے تو صرف مأمور من اللہ سے۔ وہ بھی ایسے لیکچروں میں خوب آتے اور بہت شوق سے آتے اور ہزاروں کا مجمع ہو جاتا۔ جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ خواجہ صاحب ان لیکچروں کو مقبول بنانے کے لئے خاص تدابیر بھی اختیار کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ صاحب کے لیکچر خوب مقبول ہونے لگے اور غیر احمدیوں نے بھی تعریفیں شروع کیں اور خواجہ صاحب کی چاروں طرف سے مانگ ہونے لگی احمدیوں نے جو یہ شوق لوگوں کا دیکھا تو اصل بات کو تو سمجھے نہیں، خواجہ صاحب کی اس کامیابی کو سلسلہ کی کامیابی سمجھا اور خاص طور پر جلسہ کر کے مختلف جگہ کی جماعتوں نے بطور خود یا خواجہ صاحب کی تحریک پر خاص جلسے کرنے شروع کئے اور خیال کرنے لگے کہ اسی طرح غیر احمدیوں کو سلسلہ سے اُنس ہوتے ہوتے لوگ داخلِ سلسلہ ہونے لگیں گے۔ یہ وبا کچھ ایسی پھیلی کہ ہمارے سلسلہ کے دوسرے لیکچراروں نے بھی یہی طریق اختیار کرنا شروع کر دیا۔ اور قریب ہو گیا کہ وہ قرنا جو خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے پھونکی تھی۔ اس کی آواز ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔ یہ وقت احمدیت کے لئے نہایت خطرناک تھا۔ بعض احمدی لیکچرار مسیح موعودؑ کا ذکر کھلے طور پر کرنے سے ہچکچانے لگے اور جب کوئی سوال بھی کرتا تو ایسے رنگ میں جواب دیا جاتا کہ جس سے مضمون کی پوری طرح تشریح نہ ہوتی تھی۔ یہ بات مداہنت کے طور پر نہ تھی نہ منافقت کے باعث بلکہ یہ لوگ خواجہ صاحب

کی اتباع میں یہ خیال کرتے تھے کہ اس طرح سلسلہ کی اشاعت میں زیادہ آسانیاں پیدا ہوں گی جو واعظ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے بھی تھے تو وہ بھی ایسے پیرایہ میں کہ جو مضامین غیر احمدیوں کو اشتعال دلانے والے ہیں ان کا ذکر بیچ میں نہ آوے۔ مگر سب کی سب جماعت اس خیال کی نہ تھی۔ ایک حصہ ایسا بھی تھا۔ جو خواجہ صاحب کے طریق عمل کو خوب سمجھتا تھا اور اس کی طرف سے خواجہ صاحب پر سوال ہونا شروع ہوا کہ وہ کیوں اپنے لیکچروں میں کبھی بھی سلسلہ کا ذکر نہیں کرتے۔ اس کا جواب خواجہ صاحب ہمیشہ عبدالحکیم مُرتد کے ہم نوا ہو کر یہی دیا کرتے تھے کہ پہلے بڑے بڑے مسائل طے ہو جاویں۔ پھر یہ مسائل آپ حل ہو جاویں گے۔ جب یہ لوگ ہمیں خدمتِ اسلام کرتے دیکھیں گے۔ کیا ان کے دل میں یہ خیال نہ پیدا ہو گا کہ یہی لوگ حق پر ہیں۔ مَیں تو سڑک صاف کر رہا ہوں۔ جنگل کے درخت کاٹ رہا ہوں ٹیلوں کو برابر کر رہا ہوں۔ جب سڑک تیار ہو جاوے گی۔ جنگل کٹ جاوے گا۔ زمین صاف ہو جاوے گی پھر وقت آوے گا کہ ریل چلائی جاوے۔ کھیتی کی جاوے۔ باغ لگایا جاوے۔ مگر جب سوال کیا جاتا کہ اگر پہلے جنگل کے کاٹنے کی ضرورت تھی اور سڑکوں کی تیاری کا وقت تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے کیوں اس وقت مسیح موعودؑ کو بھیج کر دُنیا کو فتنہ میں ڈال دیا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ ہر ایک لیکچر میں صرف یہی ذکر کریں لیکن بحصہ رسدی اس ضروری صداقت کا بھی تو اظہار ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب نہ خواجہ صاحب دے سکتے تھے نہ دیتے تھے۔ وہ اس پر یہی کہہ دیا کرتے کہ مَیں کسی کو کب منع کرتا ہوں۔ مَیں راستہ صاف کرتا ہوں کوئی اور شخص ان اُمور پر لیکچر دیتا پھرے۔

۲۷ مارچ ۱۹۱۰ء کا لیکچر

چنانچہ ان واقعات کو دیکھ کر مجھے ۲۷ مارچ ۱۹۱۰ء کو ایک لیکچر دینا پڑا۔ جس میں مَیں نے اس طریق کی غلطی سے جماعت کو آگاہ کیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے ایک حصہ میں ہوشیاری پیدا ہو گئی اور وہ اپنی غلطی کو سمجھ گیا مگر پھر بھی میرا وہ لیکچر اس رَو کو نہ دبا سکا۔ جو زور سے بہہ رہی تھی اور مسئلہ کفر و اسلام غیر احمدیان کے ساتھ مل کر وہ برابر ترقی کرتی چلی گئی۔

غیر احمدیوں کی تکفیر کا مضمون

جب حالات یہاں تک پہنچ گئے اور ایک طرف اپنی جماعت کا ایک حصہ غلط طریق پر چل پڑا اور دوسری طرف غیر احمدیوں نے بعض احمدیوں کے رویہ سے شہ پکڑ کر ہم پر حملہ شروع کر دیا تو مَیں نے غیر احمدیوں کی تکفیر پر مبسوط مضمون لکھا۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح کی اصلاح کے بعد تشحیذ الاذہان کے اپریل ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۱۵۸ کے پرچہ میں شائع کیا گیا یہ مضمون اس وقت کے حالات کے ماتحت جماعت کو ایک کونے سے دوسرے کونے

تک ہلا دینے والا ثابت ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سوائے ایک قلیل گروہ کے باقی سب جماعت نے اس بات کو دل سے قبول کر لیا کہ واقع میں اگر وہ اس سحر کے اثر کے نیچے رہتے۔ جو ان پر کیا گیا تھا تو وہ ضرور کسی وقت صداقت کو بھول جاتے اور بہتوں نے اس پر شکر و اطمینان کا اظہار کیا۔ اور جماعت میں ایک نئی رُوح اور تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ اور ہر ایک احمدی سوائے ایک قلیل تعداد کے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے آمادہ ہو گیا۔

خواجہ صاحب کا مضمون

چونکہ یہ سب کوشش خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء کی تحریک پر ہو رہی تھی جب میرا یہ مضمون شائع ہوا تو خواجہ صاحب کو فکر ہوئی اور انہوں نے ایک مضمون لکھا جس میں میرے مضمون کے معنے بگاڑ کر اس طرح کئے گئے۔ جو بالکل اصل مضمون کے اُلٹ تھے اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خود میرے سامنے بیان فرمایا کہ آپ سے یہ کہہ کر دستخط کروائے گئے کہ خواجہ صاحب کا وہی عقیدہ ہے جو میرا ہے۔ صرف خواجہ صاحب نے ایسے الفاظ میں میرے مضمون کی تشریح کی ہے جو لوگوں کے لئے اشتعال دلانے کا باعث نہ ہو۔

مولوی محمد علی صاحب کے خیالات کی قلب ماہیت کا وقت

جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہی وہ وقت ہے جبکہ مولوی محمد علی صاحب کے خیالات کی قلب ماہیت ہوئی۔ کیونکہ ان کے پہلے مضامین سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی سمجھتے تھے اس وقت حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ اگر کفر و اسلام غیر احمدیاں کی بحث میں خواجہ صاحب ناکامیاب ہوتے تو مولوی صاحب کی امیدوں کو سخت صدمہ پہنچتا تھا۔ کیونکہ بوجہ اس قبولیت کے جو لیکچروں کی وجہ سے خواجہ صاحب کو حاصل ہو چکی تھی۔ مولوی محمد علی صاحب اب صفِ اوّل سے صفِ ثانی کی طرف منتقل ہو چکے تھے اور صفِ اوّل پر خواجہ صاحب کھڑے تھے۔ جماعت پر ان کا خاص اثر تھا اور لوگ ان کی باتیں سُننے اور قبول کرنے کے لئے تیار تھے اور مولوی صاحب اور ان کے رفقاء اسی رسوخ سے کام لے کر اپنے ارادوں کے پورا کرنے کی اُمید میں تھے۔ پس اسی مجبوری نے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے خیالات پر اثر کیا اور آپ انہی دنوں میں کھلے طور پر خواجہ صاحب کے ہمخیال ہو گئے اور اب گویا یہ جماعت عقیدتاً اور سیاستاً ایک ہو گئی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے خود مولوی محمد علی صاحب خواجہ صاحب کی طرزِ تبلیغ کے مخالف تھے اور مارچ ۱۹۱۰ء یا دسمبر ۱۹۱۰ء کی کانفرنس

احمدیہ کے موقع پر انہوں نے ایک بحث کے دوران جو احمدیہ جماعت کے جلسوں کی ضرورت یا عدم ضرورت پر تھی۔ بڑی سختی سے خواجہ صاحب پر حملہ کیا تھا۔ پس یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۰ء یا گیارہ عیسوی میں مذکورہ حالات کے اثر کے نیچے مولوی محمد علی صاحب کے خیالات میں تغیّر پیدا ہؤا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کو خاص وقعت دینے کی کوشش

جبکہ خواجہ صاحب کی خاص کوششیں سلسلہ احمدیہ کے اُصول کو بدلنے کے متعلق جاری تھیں۔ اور وہ اپنے اغراض کو پورا کرنے کے لئے ہر طرح سعی کر رہے تھے اور جماعت کو اس کے مرکز سے ہٹا دینے اور غیر احمدیوں میں ملا دینے سے بھی وہ نہ ڈرتے تھے۔ جماعت کے سیاسی انتظام کے بدلنے کی فکر بھی ان لوگوں کے ذہن سے نکل نہیں گئی تھی۔ اس امر کے لئے دو طرح کوشش کی جاتی تھی ایک تو اس طرح کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے تمام احکام کو ہدایات پریذیڈنٹ کے رنگ میں ظاہر کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں اور دوسرے اس طرح کہ مولوی محمد علی صاحب کو خلیفہ کی حیثیت دی جائے تاکہ جماعت پر ان کا خاص اثر ہو جاوے۔ اور دوسرے لوگوں کی نظریں بھی ان کی طرف اُٹھنے لگیں۔ چنانچہ انجمن کے اجلاسات میں صاف طور پر کہا جاتا تھا کہ جو کچھ مولوی صاحب حکم دیں گے وہی ہم کریں گے۔ اور ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے صاف طور پر یہ الفاظ کہے کہ ہمارے تو یہ امیر ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۹۱۱ء میں مذہبی کانفرنس کے موقع پر جب مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب اپنے مضامین سنانے کے لئے گئے تو لوگوں کے دریافت کرنے پر خواجہ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو اپنا پیر یا لیڈر بیان کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی میں ہی یہ بات عام طور پر بیان ہوتی چلی آئی ہے۔ مگر خواجہ صاحب نے کبھی اس کی تردید نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست ہی ہے۔ اسی طرح اور سب معاملات میں مولوی محمد علی صاحب کو اس طرح آگے کرنے کی کوشش کی جاتی تھی کہ لوگوں کی نظریں حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے ہٹ کر انہی کی طرف متوجہ ہو جاویں۔

بے جا کوششوں کا اکارت جانا

مگر یہ دونوں کوششیں ان کی بیکار گئیں۔ پہلی کوشش تو اس طرح کہ ۱۹۱۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح نے صدر انجمن احمدیہ کو لکھ دیا کہ مَیں چونکہ خلیفہ ہوں۔ ممبر انجمن اور صدر انجمن نہیں رہ سکتا۔ میری جگہ مرزا محمود احمد کو پریذیڈنٹ مقرر کیا جاوے۔ اس طرح اس تدبیر کا تو خاتمہ ہؤا۔ حضرت خلیفۃ المسیح انجمن سے علیحدہ ہو گئے اور آپ کی جگہ مَیں صدر ہو گیا اور اب یہ ظاہر کرنے کا موقع نہ رہا کہ خلیفہ کی

اطاعت بوجہ خلافت نہیں کی جاتی۔ بلکہ بوجہ پریذیڈنٹ انجمن ہونے کے اس کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے۔

دوسری تدبیر خود اپنے ہی ہاتھوں سے اکارت چلی گئی۔ جونہی خواجہ صاحب کو کچھ شہرت حاصل ہوئی۔ وہ اپنے وجود کو آگے لانے لگے اور لوگوں کی توجہ بھی ان کی طرف ہی پھر گئی اور مولوی صاحب خود ہی پیچھے ہٹ گئے۔ اور ان کی رائے کا وہ اثر نہ رہا جو پہلے تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا ۱۹۱۰ء میں بیمار ہونا

۱۹۱۰ء کے آخری مہینوں میں حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گر گئے اور کچھ دن آپ کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ حتّٰی کہ آپ نے مرزا یعقوب بیگ صاحب سے جو اس وقت آپ کے معالج تھے دریافت کیا کہ مَیں موت سے نہیں گھبراتا آپ بے دھڑک طبی طور پر بتا دیں کہ اگر میری حالت نازک ہے تو مَیں کچھ ہدایات وغیرہ لکھوا دوں۔ مگر چونکہ یہ لوگ حضرت مولوی صاحب کا ہدایات لکھوانا اپنے لئے مضر سمجھتے تھے۔ آپ کو کہا گیا کہ حالت خراب نہیں ہے۔ اور اگر ایسا وقت ہؤا تو وہ خود بتا دیں گے مگر وہاں سے نکلتے ہی ایک مشورہ کیا گیا اور دوپہر کے وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب میرے پاس آئے کہ ایک مشورہ کرنا ہے آپ ذرا مولوی محمد علی صاحب کے مکان پر تشریف لے چلیں۔ میرے نانا صاحب جناب میر ناصر نواب صاحب کو بھی وہاں بلوایا گیا تھا جب مَیں وہاں پہنچا تو مولوی محمد علی صاحب، خواجہ صاحب، مولوی صدر الدین صاحب اور ایک یا دو آدمی وہاں پہلے سے موجود تھے۔ خواجہ صاحب نے ذکر شروع کیا کہ آپ کو اس لئے بلوایا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت بہت بیمار اور کمزور ہے۔ ہم لوگ یہاں ٹھہر تو سکتے نہیں لاہور واپس جانا ہمارے لئے ضروری ہے۔ پس اس وقت دوپہر کو جو آپ کو تکلیف دی ہے تو اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ کوئی ایسی بات طے ہو جاوے کہ فتنہ نہ ہو۔ اور ہم لوگ آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو خلافت کی خواہش نہیں ہے۔ کم سے کم مَیں اپنی ذات کی نسبت تو کہہ سکتا ہوں کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب بھی آپ کو یہی یقین دلاتے ہیں۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب بولے کہ مجھے بھی ہرگز خواہش نہیں۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے کہا کہ ہم بھی آپ کے سوا خلافت کے قابل کسی کو نہیں دیکھتے اور ہم نے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن آپ ایک بات کریں کہ خلافت کا فیصلہ اس وقت تک نہ ہونے دیں۔ جب تک کہ ہم لاہور سے نہ آجاویں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص جلد بازی کرے اور پیچھے فساد ہو۔ ہمارا انتظار ضرور کر لیا جائے۔ میر صاحب نے تو انکو

یہ جواب دیا کہ ہاں جماعت میں فساد کے مٹانے کے لئے کوئی تجویز ضرور کرنی چاہیئے۔ مگر میں نے اس وقت کی ذمہ داری کو محسوس کرلیا اور صحابہؓ کا طریق میری نظروں کے سامنے آگیا کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے متعلق تجویز خواہ وہ اس کی وفات کے بعد کے لئے ہی کیوں نہ ہو ناجائز ہے۔ پس مَیں نے ان کو یہ جواب دیا کہ ایک خلیفہ کی زندگی میں اس کے جانشین کے متعلق تعیین کردینی اور فیصلہ کردینا کہ اس کے بعد فلاں شخص خلیفہ ہو گناہ ہے۔ مَیں تو اس امر میں کلام کرنے کو ہی گناہ سمجھتا ہوں۔

جیسا کہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ خواجہ صاحب کی اس تقریر میں بعض باتیں خاص توجہ کے قابل تھیں۔ اوّل تو یہ کہ اس سے ایک گھنٹہ پہلے تو انہی لوگوں نے حضرت خلیفۃ المسیح سے کہا تھا کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں وصیت کی ضرورت نہیں۔ اور وہاں سے اُٹھتے ہی آئندہ کا انتظام سوچنا شروع کردیا۔ دوسری بات یہ کہ ان کی تقریر سے صاف طور پر اس طرف اشارہ نکلتا تھا کہ ان کو تو خلافت کی خواہش نہیں لیکن مجھے ہے۔ مگر مَیں نے اس وقت ان بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ کیونکہ ایک دینی سوال درپیش تھا اور اس کی نگہداشت سب سے زیادہ ضروری تھی۔

مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب کی خلیفہ ہونے کی خواہش

جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کردیا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب کی یہ بات کہ ہم خلافت کے خواہشمند نہیں ہیں اس کا صرف یہ مطلب تھا کہ لفظ خلافت کے خواہشمند نہیں ہیں کیونکہ ان لوگوں نے خلافت کی جگہ ایک نئی قسم کا عہدہ پریذیڈنٹ یا امیر جماعت کا وضع کرلیا ہے۔ جو عملاً خلیفہ کا مترادف سمجھا جاتا ہے اور جس کے مدعی اس وقت مولوی محمد علی صاحب ہیں اور خواجہ صاحب تو اب اپنے آپ کو خلیفۃ المسیح لکھتے ہیں۔ گو ان کو خلافت کی کوئی بات بھی میسر نہیں اور شاید یہ خطاب جو ان کے دوستوں نے ان کو دیا ہے۔ اور انہوں نے بھی اپنے لئے پسند کرلیا ہے یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا کے طور پر ہے تا کہ دُنیا دیکھ لے کہ وہ خلافت کے اس قدر شائق تھے کہ خلیفۃ المسیح ہونا تو الگ رہا اگر خلافت نہ ملے تو خالی نام ہی سے وہ اپنا دل خوش کرتے ہیں۔

فریب دہی

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تجویز جو خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء نے میرے سامنے پیش کی درحقیقت ایک فریب تھا اور گو اس وقت اس امر کا خیال نہیں ہو سکتا۔ مگر اب معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں مجھے

خلافت کا شائق سمجھ کر یہ چال چلی تھی کہ اس طرح مطمئن کر دیں اور خود موقع پر پہنچ کر اپنے منشاء کے مطابق کوئی تجویز کریں۔ ورنہ اگر وہ میری خلافت پر متفق تھے تو اس بات کے کیا معنے ہوئے کہ ان کا انتظار کیا جاوے ورنہ فتنہ ہو گا۔ جب ان کے نزدیک بھی مجھے ہی خلیفہ ہونا چاہئے تھا تو ان کی عدم موجودگی میں بھی اگر یہ کام ہو جاتا تو فتنہ کا باعث کیوں ہوتا۔

انصار اللہ

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانی مریض کے مرض روحانی میں بڑھنے کے لئے بھی سامان پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ ہوا۔ فروری ۱۹۱۱ء میں مَیں نے ایک رؤیا دیکھی کہ:۔

"ایک بڑا محل ہے اور اس کا ایک حصہ گرا رہے ہیں اور اس محل کے پاس ایک میدان ہے اور اس میں ہزاروں آدمی تھپیروں کا کام کر رہے ہیں اور بڑی سرعت سے اینٹیں پاتھتے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ یہ کیسا مکان ہے اور یہ کون لوگ ہیں اور اس مکان کو کیوں گرا رہے ہیں؟ تو ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ جماعت احمدیہ ہے اور اس کا ایک حصہ اس لئے گرا رہے ہیں تا پُرانی اینٹیں خارج کی جائیں (اللہ رحم کرے) اور بعض کچی اینٹیں پکّی کی جائیں۔ اور یہ لوگ اینٹیں اس لئے پاتھتے ہیں تا اس مکان کو بڑھایا جائے اور وسیع کیا جائے۔ یہ ایک عجیب بات تھی کہ سب تھپیروں کا منہ مشرق کی طرف تھا۔ اس وقت دل میں خیال گزرا کہ یہ تھپیرے فرشتے ہیں اور معلوم ہوا کہ جماعت کی ترقی کی فکر ہم کو بہت کم ہے بلکہ فرشتے ہی اللہ تعالیٰ سے اِذن پاکر کام کر رہے ہیں۔" (بدر ۲۳ ر فروری ۱۹۱۱ء)

اس رؤیا سے تحریک پاکر مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت سے ایک انجمن بنائی جس کے فرائض تبلیغ سلسلہ احمدیہ، حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری، تسبیح، تحمید و درود کی کثرت، قرآن کریم اور احادیث کا پڑھنا اور پڑھانا، آپس میں محبت بڑھانا، بدظنی اور تفرقہ سے بچنا، نماز باجماعت کی پابندی رکھنا تھے۔ ممبر ہونے کے لئے یہ شرط رکھی گئی کہ سات دن متواتر استخارہ کے بعد کوئی شخص اس انجمن میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس کے بغیر نہیں۔ اس انجمن کا اعلان ہونا تھا کہ اعتراضات کی بوچھاڑ ہونی شروع ہو گئی۔ اور صاف طور پر ظاہر کیا جانے لگا کہ اس انجمن کا قیام بغرض حصول خلافت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس انجمن کے ممبروں میں سے ایک خاصی تعداد اس وقت ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ اور وہ لوگ گواہی دے سکتے ہیں کہ اس انجمن کا کوئی تعلق تغیرات خلافت کے متعلق نہ

تھا۔ بلکہ یہ انجمن صرف تبلیغ کا کام کرتی تھی اور ان میں سے بعض نے یعنے ان کے واعظ محمد حسین عرف مرہم عیسیٰ اور ماسٹر فقیر اللہ سپرنٹنڈنٹ دفتر سیکرٹری اشاعت اسلام لاہور نے یہ شہادت دی بھی ہے اس انجمن کے قریباً پونے دو سو ممبر ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں تبلیغ کے متعلق جو سستی ہو گئی تھی اس کے ذریعہ سے وہ دُور ہو گئی اور سلسلہ حقہ کی خالص تبلیغ کا جوش نہ صرف اس کے ممبران میں ہی بلکہ دوسرے لوگوں میں بھی پیدا ہو گیا اور ایسے لوگ جو سست ہو گئے تھے چست ہو گئے اور جو پہلے سے ہی چست تھے وہ تو چست ہی تھے۔ خواجہ صاحب نے بھی اس خیال سے کہ دیکھوں اس انجمن میں کیا بھید ہے۔ اس میں داخل ہونا چاہا، لیکن سات دن کا استخارہ غالباً ان کے راستہ میں روک ہؤا یا کوئی اور باعث ہؤا جو اس وقت میرے ذہن میں نہیں ہے۔

طریق تبلیغ کے متعلق الہٰی اشارہ

چونکہ انجمن انصار اللہ کا قیام تبلیغ سلسلہ احمدیہ کے لئے تھا اس لئے مَیں اس جگہ ضمناً یہ بھی ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس طرح خلافت کے مسئلہ کے متعلق مَیں نے اس وقت تک آگے آنے کی جرأت نہیں کی جب تک کہ مجھے رؤیا میں اس کے متعلق بتایا نہیں گیا۔ اسی طرح تبلیغ کے طریق کے متعلق بھی بغیر استخارہ اور دُعا اور الہٰی اشارہ کے مَیں نے کچھ نہیں کیا۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے طرزِ تبلیغ کو دیکھ کر جب جماعت میں اعتراضات ہوتے شروع ہوئے تو مَیں نے اس وقت تک کوئی طریق اختیار نہیں کیا۔ جب تک کہ دُعا و استخارہ نہیں کر لیا۔ اس استخارہ کے بعد مجھے رؤیا میں خواجہ صاحب کے متعلق دکھایا گیا کہ وہ خشک روٹی کو کیک سمجھے ہوئے ہیں اور اسی کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس پر مَیں نے ان کے اس رویہ کی تردید شروع کی۔ ورنہ پہلے میں بالکل خاموش تھا۔

خلیفہ اوّل کی پردہ پوشی

جیسا کہ مَیں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اس وقت عام طور پر جماعت معاملات کو سمجھ گئی تھی اور احمدیوں نے سمجھ لیا تھا کہ خواجہ صاحب ہمیں کدھر کو لئے جا رہے ہیں اور اکثر حصہ جماعت کا اس بات پر تیار ہو گیا تھا کہ وہ اندرونی یا بیرونی دشمنوں کی کوششوں کا جو ان کو مرکز احمدیت سے ہٹانے کے لئے کی جا رہی ہیں مقابلہ کرے۔ مگر چونکہ خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء نے خلافت کے متعلق یہ رویہ اختیار کر لیا تھا کہ بظاہر اس مسئلہ کی تائید کی جائے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اکثر حاضر ہو کر ان سے اظہارِ عقیدت کی جاوے اس لئے جماعت کو ان کے حالات سے پوری طرح آگاہی نہ حاصل ہو سکی۔ ورنہ جس قدر آج کل ان کا اثر ہے وہ بھی نہ رہتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو ان لوگوں نے یقین دلایا تھا کہ یہ لوگ خلافت کے قائل ہیں

اور اسی طرح دوسرے مسائل میں بھی جیسا رنگ حضرت خلیفۃ المسیح کا دیکھتے اسی طرح ہاں میں ہاں ملا دیتے۔ جس سے اکثر آپ یہی خیال فرماتے کہ یہ لوگ نہایت خیر خواہ اور راسخ العقیدہ ہیں۔ اور ان کی پچھلی حرکات پر پردہ ڈالتے۔ اور اگر لوگ ان کی کارروائیاں یاد دلاتے تو آپ بعض دفعہ ناراض بھی ہوتے اور فرماتے کہ غلطیاں سب انسانوں سے ہوتی ہیں اگر ان سے ہوگئیں تو ان کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ اب یہ بالکل درست ہیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے ساتھ ہی یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو یہ لوگ دھوکا دیتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے اگر انکی کوئی تعریف کی ہے تو یہ اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ کیونکہ اس سے ان کی تعریف ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپ کے وقت میں منافقت سے کام کرتے تھے کیونکہ جن باتوں کی نسبت حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ یہ مانتے ہیں ان پر یہ الزام مت لگاؤ کہ یہ ان کو نہیں مانتے۔ آپ کی وفات کے بعد انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بناوٹ بناوٹ ہی ہوتی ہے درمیان میں کبھی کبھی ان لوگوں کی حرکات سے حضرت خلیفۃ المسیح سمجھ بھی جاتے تھے کہ یہ لوگ دھوکا دے رہے ہیں۔ اور اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ مگر پھر ان لوگوں کے معافی مانگ لینے پر خیال فرماتے تھے کہ شاید غلطی ہوگئی ہو اور دل سے ان لوگوں نے یہ حرکت نہ کی ہو۔ کیونکہ حسن ظنی آپ کی طبیعت میں بہت بڑھی ہوئی تھی اور رحم فطرت میں ودیعت تھا۔

غرض ایک عجیب سی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ ایک طرف تو عام طور پر اپنے زہریلے خیالات پھیلانے کے باعث یہ لوگ جماعت کی نظروں سے گرتے جاتے تھے۔ دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح سے خوف کرکے کہ آپ ان کے اخراج کا اعلان نہ کر دیں یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح آپ کی زندگی میں جماعت میں ہی ملے رہیں۔ اس لئے آپ کے سامنے اپنے آپ کو نہایت مطیع ظاہر کرتے تھے۔ مگر کبھی کبھی اپنی اصلیت کی طرف بھی لوٹتے تھے اور ایسی حرکات کر دیتے جس سے آپ کو آگاہی ہو جاتی۔ مگر پھر فوراً معافی مانگ کر اپنے آپ کو سزا سے بچا بھی لیتے۔

خواجہ صاحب کے طرزِ عمل کا جماعت پر اثر

اس وقت جماعت میں تبلیغ احمدیت کے متعلق جو کمزوری پیدا ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ یا تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں یہ حال تھا کہ عبدالحکیم مُرتد حضرت مسیح موعودؑ کو لکھتا ہے کہ احمدی سوائے آپ کے ذکر کے کچھ سُننا ہی پسند نہیں کرتے۔ ہر وعظ میں

آپ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ اور یا یہ حال ہو گیا تھا کہ اپریل ۱۹۱۲ء میں جبکہ میں ایک وفد کے ساتھ مختلف مدارس عربیہ کو دیکھنے کے لئے اس نیت سے گیا کہ مدرسہ احمدیہ کے لئے کوئی مناسب سکیم تیار کی جاوے۔ تو لکھنؤ، بنارس، کانپور میں مجھے تقریریں کرنے کا بھی اتفاق ہوا اور سب جگہ میں نے دیکھا کہ وہاں کی جماعتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ سلسلہ کا کوئی ذکر نہ ہو کیونکہ پھر لوگ سنیں گے نہیں یا سن کر مخالفت کریں گے۔ مگر میں نے ان کو جواب دیا کہ میں اپنے لیکچروں کی تعریف کا خواہشمند نہیں۔ حق سنانے کا خواہشمند ہوں اگر لوگ نہ سنیں گے یا سنکر مخالفت کریں گے تو یہ ان کی مرضی ہے۔ میں تو خدا تعالیٰ کے حضور بری الذمہ ہو جاؤں گا۔ لکھنؤ سے تو ایک صاحب نے جو اب میری بیعت میں شامل ہیں حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھا۔ کہ کاش! آپ اس وفد کے ساتھ کوئی تجربہ کار آدمی بھی بھیج دیتے۔ یہ لوگ اس رنگ میں تبلیغ کرتے ہیں کہ فساد کا خطرہ ہے۔ میاں صاحب نوجوان ہیں جوش میں وقت کو نہیں دیکھتے ایسا نہ ہو کہ کوئی خون ہو جائے اور ہم لوگ بدنام ہوں۔ اب بھی آپ فوراً ایک ایسے بزرگ کو جو ضرورت زمانہ کو سمجھے بھیج دیجئے۔ جب میں واپس آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے مجھے اس خط کے مضمون پر آگاہ کیا۔ اور اس خط پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا۔ لکھنؤ میں دو لیکچروں کی تجویز تھی۔ ایک لیکچر کے بعد گو مخالفوں کی طرف سے بھی کچھ روک ہوئی۔ مگر اپنی جماعت نے بھی اس روک کو ایک عذر بنا کر مزید کوشش سے احتراز کیا۔ اور دوسرا لیکچر رہ گیا مگر ہم نے ملاقاتوں میں خوب کھول کھول کر تبلیغ کی۔ بنارس میں بھی اسی طرح ہوا۔ یہاں کی جماعت اس وقت اپنے آپ کو میری ہم خیال ظاہر کرتی تھی مگر اس کا بھی یہی اصرار تھا کہ لیکچر عام ہو۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بتاتے تھے کہ خواجہ صاحب کے لیکچر کامیاب ہو چکے ہیں ایسا نہ ہو یہ لیکچر کامیاب نہ ہوں تو ان کے مقابلہ میں سُبکی ہو۔ مگر میں نے نہ مانا۔ اور سلسلہ کے متعلق لیکچر دیئے۔ لوگ کم آتے۔ مگر میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ تعجب ہے کہ جبکہ لکھنؤ کی جماعت جو اس وقت میرے خیالات سے غیر متفق تھی حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر بیعت میں داخل ہوئی۔ جماعت بنارس بیعت سے باہر رہی۔ شاید یہ سزا تھی۔ اس دنیاداری کے خیالات کی جو ان کے اندر پائے جاتے تھے اور جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

غرض جماعت کی حالت اس وقت عجیب ہو رہی تھی۔ ایک طرف تو اس کے دل محسوس کر رہے تھے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر اس طرح ترک کر دیا گیا تو آہستہ آہستہ سلسلہ مفقود ہو جائے گا۔ دوسری طرف خواجہ صاحب کے طریق تبلیغ کے بعد ان کو یہ خوف تھا کہ لوگ سلسلہ کا

ذکر سننے کے لئے شاید آویں گے ہی نہیں۔ اور اگر آویں گے تو اتنے کم کہ خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء کو یہ کہنے کا موقع مل جاوے گا کہ ہمارا ہی طرز تبلیغ درست ہے کہ جس کے باعث لوگ شوق سے سننے کے لئے آجاتے ہیں آخر ہوتے ہوتے تعلق کی زیادتی پر احمدی بھی ہو جاویں گے پس وہ کشمکش و پیچ کی حالت میں تھے اور اس طریق کو ناپسند کرتے ہوئے اس طریق کی نقل کو اپنے کام کے لئے ضروری سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اگر لوگوں پر یہ ثابت ہو جاوے کہ احمدیوں میں خواجہ صاحب سے زیادہ واقف اور لوگ بھی موجود ہیں تو خود بخود وہ ادھر متوجہ ہو جاویں گے اور اس وقت ان کو اصل حال سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔

خواجہ صاحب کے طرز عمل کی غلطی

پہلے خواجہ صاحب کی حقیقت کھولنے کے لئے ضروری ہے کہ ان ہی کے ایجاد کردہ طریق سے ان کا مقابلہ کیا جاوے۔ مگر یہ ان کا خیال غلط تھا۔ اگر وہ اس راستہ پر پڑ جاتے تو ضرور کچھ مدت کے بعد اسی رنگ میں رنگین ہو جاتے۔ جس میں خواجہ صاحب رنگین ہو چکے تھے اور آخر احمدیت سے دُور جا پڑتے ان کی نجات اسی میں تھی کہ پہلے کی طرح ہر موقع مناسب پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کو پیش کرتے۔ اور لوگوں کے آنے یا نہ آنے کی پرواہ نہ کرتے۔ اور یہ بھی ایک وہم تھا کہ لوگ سنیں گے نہیں۔ لوگ عموماً شخصیت کی وجہ سے آتے ہیں۔ نہ مضمون لیکچر کے سبب سے۔ ایک مشہور شخص ایک معمولی سے معمولی امر کے متعلق لیکچر دینے کے لئے کھڑا ہو جاوے لوگ اسی پر اکٹھے ہو جاویں گے یہ اور بات ہے کہ پیچھے اس پر جرح و قدح کریں۔

کانپور میں لیکچر

مثلاً اسی سفر میں میرا لیکچر کانپور میں ہوا۔ چونکہ اشتہار میں کھول کر بتایا گیا تھا کہ لیکچر سلسلہ احمدیہ کے امتیازات پر ہوگا۔ خیال تھا کہ لوگ شاید سننے نہ آویں گے مگر لوگ بہت کثرت سے آئے اور جو جگہ تیار کی گئی تھی وہ بالکل بھر گئی اور بہت سے لوگ کھڑے رہے۔ ڈیڑھ ہزار یا اس سے بھی زیادہ کا مجمع ہوا۔ اور عموماً تعلیم یافتہ لوگ اور حکام اور تاجر اس میں شامل ہوئے اور اڑھائی گھنٹہ تک نہایت شوق سے سب نے لیکچر سُنا اور جب مَیں بیٹھ گیا تو تب بھی لوگ نہ اُٹھے اور انہوں نے خیال کیا کہ شاید یہ سانس لینے کے لئے بیٹھے ہیں آخر اعلان کیا گیا کہ لیکچر ختم ہو چکا ہے۔ اب سب صاحبان تشریف لے جاویں تب لوگوں نے شور مچایا کہ ان کو کھڑا کیا جاوے کہ بہت سے لوگ مصافحہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور مَیں نے دیکھا کہ وہ لوگ جو دن کے وقت ہمارے مُنہ پر ہمیں کافر کہہ کر گئے تھے بڑھ بڑھ کر علاوہ مصافحہ کرنے کے میرے ہاتھ بھی چومتے تھے۔

لکھنؤ اور بنارس میں لوگوں کے کم آنے کی اور کانپور میں زیادہ آنے کی وجہ میں سمجھتا ہوں یہی تھی کہ لکھنؤ اور بنارس کے لوگ مجھ سے ناواقف تھے اور کانپور میں بوجہ پنجابی سوداگروں کی کثرت کے ہماری خاندانی وجاہت سے ایک طبقہ آبادی کا واقف تھا۔ اس واقفیت کی وجہ سے وہ آگئے اور لیکچر سن کر حق نے ان کے دل پر اثر کیا اور پہلا لگاؤ اور بھی بڑھ گیا۔

خواجہ صاحب کا سفر ولایت

غرض جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ جماعت اس وقت عجیب قسم کے اضداد خیالات میں سے گزر رہی تھی اور یہ حالت برابر ایک دو سال تک اسی طرح رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۲ء آگیا۔ اس سال کو سلسلہ کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس میں بعض ایسے تغیرات نمودار ہوئے۔ کہ جنہوں نے آئندہ تاریخ سلسلہ پر ایک بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔ اور جو میرے نزدیک اختلافات سلسلہ کی بنیاد رکھنے والا سال ثابت ہؤا ہے۔ وہ واقعات یہ ہیں۔ کہ اس سال خواجہ صاحب کی بیوی فوت ہو گئی۔ خواجہ صاحب کو چونکہ اس سے بہت تعلق اور اُنس تھا۔ اس غم کو غلط کرنے کے لئے انہوں نے ہندوستان کا ایک لمبا دورہ کرنے کی تجویز کی۔ اور اس دورہ کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ جماعت کے کاموں کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے ہے۔ یہ وفد مختلف علاقہ جات میں گیا اور آخر کئی شہروں کا دَورہ کرتے ہوئے بمبئی پہنچا۔ بمبئی میں ایک احمدی رئیس کے گھر پر یہ وفد ٹھہرا۔ ان صاحب کو ان دنوں کوئی کام ولایت میں درپیش تھا جس کے لئے وہ کسی معتبر آدمی کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے خواجہ صاحب کو ایک بھاری رقم کے علاوہ کرایہ وغیرہ بھی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ ولایت جا کر ان کے کام کے لئے سعی کریں۔ سفر ولایت جو دل بستگی ہندوستانیوں کے لئے رکھتا ہے اس نے خواجہ صاحب کو اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینے کی ترغیب دی اور انہوں نے اس تجویز کو غنیمت جانا اور فوراً ولایت جانے کی تجویز کر دی۔ چنانچہ بدر اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ۵/ دسمبر ۱۹۱۲ء کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

"اس سفر میں خواجہ صاحب کے لئے خدا تعالیٰ نے کچھ ایسے اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ وہ انگلینڈ تشریف لے جاتے ہیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے جو نصائح خواجہ صاحب کو چلتے ہوئے کیں۔ ان میں بھی اس امر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۵) "بقدر طاقت اپنی کے دین کی خدمت وہاں ضرور کرو۔" (پیغام جلد اول نمبر اول صفحہ ۳)

خواجہ صاحب چونکہ شہرت کے خواہش مند ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت

جان کر اصل معاملہ کو پوشیدہ رکھ کر یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ انہوں نے اس سفر ولایت میں تبلیغ کی خاص ضرورت محسوس کی ہے۔ اور اس کے لئے وہ اپنی چلتی ہوئی پریکٹس چھوڑ کر محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ولایت جاتے ہیں۔ اصل واقعات کا تو بہت کم لوگوں کو علم تھا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ چاروں طرف سے خواجہ صاحب کی اس قربانی پر صدائے تحسین و آفرین بلند ہونی شروع ہو گئی اور اپنی زندگی میں ہی ایک مذہبی شہید کی صورت میں وہ دیکھے جانے لگے۔ مگر صرف زبانی روایات پر ہی اکتفا نہ کر کے خواجہ صاحب نے اخبار زمیندار میں ایک اعلان کرایا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ مجھے کوئی سیٹھ یا انجمن یا کوئی غیر احمدی رئیس ولایت بھیج رہا ہے یہ بات بالکل غلط ہے۔ میں تو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنا کام چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اس اعلان کے الفاظ میں یہ احتیاط کر لی گئی تھی کہ رئیس کے لفظ کے ساتھ غیر احمدی کا لفظ بڑھا دیا گیا تھا۔ اور اب بظاہر اعتراض سے بچنے کی گنجائش رکھ لی گئی تھی۔ کیونکہ ان کو بھیجنے والا نہ سیٹھ تھا نہ انجمن نہ غیر احمدی رئیس۔ بلکہ ایک احمدی رئیس نے انکو بھجوایا تھا۔ مگر خواجہ صاحب کا یہ منشاء نہ تھا کہ لوگوں کا ذہن ایک احمدی رئیس کی طرف پھرے۔ بلکہ یہ تھا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ کسی مالدار شخص سے فیس لے کر کسی دنیاوی کام پر ولایت نہیں جا رہے۔ بلکہ اپنی پریکٹس کو چھوڑ کر خدا کا نام پھیلانے کے لئے اور شرک کو مٹانے کے لئے اپنے خرچ پر ولایت جا رہے ہیں ؎

ترسم کہ نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ تو میروی بترکستان است

کہا جاتا ہے کہ بھیجنے والے صاحب یہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کو معلوم ہو کہ وہ خواجہ صاحب کو بھیج رہے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا وہ یہ چاہتے تھے کہ جھوٹ طور پر یہ بھی مشہور کیا جاوے کہ خواجہ صاحب اپنی پریکٹس کو چھوڑ کر اپنے خرچ پر صرف تبلیغ کے لئے ولایت جا رہے ہیں۔ اگر خواجہ صاحب بغیر کسی ایسے اعلان کے ولایت چلے جاتے تو کیا لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ خواجہ صاحب فلاں شخص کے بھیجے ہوئے جا رہے ہیں۔ غیر احمدی سب کے سب اور احمدی اکثر اس واقعہ سے ناواقف تھے اور جو واقف تھے وہ اس اعلان سے دھوکا کھا نہیں سکتے تھے۔ پھر اس اعلان کے سوائے جھوٹے فخر کے اور کیا مدنظر تھا۔ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا (آل عمران: ۱۸۹)

غرض خواجہ صاحب ولایت روانہ ہو گئے اور پیچھے ان کے دوستوں نے بڑے زور سے اس امر کی اشاعت شروع کی کہ خواجہ صاحب اپنا کام تباہ کر کے صرف تبلیغ دین کے لئے ولایت چلے

گئے ہیں۔ ان کی مدد مسلمانوں پر فرض ہے۔ دو سال کا خرچ تو خواجہ صاحب کے پاس تھا ہی۔ اس عرصہ کے بعد اگر وہاں زیادہ ٹھہرنے کا منشاء ہو تو اس کے لئے ابھی سے کوشش کر دی گئی۔

خواجہ صاحب کے ولایت جانے کا اثر

خواجہ صاحب کے اس طرح ولایت جانے پر وہ جوش جو خواجہ صاحب کے خلاف جماعت میں پھیل رہا تھا کہ وہ سلسلہ کی تبلیغ نہیں کرتے اور ایسے طریق کو اختیار کر رہے ہیں۔ جس سے سلسلہ کی خصوصیات کے مٹ جانے کا اندیشہ ہے دب گیا۔ اور خواجہ صاحب کی اس قربانی پر ایک دفعہ پھر جماعت خواجہ صاحب کے گرد جمع ہو گئی مگر بہت کم تھے جو حقیقتِ حال سے واقف تھے۔

سفرِ مصر اور خاص دُعائیں

ان ہی دنوں میں مجھے مصر کے راستہ سے حج کے لئے جانے کا موقع ملا۔ گو میرا ارادہ ایک دو سال مصر میں ٹھہرنے کا تھا۔ مگر حج کے بعد مصر جانے میں کچھ ایسی روکیں پیدا ہوئیں کہ مَیں نے واپس آجانا مناسب سمجھا۔ اس سفر میں دعاؤں کے ایسے بیش بہا مواقع نصیب ہوئے کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کو قدم ثبات حاصل ہونے میں ایک حصہ ان دُعاؤں کا بھی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک کشف کو خواجہ صاحب کا اپنے اوپر چسپاں کرنا

خواجہ صاحب کو ولایت گئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ان کو ایک ہندوستانی مسلمان کی یوروپین بیوی سے جس کا ایک مسلمان سے بیاہ اسے اسلام کے قریب کر ہی چکا تھا۔ ملاقات کا موقع ملا۔ خواجہ صاحب کے مزید سمجھانے پر اس نے اسلام کا اعلان کر دیا۔ خواجہ صاحب نے اس کا خوب اعلان کیا اور لوگوں کو عام طور پر توجہ ہو گئی کہ خواجہ صاحب ایک عمدہ کام کر رہے ہیں۔ احمدیوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے خواجہ صاحب نے یہ لکھنا شروع کیا کہ یہ عورت حضرت مسیح موعودؑ کے ایک کشف کے ماتحت مسلمان ہوئی ہے۔ اس کشف کا مضمون یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ولایت گئے ہیں اور وہاں سفید رنگ کے کچھ پرندے پکڑے ہیں چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"مَیں نے دیکھا کہ مَیں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے مَیں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہو گا۔ سو مَیں نے اس کی یہ تعبیر کی۔ کہ اگرچہ

میں نہیں۔ مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے۔" (ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۷۷۲، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۷۷)

اس کشف کا مضمون ہی بتاتا ہے کہ یہ کشف خواجہ صاحب کے ہاتھ پر پورا نہیں ہوا کیونکہ کشف تو بتاتا ہے کہ پرندے مسیح موعودؑ نے پکڑے ہیں۔ حالانکہ خواجہ صاحب نے جن لوگوں کو مسلمان بنایا ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہرگز نہیں کرایا۔ وہ اسلام جس کی تلقین خواجہ صاحب کرتے رہے ہیں۔ اس میں تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی شامل ہیں۔ غرض گو اس کشف کا تعلق خواجہ صاحب سے کچھ بھی نہ تھا۔ جیسا کہ بعد کے تجربہ سے ثابت ہوا۔ وہ احمدیوں میں اپنی مقبولیت بڑھانے کے لئے اس کشف کی اشاعت کرتے رہے۔ (شروع میں ایک عرصہ تک خواجہ صاحب نے بالکل پتہ نہیں چلنے دیا کہ وہاں کس قسم کی تبلیغ کر رہے ہیں) مگر یہ سب اعلانات احمدیوں میں ہی تھے۔ غیر احمدیوں کو یہی بتایا جاتا تھا کہ تبلیغ عام اسلامی اُصول کے مطابق ہو رہی ہے اس لئے سب کو چندہ دینا چاہئے اور اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی کے پورا ہونے پر خواجہ صاحب کا اس کا ذکر نہ کرنا

جب خواجہ صاحب ولایت پہنچے ہیں تو اس وقت بلقان وار (جنگ بلقان) شروع تھی۔ خواجہ صاحب نے اس کے متعلق ایک ٹریکٹ لکھا اور اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا الہام غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ★ لکھ کر ترکوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی خبر دی۔ ہم لوگ تو اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے کہ خواجہ صاحب آخر اصل راستہ کی طرف آگئے ہیں لیکن کچھ ہی دن کے بعد جب ایک دو انگریزوں کے مسلمان ہونے پر غیر احمدیوں نے خواجہ صاحب کی مدد شروع کی اور ان کو یہ بھی بتایا گیا کہ سلسلہ کا ذکر کرنے سے ان کی مدد رُک جاوے گی۔ تو وہی خواجہ صاحب جنہوں نے پیشگوئی کے پورا ہونے سے پہلے اس کا اعلان بلادِ ترکیہ میں کیا تھا۔ اس کے پورا ہونے پر ایسے خاموش ہوئے کہ پھر اس پیشگوئی کا نام تک نہ لیا۔

احمدیہ پریس کے مضبوط کرنے کا خیال

۱۹۱۳ء میں دو اور اہم واقعات ہوئے۔ حج سے واپسی کے وقت مجھے قادیان کے پریس کی مضبوطی کا خاص طور پر خیال پیدا ہوا۔ جس کا اصل محرّک مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کا اخبار "الہلال"

★ تذکرہ صفحہ ۵۰۲ ایڈیشن چہارم

تھا۔ جسے احمدی جماعت بھی کثرت سے خریدتی تھی اور خطرہ تھا کہ بعض لوگ اس کے زہریلے اثر سے متأثر ہو جاویں۔ چنانچہ مَیں نے اس کے لئے خاص کوشش شروع کی اور حضرت خلیفۃ المسیح سے اس امر کی اجازت حاصل کی کہ قادیان سے ایک نیا اخبار نکالا جائے جس میں علاوہ مذہبی امور کے دنیاوی معاملات پر بھی مضامین لکھے جاویں تاکہ ہماری جماعت کے لوگ سلسلہ کے اخبارات سے ہی اپنی سب علمی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت حاصل کر چکا تو مجھے معلوم ہؤا کہ لاہور سے ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب بھی ایک اخبار نکالنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا علم ہوتے ہی مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو ایک رُقعہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ لاہور سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ فلاں فلاں احباب مل کر ایک اخبار نکالنے لگے ہیں چونکہ میری غرض تو اس طرح بھی پوری ہو جاتی ہے۔ حضور اجازت فرماویں تو پھر اس اخبار کی تجویز رہنے دی جاوے۔ اس کے جواب میں جو کچھ حضرت خلیفۃ المسیح نے تحریر فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ اِس اخبار اور اُس اخبار کی اغراض میں فرق ہے آپ اس کے متعلق اپنی کوشش جاری رکھیں۔ اس ارشاد کے ماتحت مَیں بھی کوشش میں لگا رہا۔

پیغامِ صُلح اور الفضل کا اجراء

جون ۱۹۱۳ء کے ابتداء میں اخبار پیغام صلح لاہور میں شائع ہؤا اور وسط میں "الفضل" قادیان سے نکلا۔ بظاہر تو سینکڑوں اور اخبارات ہیں جو پہلے سے ہندوستان میں نکل رہے تھے دو اور اخبارات کا اضافہ معلوم ہوتا تھا مگر درحقیقت احمدی جماعت کی تاریخ میں ان اخبارات کے نکلنے نے ایک اہم بات کا اضافہ کر دیا۔

پیغامِ صُلح کی روش

پیغام صلح کے نکلنے سے وہ مواد جو خفیہ جماعت میں پیدا ہو رہا تھا پھُوٹ پڑا اور کھُلے بندوں سلسلہ کی خصوصیات کو مٹانے کی کوشش کی جانے لگی۔ قادیان کی جماعت خاص طور پر سامنے رکھ لی گئی اور سلسلہ کے دشمنوں سے صُلح کی داغ بیل پڑنے لگی۔ اصل غرض تو شاید اس رسالہ سے خواجہ صاحب کے مشن کی تقویت تھی مگر طبعاً ان مسائل کو بھی چھیڑنا پڑ گیا جو مابہ النزاع تھے۔ غیر احمدیوں میں اس اخبار کی اشاعت کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرزا صاحب علیہ الرحمۃ لکھا جانے لگا اور دشمنانِ سلسلہ کی تعریف کے گیت گائے جانے لگے۔ ترکوں کے بادشاہ کو خلیفۃ المسلمین* کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

---

* ترلآلی شہوار یعنی وہ اشعار آبدار جو مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار نے ۲۴ رجب کو بارگاہِ سلطان المعظم

غرض پوری کوشش کی گئی کہ احمدیت کا نام درمیان سے اُٹھ جائے اور احمدی اور غیر احمدی ایک ہو جاویں۔

مسجد کانپور کا واقعہ ان اخبارات کے شائع ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کانپور کی ایک مسجد کے غسل خانہ کے گرائے جانے پر مسلمانان ہند میں شور برپا ہوا جن لوگوں نے اس مسجد کے گرانے پر بلوہ کیا تھا اور مارے گئے ان کو شہید کا خطاب دیا گیا اور گورنمنٹ کے خلاف بڑے زور سے مضامین لکھے گئے۔ پیغام صلح نے بھی ان اخبارات کا ساتھ دیا جو اس وقت گورنمنٹ کے خلاف لکھ رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح سے خاص آدمی بھیج کر رائے طلب کی گئی اور مولوی محمد علی صاحب سے مضمون لکھوائے گئے۔ مولوی محمد علی صاحب کے مضامین تو صریح فسادیوں کی حمایت میں تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی صائب رائے کو اس طرح بگاڑ کر شائع کیا گیا کہ اس کا مطلب اور کا اور بن گیا۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ گورنمنٹ نے اس موقع پر نہایت ناواجب سختی سے کام لیا ہے اور مسجد کا گرانا درست نہ تھا۔ حالانکہ آپ نے مجھے یہ لکھوایا تھا کہ غسل خانہ مسجد میں نہیں اور شور و فساد میں لوگوں کو حصہ نہیں لینا چاہئے۔ جب پیغام صلح کے یہ مضامین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو دکھائے گئے تو آپ نے ان کو نہایت ناپسند کیا۔ اور خود دو مضامین مجھ سے لکھوائے۔ جن کے نوٹ اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ ان میں خاص طور پر زور دیا گیا تھا کہ غسل خانے مسجد کا جزو نہیں ہیں اور یہ کہ جو لوگ اس موقع پر شورش کر رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور منافقانہ کارروائی کر رہے ہیں

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

میں پڑھ کر سنائے۔

خلافت مدعا جوید کہ ما از آں سلطانیم — اخوت بر ملا گوید کہ او از آں ما باشد

حذر اے دشمنان ملت بیضا ازاں ساعت — کہ در دستِ امیر مالوائے مصطفٰے باشد

(پیغام جلد نمبر ۱ نمبر ۸ صؔ)

مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار کی مراجعت لاہور۔

جیسا کہ ہم ۲۴ راگست کی اشاعت میں مختصر اطلاع شائع کر چکے ہیں۔ اس اتوار کی صبح کو قریباً ساڑھے نو بجے مولوی ظفر علی صاحب بمبئی میل سے مع الخیر لاہور پہنچے ...... احمدیہ بلڈنگس کے پاس پہنچ کر حلقہ احباب نے بڑے جوش کے ساتھ مکرمی خواجہ کمال الدین صاحب کے لئے دُعائیہ نعرے مارے۔" (پیغام جلد نمبر ۱ نمبر ۱۲ صؔ)

لیکن منع فرمایا کہ میں ان مضامین میں آپ کی طرف اشارہ کروں۔ اپنی طرف سے شائع کردوں۔ جب یہ مضامین شائع ہوئے تو لوگوں میں عام طور پر یہ پھیلایا گیا کہ مَیں نے ان مضامین میں مولوی محمد علی صاحب کو جن کے مضامین پیغام صلح میں شائع ہوئے ہیں گالیاں دی ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد شریف صاحب بٹالوی حال سول سرجن ہوشیار پور جو اس وقت غالباً سرگودھا میں تھے قادیان میں تشریف لائے تو انہوں نے مجھ سے اس امر کے متعلق ذکر کیا۔ مَیں نے ان کو جواب دیا کہ یہ مضامین میرے نہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح کے لکھوائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ کہ حضرت خلیفۃ المسیح جو مولوی محمد علی صاحب کا اس قدر ادب کرتے ہیں ایسے الفاظ آپ کی نسبت لکھوائیں۔ مَیں نے اسی وقت وہ اخبار کا پرچہ منگوا کر جس پر ان کو اعتراض تھا اس کے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح کا لکھوایا ہوا ہے اور جس قدر سخت الفاظ ہیں وہ آپ کے ہی ہیں مَیں نے اپنی طرف سے نہیں لکھے اور وہ پرچہ ان کو دے دیا کہ آپ اس پرچہ کو حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس لے جاویں اور ان کے سامنے رکھ دیں۔ پھر آپ کو معلوم ہو جاوے گا کہ آیا ان کا لکھایا ہوا ہے یا میرا لکھا ہوا ہے۔ وہ اس پرچہ کو آپ کے پاس لے گئے اور چونکہ اسی وقت انہوں نے واپس جانا تھا۔ پھر مجھے تو نہیں ملے مگر اس پرچہ کو اپنے ایک رشتہ دار کے ہاتھ مجھے بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ آپ کی بات درست ہے۔ یہ صاحب ایک معزز عہدہ دار ہیں اور ہیں بھی مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیالوں میں۔ میری بیعت میں شامل نہیں۔ ان سے قسم دے کر مولوی محمد علی صاحب دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ واقعہ درست ہے یا نہیں۔

غرض کانپور کی مسجد کا واقعہ جماعت میں ایک مزید تفرقہ کا باعث بن گیا۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے ایک جماعت تو سیاست کے انتہا پسند گروہ کی طرف چلی گئی اور دوسری اس تعلیم پر قائم رہی جو اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دی تھی اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ مؤخر الذکر جماعت تعداد میں بہت زیادہ تھی۔

لارڈ ہیڈلے کے مسلمان ہونے کا اعلان

ان ہی ایام میں خواجہ صاحب کو ایک پُرانے مسلمان لارڈ ہیڈلے مل گئے۔ وہ قریباً چالیس سال سے مسلمان تھے مگر بوجہ مسلمانوں کی مجلس نہ ملنے کے اظہار اسلام کے طریق سے ناواقف تھے۔ خواجہ صاحب کے ملنے پر انہوں نے اسلام کا اظہار کیا★ اور بتایا کہ وہ چالیس سال

★ لارڈ صاحب (یورپین انجینئر جو ۱۸ نومبر ۱۹۱۳ء کو مسلمان ہوئے۔ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۴۳۶) خود اپنے اسلام لانے کی

سے مسلمان ہیں۔خواجہ صاحب نے فوراً تمام دُنیا میں شور مچا دیا کہ ان کی کوششوں سے ایک لارڈ مسلمان ہوگیا ہے۔ اس خبر کا شائع ہونا تھا کہ خواجہ صاحب ایک بُت بن گئے اور چاروں طرف سے ان کی خدمات کا اعتراف ہونے لگا۔ مگر وہ لوگ جن کو معلوم تھا کہ لارڈ ہیڈلے چالیس سال سے مسلمان ہے۔ اس خبر پر نہایت حیران تھے کہ خواجہ صاحب صداقت کو اس حد تک کیوں چھوڑ بیٹھے ہیں ؟ مگر خواجہ صاحب کے مدِنظر صرف اپنے مشن کی کامیابی تھی۔ جائز یا ناجائز ذرائع سے وہ اپنے مشن کو کامیاب بنانے کی فکر میں تھے۔ میرے نزدیک لارڈ ہیڈلے کے اسلام کا اظہار ان احمدیوں میں سے بیسیوں کی ٹھوکر کا موجب ہؤا ہے جو اس وقت ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ بعض لوگ ان کی ان خیالی کامیابیوں کو دیکھ کر یہ یقین کرنے لگے تھے کہ یہ الٰہی تائید بتا رہی ہے کہ خواجہ صاحب حق پر ہیں۔ حالانکہ یہ تائیدالٰہی نہ تھی بلکہ خواجہ صاحب کی اخلاقی موت تھی اور جب تک سلسلہ احمدیہ باقی رہے گا اور انشاءاللہ قیامت تک باقی رہے گا۔ خواجہ صاحب کی یہ خلاف بیانی اور چالاکی بھی دنیا کو یاد رہے گی اور وہ اسے دیکھ دیکھ کر انگشت بدندان ہوتے رہیں گے۔

خواجہ صاحب کی اس کامیابی کو دیکھ کر جو بعد میں محض خیالی ثابت ہوئی۔ جماعت کے ایک حصہ کے قدم پھر لڑکھڑا گئے اور جیسا کہ مَیں نے لکھا ہے وہ اسے آسمانی مدد سمجھ کر اپنی عقل کو غلطی خوردہ خیال کرکے خواجہ صاحب کی ہم خیالی میں ہی اپنی فلاح سمجھنے لگے اور پیغام صلح کے مضامین ان کے لئے اور بھی باعث ٹھوکر ہو گئے۔ لیکن اس کشمکش کا یہ فائدہ بھی ہوگیا کہ جو کوششیں خفیہ کی جاتی تھیں ان کا اظہار ہوگیا اور جماعت ہوشیار ہوگئی۔ کچھ حصہ جماعت کا بیشک ہلاک ہوگیا۔ مگر ان کی ہلاکت دوسروں کے بچانے کا ذریعہ بن گئی۔

پیغام میں جماعت قادیان پر حملے

جب اختلاف کا اظہار ہوگیا تو اب زیادہ پوشیدگی کی ضرورت نہ رہی۔ پیغام صلح میں خوب کُھلم کُھلا

نسبت لکھتے ہیں:۔

"میرے موجودہ اعتقادات میری کئی سالوں کی تحقیقات اور تفتیش کا نتیجہ ہیں۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ساتھ مذہب کے بارے میں میری اصلی خط وکتابت چند ہی ہفتے قبل شروع ہوئی۔ اور یہ بات میری دلی خوشی اور مسرت کا باعث ہوئی کہ میرے تمام خیالات اسلام کے عین مطابق نکلے۔ میرے دوست خواجہ کمال الدین صاحب نے ذرہ بھر کوشش مجھے اپنے زیر اثر لانے کیلئے نہیں کی۔"

(پرچہ پیغام ۱۶؍دسمبر ۱۹۱۳ء نمبر ۶۷ صفحہ ۳)

طور پر قادیان کی جماعت پر اعتراضات ہونے لگے اور ان کے جوابات الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح کے مشورہ سے شائع ہوتے رہے۔ گو یہ لوگ جونہی حضرت خلیفۃ المسیح کی ناراضگی کا علم پاتے تھے۔ فوراً آکر آپ سے معافی مانگ لیتے مگر پھر جاکر وہی کام شروع ہوجاتا۔ یہ زمانہ جماعت کے لئے بہت نازک تھا کیونکہ دشمن بھی اس اختلاف سے آگاہ ہوگئے جو اندر ہی اندر کئی سال سے نمودار ہورہا تھا اور انہوں نے اس علم سے فائدہ اُٹھا کر ان لوگوں کو فساد پر اور بھی آمادہ کرنا شروع کیا۔ اور کئی قسم کے سبز باغ دکھانے شروع کئے۔ حتّٰی کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو پیغامِ صُلح کا نام پیغامِ جنگ رکھنا پڑا۔

خفیہ ٹریکٹ

گو اخبار کے ذریعہ سے بہت کچھ زہر یہ لوگ ہمارے خلاف اُگلتے تھے مگر پھر بھی حضرت خلیفۃ المسیح کا خوف ساتھ لگا رہتا تھا۔ پس ان کے دل کا حوصلہ پوری طرح نہ نکلتا تھا اور خود حضرت خلیفۃ المسیح کے خلاف تو کُھلم کُھلا کچھ لکھ ہی نہ سکتے تھے۔ اس لئے بنگال کے انارکسٹوں کے شاگرد بن کر مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت نے ایسے ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جن کے نیچے نہ پریس کا نام ہوتا تھا اور نہ لکھنے والے کا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان لوگوں نے دو ٹریکٹ شائع کئے جن کا نام اظہار الحق نمبر۱۔ اور اظہار الحق نمبر۲ رکھا گیا۔

یہ دونوں ٹریکٹ وسط نومبر ۱۹۱۳ء میں ایک دو دن کے وقفہ سے ایک دوسرے کے بعد شائع ہوئے۔ پہلا ٹریکٹ چار صفحہ کا تھا اور دوسرا آٹھ صفحہ کا۔ دونوں کے آخر میں لکھنے والے کے نام کی بجائے داعی الی الوصیت لکھا ہوا تھا۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کی طرف جماعت کو بلانے والا۔

پہلے ٹریکٹ کا خلاصہ

ٹریکٹ اوّل کا خلاصہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں جمہوریت کی اشاعت اس بات کی طرف اشارہ کرتی تھی کہ اس زمانہ کا مأمور بھی جمہوریت کا حامی ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ سوائے ان امور کے جن میں وحی ہوتی احباب سے مشورہ کرلیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے اس لئے مأمور کیا ہے کہ انسانوں کی شانیں جو حد سے زیادہ بڑھا دی گئی ہیں ان کو دُور کریں اور جب آپؑ کو اپنی وفات کے قُرب کی خبر خدا تعالیٰ نے دی تو آپؑ نے اپنی وصیت لکھی اور اس میں اپنے بعد جانشین کا مسئلہ اس طرح حل کیا کہ آپؑ کے بعد جمہوریت ہوگی اور ایک انجمن کے سُپرد کام ہوگا۔ مگر افسوس کہ آپؑ کی وفات پر جماعت نے آپؑ کے

فرمودہ کو پس پشت ڈال کر پیر پرستی شروع کر دی اور جمہوریت کے رنگ کو نَسْیًا مَنْسِیًّا کر دیا۔ اس وقت جماعت میں بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جنہوں نے بیعت مجبوری سے کی ہے ورنہ ان کے خیال میں اس بیعت لینے والے کی نسبت (حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل) بہتر لوگ جماعت میں موجود ہیں۔ اور اس امر کا اصل وبال کارکنان صدر انجمن احمدیہ پر ہے جنہوں نے بانی سلسلہ کی وفات پر جماعت کو پیر پرستی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ اب یہ حال ہے کہ حصول گدی کے لئے طرح طرح کے منصوبے کئے جاتے ہیں۔ اور ایک خاص گروہ انصار اللہ اس لئے بنایا گیا ہے کہ تا قوم کے جملہ بزرگواروں کو نیچا دکھایا جاوے۔ انصار اللہ کا کام ظاہر میں تو تبلیغ ہے لیکن اصل میں بزرگانِ دین کو منافق مشہور کرنا ہے۔ مولوی غلام حسین صاحب پشاوری، میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی، مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ان لوگوں کو قابل دار بتایا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف طور پر انجمن کو اپنا جانشین قرار دیا ہے نہ کسی واحد شخص کو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف لکھ دیا ہے کہ آپؑ کے بعد صدر انجمن کا فیصلہ ناطق ہوگا۔ اب جماعت کی حالت کو دیکھو کہ غیر مامور کی ہر ایک بات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ پیغام صلح کو بند کر کے خلیفہ نے جماعت کو اس سے بدظن کر دیا۔ (پیغام صلح کی منافقانہ کارروائیوں سے تنگ آکر حضرت خلیفۃ المسیح نے اعلان فرما دیا تھا کہ اسے میرے نام نہ بھیجا کرو اور پھر جب یہ لوگ بھیجتے رہے تو آپ نے ڈاک سے وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمود احمد) جب ایک معزز طبقہ کی بے عزتی بلا وجہ وہ شخص جو جماعت میں عالم قرآن سمجھا جاتا ہے (یعنی خلیفہ اوّل) محض خلافت کی رعونت میں کر دیتا ہے تو بے سمجھ نوجوان طبقہ سے بزرگان جماعت کیا امید رکھ سکتے ہیں؟ بزرگان قوم ان کارروائیوں کو کب تک دیکھیں گے اور خاموش رہیں گے؟ احمدیو! دوسرے پیرزادوں کو چھوڑو اور اپنے پیرزادوں کی حالت کو دیکھو۔

دوسرے ٹریکٹ کا خلاصہ

دوسرے ٹریکٹ کا خلاصہ یہ تھا۔ جماعت احمدیہ میں کوئی عیار نہیں۔ غیر مامور کی شخصی غلامی (یعنی حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت) نے ہماری حالت خراب کر دی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں جماعت بہت آزادی سے گفتگو کر لیتی تھی۔ اب سخت تقلید کیا جاتا ہے اور خلیفہ کے کان بھر کر بھائیوں کو تکلیف دی جاتی ہے۔ اگر چندے یہی حالت رہی تو احمدی پیر پرستوں اور غیر احمدی پیر پرستوں میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک سو سال بعد ہی کوئی مصلح

آسکتا ہے اس سے پہلے نہیں۔ جن کا اس کے خلاف خیال ہے وہ اپنے ذاتی فوائد کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ایسا خیال پھیلاتے ہیں۔ جماعت کی بہتری اسی میں ہے کہ جمہوریت کے ماتحت کام کرے۔

اس کے بعد جماعت میں فتنہ کی تاریخ اس طرح لکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کی گھبراہٹ میں جب حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کو پس پشت ڈال کر جماعت نے مولوی نورالدین صاحب کو خلیفہ مان لیا۔ تو اس وقت سب لوگوں کی زبانوں پر یہ کلام جاری تھا کہ مولوی محمد علی صاحب ہی آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ حاسدوں نے اس امر کو دیکھ کر بیوی صاحبہ (حضرت اماں جان) کی معرفت کارروائی شروع کی اور ان کی معرفت خلیفہ کو کہلوایا کہ آپ کی بیعت تو ہم نے کرلی ہم کسی ارائیں وغیرہ کی بیعت نہیں کریں گے۔ جس پر مولوی صاحب نے ان کی حسب مرضی جواب دیکر ٹال دیا۔ اس کے بعد انجمن کے معاملات میں دخل دینے اور مولوی محمد علی صاحب کو تنگ کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کوشش شروع ہوگئی۔ پھر میر محمد اسحٰق صاحب کے ذریعہ ایک فساد کھڑا کر دیا گیا۔ (ان سوالات کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر مَیں پہلے تاریخ سلسلہ کے بیان میں کر چکا ہوں) اور کارکنان انجمن کے خلاف شور ڈال دیا گیا۔ اور مرزا محمود صاحب کو مدعی خلافت کے طور پر پیش کیا جانے لگا اور مشہور کیا گیا کہ انجمن کے کارکن اہلِ بیت کے دشمن ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اہلِ بیت قوم کا روپیہ کھا رہے ہیں اور انجمن اور اس کے اراکین پر ذاتی حملہ کر رہے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب پر الزام لگائے جاتے ہیں پیغام صُلح کی اشاعت کا سوال پیدا ہؤا تو جھٹ الفضل کی اجازت خلیفہ سے مانگی گئی۔ جنہوں نے ڈر کر اجازت دے دی۔

ہمارے مضامین میں منتظمین پیغام کا کچھ دخل نہیں نہ ان کو خبر ہے۔ کانپور کا واقعہ جب ہؤا تو منتظمان پیغام نے خلیفہ رجب الدین کو ٹریبیون دے کر قادیان بھیجا اور مولوی صاحب کا خط منگوایا اگر اس کے چھاپنے میں کوئی خلاف بات کی گئی تھی تو مولوی صاحب کو چاہئے تھا اس کی تردید پیغام میں کرتے نہ کہ منتظمان پیغام پر ناراض ہوتے۔ مولوی صاحب نے اخبار پیغام صلح کو کانپور کے جھگڑے کے باعث نہیں بلکہ ایک معمولی بات پر ناراض ہو کر بند کر دیا تھا۔

بھائیو! تعجب ہے ایک عالم قرآن (حضرت خلیفہ اوّل) اس طرح بلا وجہ ایڈیٹر پیغام اور دوسرے متعلقین کو زبانی اور بذریعہ الفضل ذلیل و خوار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کیا یہی انصاف اسلام سکھاتا ہے؟

پیغام کے خلاف الحق دہلی نے جو زہر اُگلا ہے اس کا جواب چونکہ قادیان والوں نے نہیں دیا اس

لئے وہی اس کے محرک ہیں۔
اس کے آگے ذاتی عیوب کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس کا سمجھنا بغیر تفصیل کے بیرونجات کے لوگوں کے لئے مشکل ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ بیت لوگوں کو ورغلا رہے ہیں اور بزرگان سلسلہ کو بدنام کر رہے ہیں اور جماعت کو اُکسایا ہے کہ احمدی جماعت کو اس مصیبت سے بچانے کی کوشش کریں اور راقم ٹریکٹ سے اس امر میں خط و کتابت کریں۔

ٹریکٹ لکھنے والا کون تھا؟

اس ٹریکٹ کے آخر میں گو نام نہ تھا۔مگر چند باتیں اس کی اس قسم کی تھیں جو صاف طور پر بتلاتی ہیں کہ ان ٹریکٹوں کے لکھنے والے کون تھے؟

اوّل :۔ یہ تمام کے تمام ٹریکٹ لاہور سے شائع ہوتے تھے جو اس وقت مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیالوں کا مرکز تھا۔مرکز کے لفظ سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت بھی قادیان کے مقابلہ پر لاہور کو مرکز ظاہر کیا جاتا تھا۔بلکہ بوجہ اس کے کہ مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی کے اکثر آدمی وہاں ہی رہتے تھے اور اخبار پیغام صلح ان کا آرگن بھی وہیں سے شائع ہوتا تھا۔لاہور اس وقت بھی مرکز کہلانے کا مستحق تھا گو کُھلم کُھلا طور پر حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر اسے مرکز قرار دیا گیا ہے۔

۲:۔ اکثر جگہ پر یہ ٹریکٹ پیغام صلح کی مطبوعہ چٹوں میں بند شدہ پہنچا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دفتر پیغام صلح سے یہ بھیجا گیا تھا۔یا یہ کہ پیغام صلح کے متعلقین اس کی اشاعت میں دخل رکھتے تھے۔

۳:۔ اس ٹریکٹ کا لکھنے والا لوگوں سے چاہتا ہے کہ وہ اس سے اس کے مضمون کے متعلق خط و کتابت کریں لیکن اپنا پتہ نہیں دیتا جس سے طبعاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ پتہ نہیں دیتا تو لوگ اس سے خط و کتابت کیونکر کریں؟ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پہلے پتہ لکھا ہے پھر مصلحتاً اسے کاٹ دیا ہے لیکن چونکہ اصل مضمون میں سے یہ عبارت کہ لوگ اس سے خط و کتابت کریں نہیں کٹی ہوئی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مضمون چھپنا شروع ہو گیا ہے تب پتہ کاٹنے کا خیال ہوا اور چونکہ اصل مضمون کا کوئی حصہ کاٹنے میں دیر لگتی تھی اور عبارت خراب ہونے کا خطرہ تھا اس لئے اسے اسی طرح رہنے دیا ہے۔اب ہم بعض ٹریکٹوں کو دیکھتے ہیں تو ان پر سے اُنگلی سے رگڑ کر مضمون کے خاتمہ پر کچھ عبارت کٹی ہوئی ہے اور بعض ٹریکٹ ہمیں ایسے بھی ملتے ہیں جن پر "معرفت اخبار" کا لفظ کٹنے سے رہ گیا ہے اور باقی کٹا ہوا ہے۔یہ الفاظ "معرفت اخبار" کے صاف طور پر بتلاتے ہیں کہ پہلے خط و کتابت

کے لئے کسی اخبار کا پتہ دیا گیا تھا اور گو یہ اخبار پیغام نہ ہو اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے نہیں تھا۔ مگر اس سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس ٹریکٹ کے لکھنے والے کا تعلق اخبارات سے ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ معاصرانہ تعلقات کی بناء پر ایک اخبار دوسرے اخبار کے عملہ کی خدمت بالعموم کر دیا کرتے ہیں۔

۴:۔ اس ٹریکٹ میں انہی خیالات کی اشاعت تھی جو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے تھے سوائے اس کے کہ حضرت خلیفہ اوّل کی نسبت کسی قدر زیادہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ مگر بیسیوں ایسے گواہ ہمارے پاس موجود ہیں جو شہادت دیتے ہیں کہ اپنی علیحدہ مجلسوں میں مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیالوں میں سے بعض بڑے بڑے آدمی نہایت سخت الفاظ حضرت خلیفہ اول کی نسبت استعمال کیا کرتے تھے اور حضرت مولوی صاحب کی تعریف کی پالیسی آپ کی وفات کے بعد شروع ہوئی ہے بلکہ خفیہ طور پر خطوں میں بھی ایسے الفاظ استعمال کر لیتے تھے۔ چنانچہ ان کے دو بڑے رکنوں کے ان خطوط میں سے جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں سید حامد شاہ صاحب مرحوم کو لکھے۔ ہم بعض حصہ اس جگہ نقل کرتے ہیں۔ پہلا خط سید محمد حسین صاحب ان کی صدر انجمن کے محاسب کا ہے۔ وہ سید حامد شاہ صاحب کو لکھتے ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

۱/۱۰/۱۹۰۹ اخی مکرمی جناب شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

جناب کا نوازش نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔

قادیان کی نسبت دل کو بٹھا دینے والے واقعات جناب کو شیخ صاحب نے لکھے ہوں گے۔ وہ باغ جو حضرت اقدسؑ نے اپنے خون کا پانی دے دے کر کھڑا کیا تھا۔ ابھی سنبھلنے ہی نہ پایا تھا کہ بادِ خزاں اس کو گرایا چاہتی ہے۔ حضرت مولوی صاحب★ کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ دوسرے کی سُن ہی نہیں سکتے۔ وصیت کو پس پشت ڈال کر خدا کے فرستادہ کے کلام کی بے پروائی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیش نظر ہے۔ سلسلہ تباہ ہو تو ہو مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلے پر

★ خلیفہ اوّل

نہ ٹلے۔ وہ سلسلہ جو کہ حضرت اقدس کے ذریعہ بنایا تھا اور جو کہ بڑھے گا اور ضرور بڑھے گا۔ وہ چند ایک اشخاص کی ذاتی رائے کی وجہ سے اب ایسا گرنے کو ہے کہ پھر ایک وقت کے بعد ہی سنبھلے تو سنبھلے۔ سب اہل الرائے اصحاب اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے مرتے ہی سب نے آپ کے احسانات کو بُھلا آپ کے رُتبہ کو بُھلا، آپ کی وصیت کو بھلا دیا۔ اور پیر پرستی جس کی بنیاد کو اُکھاڑنے کے لئے یہ سلسلہ اللہ نے مقرر کیا تھا۔ قائم ہو رہی ہے اور عین یہ شعر مصداق اس کے حال کا ہے ؎

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے درکار خود با دین احمد کار نیست

کوئی بھی نہیں پوچھتا کہ بھائی یہ وصیت بھی کوئی چیز ہے یا نہیں؟ یہ تو اللہ کی وحی کے ماتحت لکھی گئی تھی۔ کیا یہ پھینک دینے کے لئے تھی؟ اگر پوچھا جاتا ہے تو ارتداد کی دھمکی ملتی ہے۔ اللہ رحم کرے۔ دل سخت بیکلی کی حالت میں ہے۔ حالات آمدہ از قادیان سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب فرماتا ہے کہ بمب کا گولہ دس دن تک چھوٹنے کو ہے جو کہ سلسلہ کو تباہ وچکنا چُور کر دیگا۔ اللہ رحم کرے۔ تکبر اور نخوت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ نیک ظنی نیک ظنی کی تعلیم دیتے دیتے بدظنی کی کوئی انتہاء نظر نہیں آتی۔ ایک شیعہ کی وجہ سے سلسلہ کی تباہی۔ اللہ رحم کرے۔ یا الٰہی ہم گنہگار ہیں تُو اپنے فضل وکرم سے ہی ہمیں، بچا سکتا ہے۔ اپنی خاص رحمت میں لے لے۔ اور ہم کو ان ابتلاؤں سے بچالے آمین۔ اور کیا لکھوں۔ بس حد ہو رہی ہے وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص تائید الٰہی ہو۔ تاکہ یہ اس کا سلسلہ اس صدمہ سے بچ جاوے۔ آمین۔

سب برادران کی خدمت میں السلام علیکم اور دُعا کی درخواست۔

خاکسار سید محمد حسین (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۲۸۵)

دوسرا خط مرزا یعقوب بیگ صاحب ان کی صدر انجمن کے جنرل سیکرٹری کا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون شیخ رحمت اللہ صاحب اور سید محمد حسین شاہ صاحب کے علم سے اور ان کی پسندیدگی کے بعد بھیجا گیا ہے۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ شیخ صاحب اور شاہ صاحب کی طرف سے بھی مضمون واحد ہے:۔

حضرت اخی المکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سر دست تو قادیان کی مشکلات کا سخت فکر ہے۔ خلیفہ صاحب کا تلوّن طبع بہت بڑھ گیا ہے

اور عنقریب ایک نوٹس شائع کرنے والے ہیں جس سے اندیشہ بہت بڑے ابتلاء کا ہے۔ اگر اس میں ذرہ بھی تخالف خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو تو برافروختہ ہو جاتے ہیں سب حالات عرض کئے گئے مگر ان کا جوش فرو نہ ہُوا اور ایک اشتہار جاری کرنے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ فرماویں ہم اب کیا کر سکتے ہیں؟ ان کا منشاء یہ ہے کہ انجمن کالعدم ہو جائے اور ان کی رائے سے ادنیٰ تخالف نہ ہو۔ مگر یہ وصیت کا منشاء نہیں۔ اس میں یہی حکم ہے کہ تم سب میرے بعد مل جل کر کام کرو۔ شیخ صاحب اور شاہ صاحب بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔

خاکسار مرزا یعقوب بیگ ۲۹/۹/۱۹۰۹ (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۲۸۸)

۵۔ نہایت واضح اور صاف بات اس امر کی تائید میں کہ یہی لوگ ان ٹریکٹوں کے شائع کرنے والے ہیں۔ یہ ہے کہ ان ٹریکٹوں کے شائع ہوتے ہی مینجر پیغام صلح سید انعام اللہ شاہ اور پیغام صلح کے انتظامی کاموں کی روح رواں بابو منظور الٰہی دونوں کے دستخط سے ایک تحریر پیغام صلح کے ۱۶ نومبر کے پرچہ میں شائع ہوئی جس میں اس الزام کو رد کرتے ہوئے کہ انصار اللہ ہم دونوں کو ٹریکٹوں کا شائع کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ لکھا ہے۔ جو ٹریکٹ ہم نے دیکھے ہیں ان میں ذرا شک نہیں کہ اکثر باتیں ان کی سچی ہیں۔ جہاں تک کہ ان کے متعلق ہمارا علم ہے اور بعض باتیں ہمارے علم اور ہمارے مشاہدہ سے بالاتر ہیں۔ اس لئے ان کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے...... جب ہمارا حضرت مسیح موعودؑ کی ہر بات کے ساتھ پورا پورا ایمان ہے تو دیگر فروعی باتوں کے اختلاف یا ٹریکٹ ہائے کی بیان کردہ باتوں کے ساتھ اتفاق رائے رکھنے کے جرم میں اگر ہماری نسبت غلط فہمی پھیلائی جانی لاہوری انصار اللہ نے مناسب سمجھی ہے اور ہمارے خلاف کچھ لکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ تو ہماری طرف سے کچھ کمی بیشی کا کلمہ لکھا گیا تو اس کی ذمہ داری بھی ان پر ہو گی۔

ٹریکٹوں کی اشاعت سے دو باتوں کا ظاہر ہونا

یہ پانچ ثبوت ہیں اس امر کے کہ ان ٹریکٹوں کے شائع کرنے والے مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء اور ہم خیال تھے۔ ان ٹریکٹوں کی اشاعت ہم پر دو امر خوب اچھی طرح ظاہر کر دیتی ہے ایک تو یہ کہ مقابلہ کے وقت اس جماعت سے کسی قانون حکومت یا قانون اخلاق یا قانون شریعت کی پابندی کی امید نہیں رکھی جا سکتی کیونکہ اس ٹریکٹ کی اشاعت میں قانون حکومت کو بھی توڑا گیا ہے کیونکہ مطبع کا نام نہیں دیا گیا۔ حالانکہ یہ قانون کے خلاف ہے۔ قانون اخلاق کی بھی خلاف ورزی کی گئی ہے کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اور مجھ پر اور میرے دیگر رشتہ داروں پر ناپاک سے ناپاک حملے کئے گئے اور الزام لگانے والا اپنا نام نہیں بتاتا۔

تاکہ اس کے الزامات کی تحقیق کی جاسکے کیونکہ مدعی جب تک ثبوت نہ دے اس کا جواب کیا دیا جاسکتا ہے؟ قانون شریعت کو بھی توڑا گیا ہے کیونکہ لکھنے والا اس شخص کی مخالفت کرتا اور اسے مشرک اور بداخلاق قرار دیتا ہے جس کے ہاتھ پر وہ بیعت کرچکا ہے اور پھر ایسے ناپاک افتراء بغیر ثبوت و دلیل کے شائع کرتا ہے جن کا بغیر ثبوت کے منہ پر لانا بھی شریعت حرام قرار دیتی ہے۔ دوسرا امر یہ کہ یہ لوگ اس بات کا قطعی طور پر فیصلہ کرچکے تھے کہ خواہ کچھ ہو جاوے اپنے مدعا کے حصول کے لئے جماعت کے تفرقہ کی بھی پرواہ نہیں کریں گے اور جماعت کے توڑنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کے زمانہ میں ہی تدابیر شروع کر دی تھیں۔

ٹریکٹوں کے لکھنے والے کئی ایک تھے

ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ ٹریکٹ خود مولوی محمد علی صاحب نے لکھا مگر بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا لکھنے والا ان کے دوستوں اور ہم خیالوں میں سے ضرور تھا اور ایک نہ تھا کئی تھے بلکہ کوئی جماعت تھی کیونکہ ایک سلسلہ ٹریکٹ کی اشاعت اور وہ بھی کثرت سے ایک شخص کا کام نہیں۔ اس کے انتظام اس کے خرچ اور اس کے ڈیسپیچ کے لئے مددگاروں کی ضرورت ہے اور بغیر مددگاروں کے یہ کام ہو نہیں سکتا۔ پس ضرور ہے کہ ان کے ہم خیالوں کی ایک خفیہ سوسائٹی بنائی گئی تھی جس نے یہ کام کیا۔

ٹریکٹوں کا اثر اور ان کا جواب

جب یہ ٹریکٹ شائع ہوئے تو ان کا اثر ایک بمب سے زیادہ تھا وہ جماعت جو مسیح موعودؑ کی قائم کردہ تھی اس نے اس ٹریکٹ کی اشاعت پر اپنی ذمہ داری کو پھر بڑے زور سے محسوس کیا اور چاہا کہ اس کا جواب دیا جاوے۔ جماعت کی ناراضگی اور حضرت خلیفۃ المسیح کے غضب سے ڈر کر پیغام صلح میں جو تائیدی ریمارکس شائع ہوئے تھے اس کی تردید میں ایک مختصر سا نوٹ متعلقین پیغام صلح نے آخر میں شائع کیا، لیکن اس کے الفاظ ایسے پیچدار تھے کہ ان میں ان ٹریکٹوں کے مضمون کی اگر تردید نکلتی تھی تو تائید کا پہلو بھی ساتھ ہی تھا مگر اصل جواب ایک اور جماعت کے لئے مقدر تھا اور وہ انصار اللہ کی جماعت تھی چونکہ راقم ٹریکٹ نے ان ٹریکٹوں میں انجمن انصار اللہ کے خلاف خاص طور پر زہر اُگلا تھا اور اخبار پیغام صلح میں بھی انہی کو مخاطب کیا گیا تھا اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے خاص طور پر اس ٹریکٹ کا جواب اس جماعت کے سُپرد فرمایا جو آپ کے ارشاد کے ماتحت دو ٹریکٹوں کی صورت میں شائع کیا گیا۔ پہلے ٹریکٹ میں اظہار الحق نمبر اول کا جواب لکھا گیا اور اس کا نام خلافت احمدیہ رکھا گیا۔ دوسرے میں

نمبر دوم کا جواب لکھا گیا اور اس کا نام اظہار الحقیقۃ رکھا گیا۔ یہ ٹریکٹ خود حضرت خلیفۃ المسیح نے دیکھے اور ان میں اصلاح فرمائی۔ اور یہ فقرہ بھی ایک جگہ زائد فرما دیا "ہزار ملامت پیغام پر جس نے اپنی چٹھی شائع کر کے ہمیں پیغام جنگ دیا۔ اور نفاق کا بھانڈا پھوڑ دیا۔"★ ان ٹریکٹوں کی اشاعت پر ہم نے چاہا کہ ان لوگوں سے بھی جن کی تائید میں یہ ٹریکٹ گمنام آدمی نے لکھے ہیں اس کی تردید میں کچھ لکھ دیا جائے لیکن چونکہ ان لوگوں کے دل میں منافقت تھی اور یہ دل سے اس کی تائید میں تھے اس لئے انہوں نے بیسیوں عذروں اور بہانوں سے اس کام سے انکار کیا۔ سوائے میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے کہ جنہوں نے ان سوالات کے جواب لکھ دیئے جو ان کو لکھے گئے تھے اور یہی صاحب ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے آخر بیعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

گمنام ٹریکٹ شائع کرنے والے نے جس مقصد سے یہ ٹریکٹ شائع کئے تھے وہ مقصد اس کا پورا ہؤا یا نہیں اس کو تو وہی خوب جانتا ہوگا۔ ہمیں ان ٹریکٹوں کی اشاعت سے یہ فائدہ ضرور ہوگیا کہ وہ باتیں جو مولوی صاحب اور ان کے ساتھی خفیہ خفیہ پھیلایا کرتے تھے ان کا علی الاعلان جواب دینے کا ہمیں موقع مل گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفاق کا بھانڈا پھوٹ گیا۔

اس ٹریکٹ کے بعد چند ماہ کے لئے امن ہوگیا۔ مینیجر پیغام اور بابو منظور الٰہی کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے معافی مانگنی پڑی اور بظاہر معاملہ دب گیا۔ لیکن یہ لوگ اپنے کام سے غافل نہ تھے۔

خواجہ صاحب کا غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت مانگنا اور نماز پڑھنا

خواجہ کمال الدین صاحب نے ولایت کے حالات سے فائدہ اُٹھا کر غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت طلب کرنی شروع کی۔ کیونکہ بقول ان کے وہاں کے لوگ احمدیت سے واقف نہیں اور مسلمانوں میں فرقہ بندی کا علم ان کو دینا مناسب نہ تھا۔ خواجہ صاحب کی کمزوری کو دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ان کو اجازت دیدی۔ لیکن خواجہ صاحب نے سب سے پہلے ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار کے پیچھے نماز ادا کی جو سخت معاندِ سلسلہ اور بدگو آدمی ہے اور اس طرح انگلستان کو بھی وہی پوزیشن دے دی۔ جو ہندوؤں کے اعتقاد میں گنگا کو ہے کہ جو وہاں گیا پاک ہوگیا۔ ہندوستان میں ظفر علی خان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام لیکن انگلستان میں قدم رکھتے ہی وہ پاک ہو جاتا ہے اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

★ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۱۴

حضرت خلیفہ اوّل کے متعلق پیغام صلح کی غلط بیانی

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ خفیہ طور پر شائع ہونے والے ٹریکٹوں کے جوابات کے بعد ظاہر طور پر امن ہو گیا تھا۔ لیکن درحقیقت کینہ و بغض کی آگ ان لوگوں کے دلوں میں جل رہی تھی۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء کے دسمبر کے جلسہ پر اس کا اظہار ہو گیا۔ اور وہ اس طرح کہ سالانہ جلسہ کی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح نے ان گمنام طور پر شائع کردہ ٹریکٹوں کا ذکر اپنی تقریر میں کیا اور اس پر اظہار نفرت کیا۔ اس پر آپ کے مطلب کو بگاڑ کر پیغام صلح نے جھٹ پٹ شائع کر دیا ★ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے انصار اللہ کے جواب میں شائع ہونے والے ٹریکٹوں پر اظہار نفرت کیا ہے۔ اور اس سے یہ غرض تھی کہ تا ان گمنام ٹریکٹوں کا اثر پھر قائم کیا جاوے اور ان کے جوابات کا اثر زائل کیا جائے۔ حالانکہ انصار اللہ کے جوابی ٹریکٹ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کے ماتحت آپ کو دکھانے کے بعد بلکہ آپ کی اصلاح کے بعد شائع ہوئے تھے۔ چنانچہ جب سب سے آخری مرتبہ آپ کے سامنے ان کا مسودہ پیش کیا گیا اور اس کی طبع کے متعلق اجازت طلب کی گئی تو آپ نے اس پر یہ تحریر فرمایا۔ "اخلاص سے شائع کرو۔ خاکسار بھی دُعا کرے گا۔ اور خود بھی دعا کرتے رہو۔ کہ شریر سمجھے یا کیفر کردار کو پہنچے۔ نورالدین۔" یہ تحریر اب تک ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح تو ان ٹریکٹوں کے بااثر ہونے کے لئے دعا کا وعدہ فرماتے ہیں اور اگر اظہار الحق کا مصنف باز نہ آئے تو اس کے لئے بددُعا کرتے ہیں مگر پیغام صلح حق کی مخالفت کی وجہ سے ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ انصار اللہ کے ٹریکٹوں پر حضرت خلیفۃ المسیح کو ناراض لکھتا ہے۔ اصل سبب یہی تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اظہار الحق کے مضمون کی طرف لوگوں کی توجہ ہو اور اس کے جواب پر لوگ بدگمان ہو جائیں لیکن اس کا یہ حربہ بھی کارگر نہیں ہوا کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ۱۵؍ جنوری ۱۹۱۴ء کو ایک تحریر کے ذریعہ شائع فرمایا کہ "پچھلے سال بہت سے نادانوں نے قوم میں فتنہ ڈلوانا چاہا اور اظہار حق نامی اشتہار عام طور پر جماعت میں تقسیم کیا گیا۔ جس میں مجھ پر بھی اعتراضات کئے گئے۔ مصنف ٹریکٹ کا تو یہ منشاء ہوگا کہ اس سے جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بندہ نوازی سے مجھے اور جماعت کو اس فتنہ سے بچالیا۔"

★ پیغام نے حضرت خلیفہ اول کے لیکچر کا خلاصہ لکھتے ہوئے لکھا۔ "جس شخص نے اظہار الحق لکھا اور جنہوں نے کھُلی چھٹی شائع کی اور جنہوں نے خلافت پر بحث کی اور ٹریکٹ شائع کئے ان کا حق کیا تھا۔"

(پیغام صلح پرچہ ۶؍ جنوری ۱۹۱۴ء صفحہ ۲)

خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اوّل کا خیال

جلسہ سالانہ کے چند ہی دن کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح بیمار ہو گئے اور آپ کی علالت روز بروز بڑھنے لگی۔ مگر ان بیماری کے دنوں میں بھی آپ تعلیم کا کام کرتے رہے۔ مولوی محمد علی صاحب قرآن شریف کے بعض مقامات کے متعلق آپ سے سوال کرتے اور آپ جواب لکھواتے کچھ اور لوگوں کو بھی پڑھاتے۔ ایک دن اسی طرح پڑھا رہے تھے مسند احمد کا سبق تھا۔ آپ نے پڑھاتے پڑھاتے فرمایا کہ مسند احمد حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے بخاری کا درجہ رکھتی ہے مگر افسوس ہے کہ اس میں بعض غیر معتبر روایات امام احمد بن حنبل صاحب کے ایک شاگرد اور ان کے بیٹے کی طرف سے شامل ہو گئی ہیں۔ جو اس پایہ کی نہیں ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا اصل کتاب کو علیحدہ کر لیا جاتا۔ مگر افسوس کہ یہ کام میرے وقت میں نہیں ہو سکا اب شاید میاں کے وقت میں ہو جاوے اتنے میں مولوی سید سرور شاہ صاحب آگئے اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات پھر دہرائی اور کہا کہ ہمارے وقت میں تو یہ کام نہیں ہو سکا آپ میاں کے وقت میں اس کام کو پورا کریں۔ یہ بات وفات سے دو ماہ پہلے فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم حضرت خلیفۃ المسیح کا منشاء یہی تھا کہ آپ کے بعد خلفاء کا سلسلہ چلے گا اور یہ بھی کہ خدا تعالیٰ اس مقام پر آپ کے بعد مجھے کھڑا کرے گا۔

مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا مولوی محمد علی کو ارشاد

چونکہ مسئلہ کفر و اسلام کا تذکرہ جماعت میں ہمیشہ زیر بحث رہتا تھا اور مولوی محمد علی صاحب نے کبھی ان مسائل پر قلم نہیں اُٹھایا تھا اور ان مسائل کے متعلق ان کو بے تعلق حیثیت حاصل تھی۔ مولوی محمد علی صاحب کو قرآن کریم کے بعض مقامات پر نوٹ کرانے کے دَوران حضرت خلیفۃ المسیح نے مختلف آیات کے متعلق ایک دن فرمایا کہ یہ آیات کفر و اسلام کے مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہیں اور لوگ بظاہر ان میں اختلاف سمجھتے ہیں۔ مثلاً

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرة: ٦٣) یا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝

(النساء: ١٥١، ١٥٢)

اسی طرح بعض لوگ میری نسبت بھی کہتے ہیں کہ یہ کبھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا ہے اور کبھی کافر۔ میرا ارادہ تھا کہ کبھی اس پر ایک مضمون لکھوں کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے؟ اور میرے اقوال میں جو اختلاف نظر آتا ہے اس کا کیا باعث ہے؟ آپ آج کل قرآن کریم کے نوٹ لکھ رہے ہیں۔ آپ اس پر ایک مضمون لکھیں اور مجھے دکھالیں۔ اس میں ان آیات میں مطابقت کرکے دکھائی جاوے۔ یہ گفتگو میرے سامنے ہوئی۔ اسی طرح کچھ دن بعد جبکہ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے پھر یہی ذکر شروع کیا اور اپنی نسبت فرمایا۔ کہ میری نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہ کبھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ دیتا ہے کبھی کافر۔ حالانکہ لوگ میری بات کو نہیں سمجھے۔ یہ ایک مشکل بات ہے حتّٰی کہ ہمارے میاں بھی نہیں سمجھے۔

مولوی محمد علی صاحب کا کفر و اسلام کے متعلق مضمون

مولوی صاحب کو گو حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک بے تعلق آدمی خیال کیا تھا۔ مگر مولوی صاحب دل میں تعصب و بغض سے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حضرت خلیفۃ المسیح نے کہا کچھ تھا انہوں نے لکھنا کچھ اور شروع کر دیا۔ بجائے اس کے کہ ان آیات میں تطبیق پر مضمون لکھتے جو بعض لوگوں کے نزدیک ایک دوسری کے مخالف ہیں۔ "کفر و اسلام غیر احمدیان" پر ایک مضمون لکھ دیا۔ ادھر پیغام صلح میں یہ شائع کرا دیا گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے کہ میاں کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں سمجھا۔★ حالانکہ یہ بات بالکل جھوٹ تھی جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کا حضرت خلیفہ اوّل کو مضمون سنانے کی حقیقت

جب مولوی صاحب نے مضمون لکھ لیا تو نہ معلوم کس خوف سے اس بات کی بے حد کوشش کی کہ علیحدہ وقت میں سنایا جاوے۔ چنانچہ ایک دن رات کے وقت پہرہ کر کے مضمون سنانا چاہا۔ مگر عین وقت پر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پہنچ گئے اور بات رہ گئی۔ دوسری دفعہ جمعہ کی نماز کا ناغہ کر کے مضمون سنایا۔ حضرت خلیفہ اول کے بڑے بیٹے میاں عبدالحی مرحوم کا بیان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ ابھی اسے شائع نہ کریں اور اس قسم کی بات بھی

★ (پیغام ۳، مارچ ۱۴ء صفحہ ۴ - "میاں نے بھی اس کو نہیں سمجھا")، (رسالہ کفر و اسلام صفحہ ۱۲ سطر ۱۱، ۱۲ "میاں نے بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھا")

کہی کہ میرا مطلب کچھ اور تھا۔ مگر چونکہ مرحوم کی عمر اس وقت چھوٹی تھی۔ ہم ان کی شہادت پر اپنے دعویٰ کی بناء نہیں رکھنے۔ ہمارے پاس ایسی زبردست اندرونی شہادت موجود ہے جو اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ یا تو مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح نے ناپسند کیا اور یا پھر ان کے دکھانے کے بعد اسے بدل دیا گیا اور یا اسے ایسے وقت میں سنایا گیا کہ جس وقت آپ کی توجہ کسی اور کام کی طرف تھی اور آپ نے اس کو سُنا ہی نہیں۔ اور وہ شہادت خود مولوی محمد علی صاحب کا مضمون ہے۔ اس مضمون میں کئی ایسی باتیں لکھی گئی ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جیسے عالم و فاضل آدمی کی طرف تو کُجا ایک معمولی سمجھ کے آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں ہو سکتیں مثال کے طور پر ہم چند باتیں ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

پہلی شہادت اس میں اسلام کی تعریف قرآن کریم و احادیث سے یہ ثابت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر ایمان لے آنا کافی ہے اور کسی امر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اس رسالہ میں لکھتے ہیں:۔

"بلکہ خود قرآن کریم نے ایک ہی آیت میں بالکل صاف کر دیا ہے جہاں فرمایا وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (یوسف: ۱۰۷) جس میں یہ سمجھایا ہے کہ اکثر لوگوں کا تو یہی حال ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود دل کے کسی نہ کسی کونہ میں شرک باقی رہتا ہے۔ پس باوجود مشرک ہونے کے بھی مؤمن کا لفظ بولا جاتا ہے۔"

(مسئلہ کفر و اسلام مصنفہ مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۴)

یہ آیت جو مولوی محمد علی صاحب نے لکھی ہے کفارِ مکہ کے حق میں ہے اور سورہ یوسف کے آخری رکوع میں وارد ہے۔ اس آیت سے استدلال کر کے مولوی محمد علی صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کی تعریف ایسی وسیع ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے والے بھی مؤمن ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ایک جزوی امر ہے۔ جس کے فقدان پر انسان کافر نہیں ہو جاتا۔ اس طرح اسی صفحہ پر وہ لکھتے ہیں:۔

"جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا انکار کر دے وہ تو اس دائرے سے ہی خارج ہو گیا لیکن جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کر کے کسی اور حصہ کو چھوڑتا ہے تو وہ دائرہ کے اندر تو ہے مگر اس خاص حصہ کا کافر ہے۔"

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے نزدیک جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مان لے وہ مسلمان ہو جاتا ہے کسی اور بات کے انکار سے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار شامل ہے اس کے مسلم ہونے میں کچھ شبہ نہیں پڑتا۔ صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے ایک حصہ کا کافر ہے

دائرہ اسلام سے وہ خارج نہیں اور اس سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا انکار بھی ایک جزو کا انکار ہے۔ نہ کہ دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

یہ عقیدہ ایک ایسا خطرناک عقیدہ ہے کہ اس سے اسلام کی ہی بیخکنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اسلام کے لئے اللہ، ملائکہ، کتب سماویہ، رُسل اور یوم آخر پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔ پس یہ بات جو مولوی محمد علی صاحب نے لکھی ہے۔ ہرگز حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی لکھائی ہوئی یا پسند کی ہوئی نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کا مذہب بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں اس طرح درج ہے۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ماننے کے نیچے خدا کے سارے مأموروں کے ماننے کا حکم آجاتا ہے ... حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت مسیحؑ ان سب کا ماننا اسی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ماتحت ہے حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا، سیّدنا حضرت محمد خاتم النّبیّن صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، قیامت کا ماننا، سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔"

پس حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے اس فتویٰ کی موجودگی میں اور خود اس فتویٰ کے صریح باطل ہونے کے باوجود کون شخص خیال کر سکتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح کے لکھوائے ہوئے نوٹوں کے مطابق لکھا ہے اور آپ کی پسندیدگی کے بعد شائع کیا ہے۔

دوسری شہادت

دوسری اندرونی شہادت یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کے ایسے غلط معنے کئے ہیں کہ وہ عربی زبان کے قواعد کے بالکل برخلاف ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کے کئے ہوئے معنوں کے بھی خلاف ہیں بلکہ ایک رنگ میں ان کی تردید حضرت خلیفۃ المسیح نے کی ہے۔ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:-

"قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ (الانعام: ۹۲) یعنی اللہ منوا کر ان کو چھوڑ دو۔" ★

یعنی آیت قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ کے یہ معنے ہیں کہ لوگوں سے خدا منوا لو اور پھر ان کو چھوڑ دو۔ اسی قدر ان کے اسلام کے لئے کافی ہے۔ لیکن جب ہم آیت کریمہ کو دیکھتے ہیں تو وہ اس طرح ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّھُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَھَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ

★ مسئلہ کفر و اسلام مصنفہ مولوی محمد علی صاحب

خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ؀ (الانعام: ۹۲) یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اندازہ پورے طور پر نہیں لگایا جبکہ انہوں نے یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کچھ نہیں اُتارا۔ کہہ کون ہے جس نے وہ کتاب اُتاری تھی جو موسیٰؑ لائے تھے جو نور تھی اور لوگوں کے لئے ہدایت تھی۔ جس کتاب کو تم ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو۔ اس میں سے بعض کو ظاہر کرتے ہو اور بہت حصے کو چھپاتے ہو۔ اور تم وہ بات سکھائے گئے ہو۔ جو نہ تم جانتے ہو اور نہ تمہارے باپ دادے جانتے تھے (یعنی قرآن کریم میں تو ایسے علوم ہیں جو توریت میں نہ تھے پھر وہ خدا کی کتاب ہوگئی اور یہ نہ ہوئی) کہہ یعنی تو اُن کو اپنی طرف سے کہہ دے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ کی کتاب اُتاری تھی اور یہ جواب مُسکت ان کو دے کر ان کو چھوڑ دے کہ یہ اپنی شرارتوں میں کھیلتے رہیں۔ اس آیت میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ خدا کو منوا کر چھوڑ دو۔ اس میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ یہود کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بندہ پر کبھی الہام نازل نہیں کیا۔ اس کے جواب میں تُو ان سے پوچھ کہ موسیٰؑ کی کتاب کس نے نازل کی تھی اور پھر اپنی طرف سے کہہ دے کہ وہ خدا نے نازل کی تھی اور چونکہ یہ جواب ان کے عقیدہ کے مطابق ہے اور یہ اس کا جواب کچھ نہیں دے سکتے اس لئے اس جواب کے بعد اس مسئلہ پر زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں پھر ان کو چھوڑ دو کہ دین پر ہنسی کرتے ہیں۔

عربی زبان کے مطابق مولوی محمد علی صاحب کے کئے ہوئے معنے کسی طرح جائز نہیں۔ خود ان کے شائع کردہ ترجمہ قرآن میں بھی یہ معنے نہیں کئے گئے بلکہ وہی معنے کئے گئے ہیں جو مَیں نے لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"And they do not assign to Allah the attributes due to Him, when they say: Allah has not revealed anything to a mortal. Say: Who revealed the Book which Moses brought a light, and a guidance to men, which you make into scattered writings, which you show, while you conceal much? And you were taught what you did not know, (neither) you nor your fathers. Say: Allah; then leave them sporting in their vain discourses." *page. 306.*

اگر وہ معنی درست ہوتے جو مولوی صاحب نے اس رسالہ میں لکھے ہیں تو کیوں وہ قرآن کریم میں وہ ترجمہ نہ لکھتے؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ پہلے سے جانتے تھے کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور محض دھوکا دینے کے لئے انہوں نے اس رسالہ میں غلط معنے کر دیئے ہیں۔ اور یا یہ کہ اعتراضوں سے گھبرا کر انہوں نے اپنے ترجمہ میں چھپنے سے پہلے تبدیلی کر دی۔ ان کا خود ان معنوں کو غلط تسلیم کر لینا اس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد کفر و اسلام کے متعلق انہوں نے متعدد تحریروں میں بحث کی ہے مگر کبھی اس آیت

سے پھر استدلال نہیں کیا۔ غرض ایسے غلط معنے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی طرف کبھی منسوب نہیں کئے جا سکتے اور نہ یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان معنوں کو پسند کیا ہوگا۔

اس امر کی تائید میں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ہرگز ان معنوں کو پسند نہیں کیا یہ ثبوت بھی ہے کہ آپکے درس قرآن کریم کے نوٹوں میں آپ نے وہی معنی کئے ہیں جو ہم نے پہلے لکھے ہیں آپ فرماتے ہیں :-

فرمایا" قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ اللہ کرتے رہو کیونکہ محض اللہ اللہ ذکر ہماری شریعت اسلامی میں ثابت نہیں بلکہ یہ تو جواب ہے مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ کا۔ یہ کتاب کس نے اتاری؟ تو کہہ اللہ نے۔ (بدر مؤرخہ ۲، ۹ ستمبر ۱۹۱۰ء جلد ۴۵، ۴۶)

پس آپ کے مطبوعہ معنوں کے خلاف ایک اور معنی جو عربی زبان کے خلاف ہیں آپ کی طرف منسوب کرنا کس قدر ظلم اور دیدہ دلیری ہے؟ اور جس رسالہ میں قرآن کریم کی آیت کے ایسے غلط معنے کرکے مسئلہ کفر و اسلام کو ثابت کیا گیا ہو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی پسند کردہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح تو نہ صرف یہ کہ ان معنوں کے خلاف ایک اور معنے کرتے ہیں بلکہ یہ فرما کر کہ قُلِ اللّٰهُ جواب ہے مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ کا مولوی محمد علی صاحب کے معنوں کو بالکل رد کر دیتے ہیں۔

تیسری شہادت

تیسری شہادت اس بات کے رد میں یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے "آپؒ کا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ دل سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دے تو وہ مؤمن ہو جاتا ہے۔ چاہے پھر اس سے شرک کفر یا ظلم سرزد ہو۔ (مسئلہ کفر و اسلام مصنفہ مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۲)

یہ قول ایسا بے معنی اور بیہودہ ہے کہ عقل اس کے سننے سے انکار کرتی ہے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب نہ صرف یہ کہ اس کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ اسے ان کا مذہب قرار دیتے ہیں مگر باوجود بار بار کے مطالبہ کے کہ امام ابو حنیفہ کی کون سی مخفی کتاب آپ کے ہاتھ آگئی ہے؟ جس میں یہ مذہب ان کا بیان ہے یا ان کے کس شاگرد نے ان سے یہ مذہب نقل کیا ہے وہ بالکل ساکت و خاموش ہیں اور کوئی جواب نہیں دیتے اور صرف کہہ دیتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ان کو ایسا ہی لکھوایا تھا حالانکہ حضرت خلیفۃ المسیح خود تو امام ابو حنیفہؒ کے وقت میں تھے

نہیں۔ آپ نے جو کچھ فرمایا ہوگا حنفیوں کی کتابوں سے ہی فرمایا ہوگا۔ مگر جس قدر کتب امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کے بیان میں ہیں ان میں سے ایک میں بھی یہ قول درج نہیں پس ایسے بیہودہ قول کو ایسے امام کی طرف منسوب کرنا حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ضرور ہے کہ یہ مولوی محمد علی صاحب کے دماغ کی اختراع ہو یا حضرت خلیفۃ المسیح کی کسی بات کو نہ سمجھ کر انہوں نے اس طرح لکھ دیا ہو۔ ان دونوں صورتوں میں یہ رسالہ حضرت خلیفۃ المسیح کا پسندیدہ اور ان کے منشاء کے مطابق نہیں ہوسکتا یہ تین شاہد اندرونی ہمارے پاس موجود ہیں جو شہادت دیتے ہیں کہ یہ رسالہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا پسندیدہ نہیں۔ لیکن ہم ان شواہد کے علاوہ یہ امر بھی دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ قریباً ایک ماہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات سے پہلے یہ رسالہ حضرت خلیفۃ المسیح کو سنایا گیا ہے اسے شائع آپ کی وفات کے بعد کیا گیا۔ حالانکہ اس کے بعد کا لکھا ہوا ایک مضمون جو اس سے بڑا ہے اس سے پہلے چھاپ کر شائع کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص حکمت کے ماتحت اس کی اشاعت روکی گئی تھی اور وہ حکمت اس کے سوا اور کیا تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کا انتظار کیا جاتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی وصیت

حضرت خلیفۃ المسیح کی بیماری چونکہ زیادہ ہوگئی۔ فروری ۱۹۱۴ء میں ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ قصبہ سے باہر کسی جگہ رہیں تاکہ کھلی ہوا کے مفید اثر سے فائدہ اٹھا سکیں۔ خان محمد علی خان صاحب رئیس مالیرکوٹلہ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ دامادی رکھتے ہیں اپنی کوٹھی کے ایک حصہ کے خالی کردینے کا انتظام کردیا۔ اور آپ وہاں تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ کمزور ہوتی جارہی تھی میں بھی وہیں جارہا۔ چار مارچ کو عصر کے قریب آپ نے کاغذ قلم و دوات منگوایا اور لیٹے لیٹے ایک وصیت لکھی۔ جس کا مضمون یہ ہے :۔

"خاکسار بقائمی ہوش و حواس لکھتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔ ان کی پرورش یتامیٰ و مساکین سے نہیں۔ کچھ قرض حسنہ جمع کیا جائے لائق لڑکے ادا کریں۔ یا کتب جائداد وقف علی الاولاد ہو۔ میرا جانشین متقی ہو۔ ہردلعزیز عالم باعمل۔ حضرت صاحبؑ کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگزر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا۔ وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام"

نورالدین ۴؍ مارچ ۱۹۱۴ء

(الحکم ۷؍ مارچ ۱۹۱۴ء جلد ۱۸ نمبر ۲ صفحہ ۵)

وصیت کا مولوی محمد علی صاحب سے پڑھوانا

جب آپ نے وصیت لکھی۔ مولوی محمد علی صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ لکھ کر ان کو دی اور کہا کہ اسے پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں پھر دوبارہ اور سہ بارہ پڑھوائی۔ اور پھر دریافت فرمایا کہ کیا کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔ مولوی محمد علی صاحب جو اپنے دل میں خلافت کے مٹانے کی فکر میں تھے اور تدابیر سوچ رہے تھے اس وصیت کو پڑھ کر حیران رہ گئے اور اس وقت ہر ایک شخص ان کے چہرہ پر ایک عجیب قسم کی مُردنی اور غصہ دیکھ رہا تھا۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح کے وصیت لکھوانے کے باعث نہ تھا۔ بلکہ اپنی سب کوششوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھنے کا نتیجہ تھا۔ مگر حضرت خلیفہ اوّل کا رُعب ان کو کچھ بولنے نہ دیتا تھا۔ باوجود مخالف خیالات کے انھوں نے اس وقت یہی لفظ کہے کہ بالکل درست ہے مگر آئندہ واقعات بتائیں گے کہ کسی مرید نے، کسی خادم نے، کسی اظہار عقیدت کرنے والے نے اپنے پیر اور اپنے آقا اور اپنے شیخ سے عین اس وقت جبکہ وہ بستر مرگ پر لیٹا ہوا تھا اس سے بڑھ کر دھوکا اور فریب نہیں کیا جو مولوی محمد علی صاحب نے کیا۔

خلیفۃ المسیح کی بیماری میں اختلافی مسائل کا چرچا

حضرت خلیفۃ المسیح کی بیماری کی وجہ سے چونکہ نگرانی اُٹھ گئی تھی اور کوئی پُوچھنے والا نہ تھا۔ اختلافی مسائل پر گفتگو بہت بڑھ گئی اور جس جگہ دیکھو یہی چرچا رہنے لگا۔ اس حالت کو دیکھ کر میں نے ایک اشتہار لکھا جس کا یہ مضمون تھا کہ جس وقت کہ حضرت خلیفۃ المسیح تندرست تھے۔ اختلافی مسائل پر آپس میں ہماری بحثوں کا کچھ حرج نہ تھا۔ کیونکہ اگر بات حد سے بڑھے یا فتنہ کا اندیشہ ہو تو روکنے والا موجود تھا۔ لیکن اب جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح بیمار ہیں اور سخت بیمار ہیں۔ مناسب نہیں کہ ہم اس طرح بحثیں کریں اس کا انجام فتنہ ہو گا۔ اس لئے اختلافی مسائل پر اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح کو شفاء عطا فرما دے اور آپ خود ان بحثوں کی نگرانی کر سکیں نہ کوئی تحریر لکھی جائے اور نہ زبانی گفتگو کی جاوے تاکہ جماعت میں فتنہ نہ ہو۔ یہ اشتہار لکھ کر میں نے مولوی محمد علی صاحب کے پاس بھی بھیجا کہ آپ بھی اس پر دستخط کر دیں تاکہ ہر قسم کے خیالات کے لوگوں پر اس کا اثر ہو اور فتنہ سے جماعت محفوظ ہو جاوے۔ مولوی محمد علی صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ چونکہ جماعت میں جو کچھ اختلاف ہے اس سے عام طور پر لوگ واقف نہیں۔ ایسا اشتہار ٹھیک نہیں اس سے دشمنوں کو واقفیت حاصل ہو گی اور ہنسی کا موقع ملے گا۔ بہتر ہے کہ قادیان کے لوگوں کو جمع کیا جاوے اور اس میں آپ بھی اور میں بھی تقریریں کریں اور لوگوں کو سمجھائیں کہ اختلافی مسائل پر گفتگو ترک کر

دیں۔گو مَیں حیران تھا کہ اظہار الحق نامی ٹریکٹوں کی اشاعت کے بعد لوگوں کا جماعت کے اختلاف سے ناواقف ہونا کیا معنے رکھتا ہے؟ مگر مَیں نے مولوی صاحب کی اس بات کو قبول کر لیا۔ مَیں اس وقت تک نہیں جانتا تھا کہ یہ بھی ایک دھوکا ہے جو مجھ سے کیا گیا ہے لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنے مدعا کے پورا کرنے کے لئے کسی فریب اور دھوکے سے بھی پرہیز نہیں کیا اور اس اشتہار پر دستخط کرنے سے انکار کی وجہ یہ نہ تھی کہ عام طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ جماعت میں کچھ اختلاف ہے بلکہ ان کی غرض کچھ اور تھی۔

خلیفۃ المسیح کے ایام بیماری میں ایک خاص اجتماع

قادیان کے لوگ مسجد نور میں جو سکول کی مسجد ہے اور خان محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی کوٹھی کے قریب ہے جہاں کہ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح ۔بیمار تھے جمع ہوئے اور مَیں اور مولوی محمد علی صاحب تقریر کرنے کے لئے وہاں گئے مولوی محمد علی صاحب نے پہلے خواہش ظاہر کی کہ پہلے مَیں تقریر کروں اور میں بغیر کسی خیال کے تقریر کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس میں مَیں نے وہی اشتہار کا مضمون دوسرے الفاظ میں لوگوں کو سُنا دیا اور اتفاق پر زور دیا۔جب مولوی محمد علی صاحب کھڑے ہوئے تو انہوں نے بجائے اتفاق پر زور دینے کے پچھلے قصوں کو دہرانا شروع کیا اور لوگوں کو ڈانٹنا شروع کیا کہ وہ خواجہ صاحب پر یا ان کے دوسرے ہم خیالوں پر کیوں حملہ کرتے ہیں؟ اور خوب زجر و توبیخ کی۔ لوگ میرے لحاظ سے بیٹھے رہے ورنہ ممکن تھا کہ بجائے فساد کے رفع ہونے کے ایک نیا فساد کھڑا ہو جاتا اور اسی مجلس میں ایک نئی بحث چھڑ جاتی۔ آخر میں کچھ کلمات اتفاق کے متعلق بھی انہوں نے کہے مگر وہ بھی سخت لہجہ میں جس سے لوگوں میں زیادہ نفرت پیدا ہوئی اور افتراق میں ترقی ہوئی۔

جماعت کے اتحاد کی کوششیں

چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت کچھ دنوں سے زیادہ علیل تھی اور لوگ نہایت افسوس کے ساتھ آنے والے خطرہ کو دیکھ رہے تھے۔طبعاً ہر ایک شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ اب کیا ہو گا؟ مَیں تو برابر دُعاؤں میں مشغول تھا اور دوسرے دوستوں کو بھی دُعاؤں کے لئے تاکید کرتا تھا۔اس وقت اختلافی مسائل میرے سامنے نہ تھے بلکہ جماعت کا اتحاد مدنظر تھا اور اس کے زائل ہو جانے کا خوف میرے دل کو کھا رہا تھا۔چنانچہ اس امر کے متعلق مختلف ذی اثر احمدیوں سے میں نے گفتگوئیں کیں۔ عام طور پر ان لوگوں کا جو خلافت کے مُقِر تھے اور نبوت مسیح موعودؑ کے قائل تھے یہی خیال تھا کہ ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی جا سکتی۔جس کے عقائد ان عقائد کے خلاف ہوں۔کیونکہ اس

سے احمدیت کے مٹنے کا اندیشہ ہے۔ مگر مَیں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ اتحاد سب سے زیادہ ضروری ہے۔ شخصیتوں کے خیال سے اتحاد کو قربان نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ مَیں نے اپنے دوستوں کو خاص طور پر سمجھانا شروع کیا کہ خدانخواستہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات پر اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو ہمیں خواہ وہ لوگ تھوڑے ہی ہیں ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہئے کیونکہ مَیں نے ان سے کہا کہ اگر کوئی ہمارا ہم عقیدہ شخص خلیفہ ہؤا تو وہ لوگ اس کی بیعت نہیں کریں گے اور جماعت میں اختلاف پڑ جائے گا۔ اور جب میں ان میں سے کسی کی بیعت کر لوں گا تو اُمید ہے کہ میرے اکثر احباب اس کی بیعت اختیار کر لیں گے اور فساد سے جماعت محفوظ رہے گی۔ چنانچہ ایک دن عصر کے بعد جبکہ مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب جو ہماری جماعت کے سب سے بڑے علماء میں سے ایک ہیں میرے ساتھ سیر کو گئے تو تمام سیر میں دو گھنٹہ کے قریب ان سے اسی امر پر بحث ہوتی رہی اور آخر مَیں نے ان کو منوا لیا کہ ہمیں اس بات کے لئے پورے طور پر تیار ہونا چاہئے کہ اگر اس بات پر اختلاف ہو کہ خلیفہ کس جماعت میں سے ہو؟ تو ہم ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔

حضرت خلیفہ اوّل کی وفات

آخر وہ دن آ گیا جس سے ہم ڈرتے تھے۔ ۱۳؍ مارچ کو جمعہ کے دن صبح کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح کو بہت ضعف معلوم ہونے لگا اور ڈاکٹروں نے لوگوں کا اندر جانا منع کر دیا۔ مگر پھر بھی عام طور پر لوگوں کا یہ خیال نہ تھا کہ وہ آنے والی مصیبت ایسی قریب ہے۔ آپ کی بیماری کی وجہ سے آپ کی جگہ جمعہ بھی اور دیگر نمازیں بھی آپ کے حکم کے ماتحت مَیں پڑھایا کرتا تھا چنانچہ جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے میں مسجد جامع گیا۔ نماز پڑھا کر تھوڑی دیر کے لئے مَیں گھر گیا۔ اتنے میں ایک شخص خان محمد علی خان صاحب کا ملازم میرے پاس ان کا پیغام لیکر آیا کہ وہ میرے انتظار میں ہے اور ان کی گاڑی کھڑی ہے چنانچہ میں ان کے ہمراہ گاڑی میں سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف روانہ ہؤا۔ ابھی ہم راستہ میں تھے تو ایک شخص دوڑتا ہؤا آیا اور اس نے ہمیں اطلاع دی کہ حضرت خلیفۃ المسیح فوت ہو گئے ہیں اور اس طرح میری ایک پُرانی رؤیا پوری ہوئی کہ میں گاڑی میں بیٹھا ہؤا کہیں سے آ رہا ہوں کہ راستہ میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کی خبر ملی ہے۔ یہ خبر اس وقت کے حالات کے ماتحت ایک نہایت ہی متوحش خبر تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کا تو ہمیں صدمہ تھا ہی مگر اس سے بڑھکر جماعت میں تفرقہ پڑ جانے کا خوف تھا۔

حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر پہلی تقریر

اسی وقت تمام جماعت کو اطلاع کے لئے تاریں روانہ کر دی گئیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور دُعا میں اکثر حصۂ جماعت لگ گیا۔ عصر کے وقت مسجد نُور میں جبکہ جماعت کا اکثر حصہ وہاں جمع تھا۔ مَیں نے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا:-

حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے ساتھ ہم پر ایک ذمہ داری رکھی گئی ہے۔ جس کے پورا کرنے کے لئے سب جماعت کو تیار ہو جانا چاہئے۔ کوئی کام کتنا ہی اعلیٰ ہو۔ اگر ارادہ بد ہو تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے پڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اَعُوْذُ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہر سورۃ سے پہلے بسم اللہ نازل کی ہے۔ اَعُوْذُ میں انسان بدنیتی سے پناہ مانگتا ہے اور بسم اللہ کے ذریعہ عمل نیک کی توفیق چاہتا ہے۔ پس جبکہ قرآن کریم کی تلاوت جو خدا کا کلام ہے اور جس کا پڑھنا خدا تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ اس کے لئے اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے تو دوسرے کاموں کے لئے خواہ کتنے ہی نیک ہوں۔ کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں نماز کے متعلق فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ۔ (الماعون: ۵تا۷)

یعنی عذاب ہے ان نمازیوں کے لئے جو غرض نماز سے ناواقف ہوتے ہیں اور لوگوں کے دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ نماز جو خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اسی کو اس آیت میں نیت کے فرق کے ساتھ موجب عذاب قرار دیا ہے۔ پس جو امانت اب ہمارے سپرد کی گئی ہے اس کے پورا کرنے کے لئے ہمیں خاص دُعاؤں میں لگ جانا چاہئے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ بہت پڑھنا چاہئے تاکہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہم پر نازل ہو اور اس کی رضا ہم پر ظاہر ہو۔ اگر خدا تعالیٰ نے مدد نہ کی تو خطرہ ہے کہ ہم ہلاکت میں نہ پڑ جاویں۔ پس آج سے ہر ایک شخص چلتے پھرتے نمازوں میں اور نمازوں سے باہر دُعا میں لگ جاوے تا خدا ہماری حفاظت کرے اور سیدھے راستہ سے نہ ہٹنے دے اور رات کو اُٹھ کر بھی دعا کرو اور جن کو طاقت ہو روزہ رکھیں۔ اس کے بعد سب لوگوں کے ساتھ مل کر مَیں نے دعا کی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔

(تفصیل ملاحظہ ہو الحکم ۱۴؍ مارچ ۱۹۱۴ء جلد ۱۸ نمبر ۳، ۴ صفحہ ۹)

مولوی محمد علی صاحب سے گفتگو

میں مسجد سے نکل کر مکرمی خان صاحب محمد علی خان صاحب کے مکان کی طرف آرہا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب مجھ کو ملے اور کہا کہ مَیں آپ سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ مَیں ان کے ساتھ ہو گیا اور ہم دونوں جنگل کی طرف نکل گئے۔ مولوی محمد علی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ چونکہ ہر ایک کام بعد مشورہ ہی اچھا ہوتا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے بعد جلدی سے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ پورے مشورہ کے بعد کوئی کام ہونا چاہئے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ جلدی کا کام بیشک بُرا ہوتا ہے اور مشورہ کے بعد ہی کام ہونا چاہئے۔ لوگ بہت سے آرہے ہیں اور کل تک اُمید ہے کہ ایک بڑا گروہ جمع ہو جاوے گا۔ پس کل جس وقت لوگ جمع ہو جاویں مشورہ ہو جاوے جو لوگ جماعت میں کچھ اثر رکھتے ہیں۔ وہ قریب قریب کے ہی رہنے والے ہیں اور کل تک اُمید ہے کہ پہنچ جاویں گے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں اس قدر جلدی ٹھیک نہیں۔ چونکہ اختلاف ہے اس لئے پورے طور پر بحث ہو کر ایک بات پر متفق ہو کر کام کرنا چاہئے۔ چار پانچ ماہ اس پر تمام جماعت غور کرے۔ تبادلہ خیالات کے بعد پھر جو فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جاوے۔ مَیں نے دریافت کیا کہ اوّل تو سوال یہ ہے کہ اختلاف کیا ہے؟ پھر یہ سوال ہے کہ اس قدر عرصہ میں اگر بغیر کسی راہنما کے جماعت میں فساد پڑا تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے موقع پر بھی اسی طرح ہُوا تھا کہ جو لوگ جمع ہو گئے تھے انہوں نے مشورہ کر لیا تھا اور یہی طریق پہلے زمانہ میں بھی تھا۔ چھ چھ ماہ کا انتظار نہ پہلے کبھی ہُوا نہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد۔ مولوی محمد علی صاحب نے جواب دیا کہ اب اختلاف ہے پہلے نہ تھا۔ دوسرے اس انتظار میں حرج کیا ہے؟ اگر خلیفہ نہ ہو تو اس میں نقصان کیا ہوگا؟ وہ کون سا کام ہے جو کل ہی خلیفہ نے کرنا ہے؟ مَیں نے ان کو جواب دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر جماعت اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے کہ اس جماعت میں سلسلہ خلفاء چلے گا۔ اس پر دوبارہ مشورہ کی ضرورت نہیں اور یہ سوال اب نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ اگر مشورہ کا سوال ہے تو صرف تعیین خلیفہ کے متعلق۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ خلیفہ کا کام کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خلیفہ کا کام علاوہ روحانی نگہداشت کے جماعت کو متحد رکھنا اور فساد سے بچانا ہے۔ اور یہ کام نظر نہیں آیا کرتا کہ مَیں آپ کو معیّن کر کے وہ کام بتا دوں۔ خلیفہ کا کام رُوحانی تربیت اور انتظام کا قیام ہے نہ رُوحانی تربیت مادی چیز ہے کہ مَیں بتا دوں کہ وہ یہ یہ کام کرے گا۔ اور نہ فساد کا کوئی وقت معیّن ہے کہ فلاں وقت تک اسکی ضرورت پیش نہ آوے گی۔ ممکن ہے کل ہی کوئی امر ایسا پیش آجاوے جس کے لئے کسی نگران ہاتھ کی ضرورت

ہو۔ پس آپ اس سوال کو جانے دیں کہ خلیفہ ہو یا نہ ہو۔ مشورہ اس امر کے متعلق ہونا چاہیئے کہ خلیفہ کون ہو؟ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اس میں دقت ہے۔ چونکہ عقائد کا اختلاف ہے اس لئے تعیین میں اختلاف ہوگا ہم لوگ کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر کیونکر بیعت کر سکتے ہیں؟ جس کے ساتھ ہمیں اختلاف ہو؟ مَیں نے جواب دیا کہ اول تو ان امور اختلافیہ میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا اختلاف ہمیں ایک دوسرے کی بیعت سے روکے۔ (اس وقت تک اختلاف عقائد نے اس طرح سختی کا رنگ نہ پکڑا تھا۔) لیکن بہرحال ہم اس امر کے لئے تیار ہیں کہ آپ میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ یہ مشکل ہے آپ سوچ لیں اور مشورہ کر لیں اور کل پھر گفتگو ہو جاوے۔ مَیں نے بھی ان سے درخواست کی کہ آپ بھی میرے خیالات کے متعلق اپنے دوستوں سے مشورہ کر لیں اور پھر مجھے بتائیں تاکہ دوبارہ گفتگو ہو جاوے۔ پس ہم دونوں جدا ہو گئے۔

خلافت سے انکار نہیں ہو سکتا

رات کے وقت مَیں نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان کو سب گفتگو سنائی سب نے اس امر کا مشورہ دیا کہ خلافت سے انکار تو چونکہ مذہباً جائز نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو خلفاء کا انکار کرتا ہے وہ فاسق ہے اور خلافت کو اپنی نعمت قرار دیتا ہے۔ اس نعمت کو چھوڑنا تو جائز نہیں۔ مَیں نے ان کو بتایا کہ مولوی صاحب کی باتوں سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس امر پر زور دیں گے۔ مگر یہی رائے قرار پائی کہ یہ ایک مذہبی بات ہے جس کو دوسروں کے لئے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لوگ ایک خلیفہ کی بیعت کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بیعت جائز تو ہے حرام نہیں اور ہمارے نزدیک بیعت نہ کرنا اور خود خلافت کو چھوڑ دینا حرام ہے۔ پس جب وہ اس امر کے انکار ہیں جسے وہ جائز سمجھتے ہیں اس قدر مصر ہیں تو ہم اس بات کو جسے ہم فرض سمجھتے ہیں کیونکر ترک کر سکتے ہیں؟ اس پر مجلس برخواست ہو گئی۔

حضرت خلیفہ اول کی وفات پر مولوی محمد علی صاحب کا ٹریکٹ

جیسا کہ میں نے پہلے دن تاکید کی تھی بہت سے لوگوں نے روزہ رکھنے کی تیاری کی ہوئی تھی۔ جن لوگوں کو تہجد کے لئے اُٹھنے کا موقع نہیں ملا کرتا تھا انہوں نے بھی نماز تہجد ادا کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ دو بجے کے قریب میں اُٹھا اور نماز تہجد ادا کرنے کی تیاری کی۔ ابھی میں وضو کر رہا تھا کہ ایک شخص نے میرے ہاتھ میں ایک ٹریکٹ دیا اور کہا کہ یہ ٹریکٹ تمام راستہ میں بیرون جات سے آنے والے احمدیوں میں تقسیم کیا گیا ہے جب میں نے اس ٹریکٹ کو دیکھا تو وہ مولوی محمد علی صاحب کا لکھا ہوا تھا اور اس میں جماعت کو اُکسایا گیا تھا کہ آئندہ خلافت

کا سلسلہ نہ چلے اور یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیعت بھی انہوں نے بطور خلیفہ کے نہ کی تھی. بلکہ بطور ایک پیر اور صوفی کے اور یہ کہ مولوی محمد علی صاحب کو معلوم نہیں کہ کون خلیفہ ہوگا؟ بلکہ صرف بطور خیر خواہی کے وہ کہتے ہیں کہ آئندہ خلیفہ نہ مقرر ہو اور یہ کہ میاں صاحب (یعنی مصنف رسالہ) غیر احمدیوں کو کافر کہتا ہے اور یہ درست نہیں اور تقویٰ کے خلاف ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص جماعت کا سر بر آوردہ بنایا جاوے تو وہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو غیر احمدیوں کو کافر نہ کہتا ہو. کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کا جانشین متقی ہونا چاہئے اور غیر احمدیوں کو کافر کہنے والا متقی نہیں اور میں اہل بیت اور حضرت مسیح موعودؑ کے دیگر صحابہ کا خیر خواہ اور ان کا احترام کرنے والا ہوں۔ یہ مضمون جو کچھ ظاہر کرتا ہے۔ اس پر اس جگہ کچھ لکھنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ ہر ایک شخص ادنیٰ تأمل سے اس مضمون کا بین السطور مدعا خود سمجھ سکتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کی مغالطہ دہی کا انکشاف

جس وقت یہ ٹریکٹ میں نے دیکھا میں حیران ہوگیا اور میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی کیونکہ ابھی دو دن نہ گزرے تھے کہ میرے اس ارادہ پر کہ جماعت میں اعلان کیا جاوے کہ اختلافی مسائل میں اس وقت تک بحث نہ کریں جب تک کہ کوئی سردار ہم میں ایسا نہ ہو جو نگرانی کر سکے اور افراط اور تفریط کو روک سکے. مولوی محمد علی صاحب نے یہ مشورہ دیا تھا کہ چونکہ بیرونجات کے لوگ ان جھگڑوں سے ہی ناواقف ہیں اس لئے ان کو اس اشتہار سے ابتلاء آئے گا اور آج اس ٹریکٹ سے معلوم ہؤا کہ نہ صرف اشتہار بلکہ ایک ٹریکٹ لکھ کر مولوی محمد علی صاحب پہلے سے لاہور چھپنے کے لئے بھیج چکے تھے اور نہ صرف اسے خود شائع کرانے کا ارادہ تھا بلکہ اس کے اوپر تمام احمدیوں کو ہدایت لکھی گئی تھی کہ وہ اس ٹریکٹ کو "دوسروں تک پہنچا دیں"۔ یہ بات میری سمجھ سے بالا تھی اور میں حیران تھا کہ میں مولوی محمد علی صاحب کی نسبت کیا سمجھوں؟ جو شخص دو دن پہلے مجھے اس امر کے اعلان سے کہ اختلافی مسائل پر آپس میں اس وقت تک بحث نہ کرو کہ کوئی نگران تم میں موجود ہو اس لئے روکتا تھا کہ اس سے لوگوں کو ابتلاء آجائے گا اور وہ خیال کریں گے کہ ہمارا آپس میں اختلاف ہے وہ اس سے ایک ہفتہ پہلے خود ایک ٹریکٹ اختلافی مسائل پر لکھ کر چھپنے اور شائع کئے جانے کے لئے لاہور بھیج چکا تھا. کیا یہ فعل تقویٰ کا فعل تھا؟ کیا اس جواب میں صداقت کا کوئی پہلو تھا؟ کیا یہ صریح مغالطہ دہی نہ تھی؟ کیا یہ ایک پالیسی نہ تھی؟ کیا مولوی محمد علی صاحب کے اس فعل میں خدا تعالیٰ کے خوف کو پسِ پُشت نہ ڈال دیا گیا تھا؟ ہاں کیا ان کا یہ طریق عمل اسی

تعلیم کے ماتحت تھا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ جس کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس کی طرف مسیح موعودؑ نے رہنمائی کی ہے۔ جس پر عمل درآمد کرنے کے لئے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ہاتھ پر دوبارہ عہد کیا تھا۔

مولوی محمد علی صاحب کی غرض صرف وقت گزارنے کی تھی۔ ان کی غرض مجھے روکنے سے جماعت کو ابتلاء سے بچانا نہیں اس کو ابتلاء میں ڈالنا تھی۔ کیونکہ کیا وہ اس سے پہلے اختلافی مسائل پر ایک ٹریکٹ لکھ کر اسے خفیہ خفیہ طبع ہونے کے لئے لاہور نہیں بھیج چکے تھے؟ کیا جماعت کو اختلافی بحثوں میں پڑنے سے روکنے پر تو اس کو علم ہو جاتا تھا کہ ہم میں آپس میں اختلاف ہے اور اس کے ابتلاء میں پڑ جانے کا ڈر تھا؟ لیکن خود اختلافی مسائل پر ٹریکٹ لکھنے جماعت کے ایک حصہ کو غیر متقی قرار دینے پر سازشوں کا الزام لگانے سے کسی فتنہ اور ابتلاء کا ڈر نہ تھا اور نہ کسی کو اس ٹریکٹ کے پڑھنے سے اندرونی اختلاف کا علم ہو سکتا تھا؟

مولوی صاحب جانتے تھے کہ اگر انہوں نے اس ٹریکٹ پر دستخط کر دیئے۔ تو دنیا ان سے دریافت کرے گی کہ خود انہوں نے کیوں ایسا ٹریکٹ لکھ کر شائع کیا تھا اور ان سے کہے گی کہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرۃ: ۴۵) لیکن دوسری طرف وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس اشتہار کے مضمون میں جو میں شائع کرنا چاہتا تھا کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر وہ گرفت کر سکیں پس انہوں نے اس وقت اس بہانہ سے اپنی جان بچانی چاہی۔

اگر وہ دیانت داری سے کام لیتے تو اگر وہ اشتہار کے مضمون سے متفق تھے۔ جیسا کہ اس وقت انہوں نے ظاہر کیا تھا تو اپنے پہلے ٹریکٹ کو واپس منگوا لیتے اور اس کو شائع نہ کرتے اور اگر اس سے اختلاف رکھتے تھے تو مجھے یہ جواب دیتے کہ اختلاف سے جماعت کو واقف کرنا نہایت ضروری ہے چنانچہ میں خود ایک ٹریکٹ لکھ کر چھپنے اور شائع ہونے کے لئے لاہور بھیج چکا ہوں اس لئے میں اس اشتہار پر دستخط نہیں کر سکتا۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے اس اشتہار پر پسندیدگی کا اظہار کیا لیکن مجھے اس کی اشاعت سے رُکنے کا مشورہ اس بناء پر دیا کہ لوگوں کو اختلاف کا علم ہوگا اور خود ایک ٹریکٹ لکھا جس میں یہاں تک لکھ دیا کہ ہمارا اختلاف اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت کہتا ہے کہ وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ حالانکہ اختلاف کو آج پانچ سال گزر چکے ہیں اور پہلے کی نسبت اختلاف بہت زیادہ ہے مگر اب تک بھی کسی نے ان کو کافر اور واجب القتل قرار نہیں دیا۔ گو ان کو شوق ضرور ہے کہ اپنی نسبت ایسا فتویٰ حاصل کریں جیسا کہ پچھلے دنوں تشحیذ الاذہان

کے ایک مضمون سے جس میں غلطی سے ڈائری نویس نے ان کی طرف اشارہ کر دیا تھا باوجود اس کی تردید ہو جانے کے انہوں نے اس کو تشہیر دیکر اپنی مظلومیت کا اظہار شروع کر رکھا ہے۔

خدا تعالیٰ سے طلب امداد

غرض جس وقت یہ ٹریکٹ مَیں نے پڑھا۔ مَیں حیران ہو گیا اور مَیں نے فتنہ کو آتا ہؤا دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ مولوی محمد علی صاحب بغیر تفرقہ کے راضی نہ ہوں گے۔ ایسے وقت میں ایک مؤمن سوائے اس کے اور کیا کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور گر جائے اور اس سے مدد طلب کرے۔ مَیں نے بھی ایسا ہی کیا اور خود بھی دُعا میں لگ گیا۔ اور دوسرے لوگ جو اس کمرہ میں میرے ساتھ تھے ان کو جگایا اور ان کو اس ٹریکٹ سے آگاہی دی اور ان کو بھی دعا کے لئے تاکید کی۔ ہم سب نے دُعائیں کیں اور روزے رکھے اور قادیان کے اکثر احمدی جو میرے ہم خیال تھے اس دن روزہ دار تھے۔

حضرت خلیفہ اوّل سے آخری وقت میں مولوی محمد علی صاحب کا نہایت سنگدلانہ سلوک

مولوی محمد علی صاحب کا یہ ٹریکٹ انکے باطنی خیالات پر بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ کس طرح اس ٹریکٹ کی خاطر انہوں نے مجھ سے دھوکا کیا۔ مگر مَیں اب اس سلوک کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو اس ٹریکٹ کی اشاعت سے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے کیا۔ سنگدل سے سنگدل آدمی بھی جب اپنے کسی عزیز کو بسترِ مرگ پر دیکھتا ہے تو اس سے دھوکا کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے کیا سلوک کیا؟ آپ نے اپنی وصیت لکھ کر مولوی محمد علی صاحب کو دی اور ان سے تین بار پڑھوائی اور پھر دریافت کیا کہ کیا کوئی بات رہ تو نہیں گئی اور انہوں نے اقرار کیا کہ نہیں بالکل درست ہے۔

یہ وصیت صحت میں نہیں لکھی گئی بلکہ بیماری میں اور عین اس وقت جبکہ دُنیاوی سامانوں کے لحاظ سے زندگی کی اُمید بالکل منقطع ہو چکی تھی۔

یہ وصیت اس وقت لکھی گئی جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول اپنی موت کو قریب دیکھ رہے تھے اور اس دُنیا کو چھوڑ کر اپنے آقا و مولیٰ سے ملنے کی اُمید میں تھے۔

یہ وصیت اس وقت لکھی گئی جبکہ اس جماعت کو جسے چھ سال سخت تکلیف کے ساتھ خطرناک سے خطرناک ابتلاؤں کی آندھیوں اور طوفانوں سے بچاکر آپ کامیابی کے راستہ پر لے جا رہے تھے آپ چھوڑنے والے تھے اور اس کی آئندہ بہتری کا خیال سب باتوں سے زیادہ آپ کے پیش نظر تھا۔

یہ وصیت اس وقت لکھی گئی تھی جبکہ آپ اپنے آقا مسیح موعودؑ کے پاس جا کر اسے اپنے کام کو امانت سے ختم کرنے کی خبر دینے والے تھے۔

یہ وصیت اس وقت لکھی گئی تھی جس وقت آپ اپنی عمر کا آخری باب ختم کر رہے تھے۔

یہ وصیت اس وقت لکھی گئی تھی کہ جس کے بعد آپ جماعت کی اور کوئی خدمت کرنے کی اُمید نہ رکھتے تھے۔

یہ وصیت اس وقت لکھی گئی تھی جس وقت ضعف و نقاہت سے آپ بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے اور یہ وصیت بھی نہایت تکلیف سے آپ نے لیٹے لیٹے ہی لکھی تھی۔

غرض یہ وصیت اس وقت لکھی گئی تھی جبکہ ایک عظیم الشان انسان اپنی مقدس زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہا تھا۔ جس وقت ایک طرف تو اپنے پیدا کرنے والے اپنے محبوب حقیقی کی ملاقات کا شوق اس کے دل کو گدگدا رہا تھا اور دوسری طرف اپنی وفات کے ساتھ ہی اپنی آخری عمر کی محنت و کوشش کے اکارت جانے کا خوف اس کے دل کو ستا رہا تھا۔ غرض وہ اس کی گھڑیاں خوف و رجا کی نازک گھڑیاں تھیں۔

یہ وصیت اس نے لکھی تھی جس کے ہاتھ پر تمام جماعت احمدیہ سوائے معدودے چند آدمیوں کے بیعت کر چکی تھی۔

یہ وصیت اس نے تحریر کی تھی جو علاوہ خلیفۃ المسیح ہونے کے یوں بھی تقویٰ اور دیانت میں تمام جماعت پر فضیلت رکھتا تھا۔

یہ وصیت اس نے لکھی تھی جس کے احسانات دینی و دنیاوی جماعت کے کثیر حصہ پر حضرت مسیح موعود کے ایام زندگی سے ہی ہوتے چلے آئے تھے۔

یہ وصیت اس نے لکھی تھی جو قرآن و حدیث کا کامل ماہر اور ان کا عاشق تھا۔

یہ وصیت اس نے لکھی تھی جس کے ہر ایک حکم کی اطاعت کا اقرار مولوی محمد علی صاحب کر چکے تھے۔

یہ وصیت اس نے لکھی تھی جس کی شاگردی کا جؤا مولوی محمد علی صاحب کی گردن پر رکھا ہوا تھا۔

یہ وصیت اس نے لکھی تھی جس نے باوجود سخت نقاہت اور ضعف کے اپنی بیماری کے آخری ایام میں مولوی محمد علی صاحب کو قرآن پڑھایا۔

غرض یہ وصیت اس کی لکھی ہوئی تھی جس کی اطاعت خدا تعالیٰ کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب پر فرض ہو چکی تھی اور جس کے احسانات کے نیچے ان کی گردن جھکی جاتی تھی۔

یہ وصیت مولوی محمد علی صاحب کو پڑھوائی گئی تھی اور ایک دفعہ نہیں بلکہ تین بار۔

یہ وصیت جب لکھی جا چکی اور مولوی محمد علی صاحب اس کو پڑھ چکے تو ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ کیا اس میں کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔

ہاں یہ وصیت جب لکھی جا چکی اور مولوی محمد علی صاحب سے دریافت کیا گیا کہ اس میں کوئی بات رہ تو نہیں گئی تو انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ یہ بالکل درست ہے۔

غرض یہ وصیت ایک زبردست وصیت تھی۔ اس کا کوئی پہلو نامکمل نہ تھا۔ اس کا لکھنے والا کامل، اس کے لکھنے کا وقت خاص الخاص اس کا علم مولوی محمد علی صاحب کو پوری طرح دیا گیا۔ اور ان سے اس کے درست ہونے کا اقرار لیا گیا پس اس کی تعمیل ان پر واجب اور فرض تھی۔ مگر انہوں نے کیا کیا مولوی صاحب نے اس امانت سے وہ سلوک کیا جو کسی نے کبھی نہ کیا تھا۔

جس وقت وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وصیت پڑھ رہے تھے اس وقت ان کے دل میں یہ خیالات جوش زن تھے کہ مَیں ایسا کبھی نہیں کرنے دوں گا۔ وہ اپنے پیر کو اس کے بستر مرگ پر دھوکا دے رہے تھے ان کا جسم اس کے پاس تھا۔ مگر ان کی روح اس سے بہت دور اپنے خیالات کی ادھیڑ بن میں تھی۔ اور انہوں نے وہاں سے اُٹھ کر غالباً سب سے پہلی تحریر جو لکھی وہ وہی تھی جس میں اس وصیت کے خلاف جماعت کو اُکسایا تھا اور گو مخاطب اس میں مجھے یا اور بعض گمنام شخصوں کو کیا گیا تھا مگر درحقیقت اس وصیت کی دھجیاں اُڑائی گئی تھیں جس کی تصدیق چند ساعت پہلے وہ اپنے مُرشد و ہادی کے بستر مرگ کے پاس نہایت سنجیدگی کے ساتھ کر چکے تھے۔

مولوی محمد علی صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی وہ تحریر اس وصیت سے پہلے کی تھی۔ کیا اگر وہ پہلے کی تھی تو کیا وہ اس کو واپس نہیں منگوا سکتے تھے۔ کیا وصیت کے بعد کافی عرصہ اس کے واپس منگوانے کا ان کو نہیں ملا۔

وہ یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کے ٹریکٹ میں یہ لکھا ہُوا موجود ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمادیا ہے کہ ان کا ایک جانشین ہو۔

مولوی محمد علی صاحب صرف ایک بہانہ بناتے ہیں اور وہ یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا جانشین سے یہ مطلب تھا کہ ایک ایسا شخص جماعت میں سے چنا جاوے جس کے حکموں کی قدر کی جاوے۔ لیکن ان کی یہ تشریح جھوٹی تشریح ہے۔ وہ قسم کھا کر بتاویں کہ کیا حضرت خلیفۃ المسیح کا یہ مذہب نہ تھا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ ہیں اور آپ کی بیعت بطور خلیفہ کے کی گئی ہے نہ کہ بطور بڑے صوفی

اور بزرگ ہونے کے۔ اور یہ کہ ان کے بعد بھی اسی قسم کے خلفاء ہوں گے۔ مگر وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی شائع شدہ تقریریں کثرت سے اس امر پر شاہد ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کا یہ فعل واقعہ میں حیرت میں ڈال دینے والا ہے لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے تو ان کے اس فعل پر زیادہ حیرت نہیں رہتی۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر حضرت مولوی نورالدین کو "مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت" جماعت کا خلیفہ تسلیم کرکے اس بارے میں اعلان کر چکے ہیں (دیکھو اخبار بدر پرچہ ۲ ؍ جون ۱۹۰۸ء جلد ۷ نمبر ۲۲ صفحہ ۶) کہ سب احمدی ان کی بیعت کریں۔ آج لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت میں کہیں خلافت کا ذکر ہی نہیں اور آپ نے خلفاء کے لئے احمدی جماعت سے بیعت لینے کی اجازت ہی نہیں دی۔

جماعت کا رجحان معلوم کرنے کیلئے دستخط

غرض جبکہ بعض لوگوں نے دیکھا کہ مولوی محمد علی صاحب نے نہ صرف یہ کہ ہم سے دھوکا کیا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح کی وصایا کی بھی بے قدری کی ہے اور جماعت میں اختلاف ڈلوانا چاہا ہے اور لوگوں سے اپنی تحریر پر رائیں بھی طلب کی ہیں۔ تو انہوں نے بھی ایک تحریر لکھ کر تمام آنے والے احباب میں اس غرض سے پھرائی کہ جماعت کا عندیہ معلوم ہو جاوے۔ اور جو لوگ ان کے خیالات سے متفق تھے ان سے دستخط چاہے تا معلوم ہو کہ جماعت کا رجحان کدھر ہے چنانچہ ان دستخطوں سے معلوم ہوا کہ موجودہ جماعت کا نوے فیصدی سے بھی زیادہ حصہ اس بات پر متفق تھا کہ خلیفہ ہونا چاہئے اور وہ بھی اسی رنگ میں جس رنگ میں کہ حضرت خلیفہ اول تھے۔ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء اسے سازش قرار دیتے ہیں۔ لیکن کیا لوگوں کی رائے دریافت کرنی سازش ہے کیا وہ اپنے ٹریکٹ میں اس سے پہلے جماعت سے رائے طلب نہیں کر چکے تھے۔ کیا خود انہوں نے ہی یہ دروازہ نہیں کھولا تھا۔ پس جس دروازہ کو وہ کھول چکے تھے اس میں سے مجبوراً آکر دوسروں کو گذرنا پڑا تو اس پر کیا اعتراض ہے بلکہ مولوی صاحب کے طریق عمل اور دوسرے فریق کے طریق عمل میں یہ فرق ہے کہ انہوں نے اس دروازہ کے کھولنے میں دھوکے سے کام لیا۔ اور اس نے علی الاعلان حق کی راہ پر چل کر اس کا رُخ کیا انہوں نے بھی لوگوں سے اپنے خیال پر رائے مانگی دوسرے فریق نے بھی اپنی رائے کی تصدیق چاہی۔

مہمانوں کی آمد کا انتظار

ہفتہ کے دن برابر مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور اس بات کا انتظار کیا گیا کہ کافی آدمی پہنچ جاویں تا پورے طور پر مشورہ ہو سکے۔ ظہر تک قریباً ہزار آدمی سے زیادہ مختلف جماعتوں سے پہنچ گیا اور ایک بڑا مجمع ہو گیا۔

اپنے رشتہ داروں سے مشورہ

ظہر* کے بعد مَیں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا اور ان سے اس اختلاف کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ بعض نے رائے دی کہ جن عقائد کو ہم حق سمجھتے ہیں ان کی اشاعت کے لئے ہمیں پوری طرح کوشش کرنی چاہئے اور ضرور ہے کہ ایسا آدمی خلیفہ ہو جس سے ہمارے عقائد متفق ہوں۔ مگر مَیں نے سب کو سمجھایا کہ اصل بات جس کا اس وقت ہمیں خیال رکھنا چاہئے وہ اتفاق ہے خلیفہ کا ہونا ہمارے نزدیک مذہباً ضروری ہے۔ پس اگر وہ لوگ اس امر کو تسلیم کر لیں تو پھر مناسب یہ ہے کہ اوّل تو عام رائے لی جاوے اگر اس سے وہ اختلاف کریں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جاوے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو۔ اور اگر یہ بھی وہ قبول نہ کریں تو ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جاوے اور میرے اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اہلِ بیت نے اس بات کو تسلیم کر لیا یہ فیصلہ کر کے مَیں اپنے ذہن میں خوش تھا کہ اب اختلاف سے جماعت محفوظ رہے گی مگر خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے گفتگو

میں باہر آیا تو مولوی محمد علی صاحب کا رقعہ مجھے ملا کہ کل والی گفتگو کے متعلق ہم پھر کچھ گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ مَیں نے ان کو بلوا لیا اس وقت میرے پاس مولوی سید محمد احسن صاحب، خان محمد علی خان صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب موجود تھے۔ مولوی صاحب بھی اپنے بعض احباب سمیت وہاں آ گئے اور پھر کل کی بات شروع ہوئی۔ مَیں نے پھر اس امر پر زور دیا کہ خلافت کے متعلق آپ لوگ بحث نہ کریں۔ صرف اس امر پر گفتگو ہو کہ خلیفہ کون ہو۔ اور وہ اس بات پر مُصر تھے کہ نہیں ابھی کچھ بھی نہ ہو۔ کچھ عرصہ تک انتظار کیا جاوے۔ سب جماعت غور کرے کہ کیا کرنا چاہئے پھر جو متفقہ فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جاوے۔ میرا جواب وہی کل والا تھا اور پھر مَیں نے ان کو یہ بھی کہا کہ اگر پھر بھی اختلاف ہی رہے تو کیا ہو گا؟ اگر کثرت رائے سے فیصلہ ہونا ہے تو ابھی کیوں کثرت رائے پر فیصلہ نہ ہو۔ درمیان میں کچھ عقائد پر بھی گفتگو چھڑ گئی

★ مجھے ایسا ہی یاد ہے کہ یہ گفتگو ہفتہ کو ہوئی۔ لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جمعہ کو ہی یہ مشورہ بھی ہؤا تھا۔

جس میں مولوی سید محمد احسن صاحب نے نبوت مسیح موعودؑ پر خوب زور دیا اور مولوی محمد علی صاحب سے بحث کی۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اگر مولوی محمد علی صاحب کو حلف دی جاوے تو وہ کبھی اس سے انکار نہ کریں گے۔ مگر میں نے اس بحث سے روک دیا کہ یہ وقت اس بحث کا نہیں۔ اس وقت جماعت کو تفرقہ سے بچانے کی فکر ہونی چاہئے۔ جب سلسلہ گفتگو کسی طرح ختم ہوتا نظر نہ آیا۔ اور باہر بہت شور ہونے لگا اور جماعت کے حاضر الوقت اصحاب اس قدر جوش میں آگئے کہ دروازہ توڑے جانے کا خطرہ ہوگیا اور لوگوں نے زور دیا کہ اب ہم زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ آپ لوگ کسی امر کو طے نہیں کرتے اور جماعت اس وقت تک بغیر کسی رئیس کے ہے تو میں نے مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ بہتر ہے کہ باہر چل کر جو لوگ موجود ہوں ان سے مشورہ لے لیا جاوے۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ آپ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کسے منتخب کرینگے۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ نہیں میں تو فیصلہ کر چکا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلوں۔ مگر اس پر بھی انہوں نے یہی جواب دیا کہ نہیں آپ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا رائے ہے یعنی وہ آپ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ اس پر میں اتفاق سے مایوس ہوگیا اور میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہے کیونکہ باوجود اس فیصلہ کے جو میں اپنے دل میں کر چکا تھا میں نے دیکھا کہ یہ لوگ صلح کی طرف نہیں آتے اور مولوی صاحب کے اس فقرہ سے میں یہ بھی سمجھ گیا کہ مولوی محمد علی صاحب کی مخالفت خلافت سے بوجہ خلافت کے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کے خیال میں جماعت کے لوگ کسی اور کو خلیفہ بنانے پر آمادہ تھے اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے چھ سال پہلے وہ اعلان کر چکے تھے کہ:۔

"مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب سے اعلم اور اتقی اور حضرت امامؑ کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں۔ اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اُسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زامت نور دیں بُودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بُودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمدؑ کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر

بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

(یہ اعلان جماعت کے بہت سے سربرآوردہ لوگوں کی طرف سے فرداً فرداً ہر ایک کے دستخط کے ساتھ ہؤا تھا۔ جن میں سے مولوی محمد علی صاحب بھی تھے۔) یہ تحریر جو ۲؍ جون ۱۹۰۸ء کے بدر میں بغرض اعلان شائع کی گئی تھی ۲۷؍ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں بطور درخواست پیش کی گئی تھی اور پھر حضرت ممدوح کی بیعت خلافت ہو چکنے کے بعد اخبار بدر کے پرچہ مذکورہ بالا میں ہی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے بحیثیت سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ اس بارہ میں حسب ذیل اعلان شائع کیا تھا۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق...... جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی...... یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے۔ کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔"

اب کوئی نئی وصیت تو ان کے ہاتھ میں آئی نہ تھی کہ جس کی بناء پر وہ خلافت کو ناجائز سمجھنے لگے تھے۔ پس حق یہی ہے کہ ان کو خیال تھا کہ خلافت کے لئے جماعت کی نظر کسی اور شخص پر پڑ رہی ہے۔

جب فیصلہ سے مایوسی ہوئی تو میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ چونکہ ہمارے نزدیک خلیفہ ہونا ضروری ہے اور آپ کے نزدیک خلیفہ کی ضرورت نہیں اور یہ ایک مذہبی امر ہے۔ اس لئے آپ کی جو مرضی ہو کریں ہم لوگ جو خلافت کے قائل ہیں اپنے طور پر اکٹھے ہو کر اس امر کے متعلق مشورہ کر کے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ یہ کہہ کر میں اُٹھ کھڑا ہؤا اور مجلس برخواست ہوئی۔

خلیفہ کا انتخاب

عصر کی نماز کا وقت تھا۔ عصر کی نماز پڑھ کر ڈیڑھ ہزار سے دو ہزار تک آدمیوں کے مجمع میں مکرمی خان محمد علی خان صاحب جاگیردار مالیر کوٹلہ نے بحیثیت حضرت خلیفہ اوّل کے وصی ہونے کے مجلس میں آپ کی وصیت پڑھ کر سنائی اور لوگوں سے درخواست کی کہ وہ آپ کی وصیت کے مطابق کسی شخص کو آپ کا جانشین تجویز کریں۔ اس پر لوگوں نے

میرا نام لیا۔جس کے بعد مولوی محمد احسن صاحب نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کہا کہ میرے نزدیک بھی یہی خلیفہ ہونے چاہئیں۔اس پر لوگوں نے شور کیا کہ بیعت لی جاوے۔مَیں نے اس امر میں پس و پیش کیا اور باوجود لوگوں کے اصرار کے انکار کیا۔مگر لوگوں کا جوش اسی طرح زور پر تھا جس طرح حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے۔اور بعض لوگوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا کہ آپ بیعت لیں۔مَیں نے پھر بھی پس و پیش کیا تو بعض لوگوں نے جو قریب بیٹھے تھے اصرار کیا کہ جماعت کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے آپ ضرور بیعت لیں۔اور مَیں نے دیکھا کہ لوگ بیعت کے جوش سے اس قدر بھرے ہوئے تھے اور آگے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ مَیں بالکل آدمیوں میں چھُپ گیا۔اور اگر بعض لوگ ہمت کر کے میری پیٹھ کے پیچھے حلقہ نہ بنا لیتے تو قریب تھا کہ مَیں کُچلا جاتا۔مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور مَیں نے اسی بات کو عذر بنانا چاہا اور کہا کہ مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہیں ہیں۔اس پر مولوی سیّد سرور شاہ صاحب نے کہا کہ میں الفاظ بیعت دہراتا جاؤں گا آپ بیعت لیں۔تب مَیں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے اور اس کے منشاء کو قبول کیا اور لوگوں سے بیعت لی اور جو ازل سے مقدر تھا باوجود میرے پہلوتہی کرنے کے ظہور میں آیا۔

ان دو ہزار کے قریب آدمیوں میں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے صرف پچاس کے قریب آدمی ہوں گے جو بیعت سے باز رہے۔باقی سب لوگ بیعت میں داخل ہوئے اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا جنازہ پڑھا گیا۔

بیعت ہو گئی اور اس سے زیادہ لوگوں نے بیعت کی جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بیعت کی تھی اور اس سے زیادہ مجمع نے بیعت پر اتفاق کیا جتنے مجمع نے کہ حضرت خلیفہ اول کی بیعت پر اتفاق کیا تھا۔مگر باوجود اس کے مولوی صاحب اور آپ کے رفقاء کی تسلی نہ ہوئی اور انہوں نے اس سب کارروائی کو منصوبہ قرار دیا۔اور تمام جماعت کو اطلاع دی گئی کہ خلافت کا فیصلہ کوئی نہیں ہؤا۔قادیان میں جو کارروائی ہوئی سب دھوکا اور سازش کا نتیجہ تھی۔

پیغام کی غلط بیانیاں

مخالفت کا جوش اس قدر بڑھ گیا کہ جھوٹ کا پرہیز بالکل جاتا رہا خود پیغام لکھتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا جنازہ اڑھائی ہزار آدمیوں نے پڑھا،(۱۷ رمارچ ۱۹۱۴ء) اور پھر یہی پیغام لکھتا ہے کہ:۔

" وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح کی آنکھیں دیکھی ہوئی تھیں انہوں نے اس قسم کی بیعت سے احتراز کیا اور حاضر الوقت جماعت میں سے

نصف کے قریب لوگوں نے بیعت نہ کی۔" (۲۲ مارچ ۱۹۱۴ء)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح کے صحبت یافتہ لوگوں میں سے کسی نے بیعت نہ کی۔ اور جو لوگ قادیان میں موجود تھے ان میں سے نصف نے انکار کر دیا۔ مگر حق یہ ہے کہ پچاس سے زائد آدمی نہ تھے جنہوں نے بیعت سے اجتناب کیا اور اس دو یا بقول پیغام اڑھائی ہزار آدمیوں میں سے نصف سے زیادہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی صحبت حاصل کی ہوئی تھی قادیان کے مہاجرین میں سے جن کی تعداد تین چار سو سے کم نہ تھی کل چار پانچ آدمی بیعت سے باہر رہے اور یہ لوگ پیغام کی نظر میں گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح کے صحبت یافتہ ہی نہ تھے۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور نے تو اس سے بھی بڑھ کر کمال کیا اور اخبار عام لاہور میں لکھ دیا کہ کثیر التعداد حاضرین کو اس بات کا پتہ بھی نہیں کہ کون خلیفہ مقرر ہوئے ہیں جب اس صریح جھوٹ پر نوٹس لیا گیا۔ تو ڈاکٹر صاحب اوّل الذکر مضمون کے راقم نے ۲ ؍اپریل کے پیغام میں شائع کیا کہ میری مراد اس فقرہ سے یہ تھی کہ سمجھدار لوگوں میں سے زیادہ حصہ نے بیعت نہ کی۔ اور یہ سمجھداری کا فقرہ ایسا گول مول ہے کہ اس کی تشریح در بطن شاعر ہی رہ سکتی ہے دوسرے لوگ اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ جو لوگ میرے ہم خیال ہیں وہ سمجھدار ہیں اور دوسرے لوگ ناسمجھ۔ لیکن اگر سمجھ کا کوئی معیار ہے تو ہر ایک معیار کے مطابق ہم بتا سکتے ہیں کہ نہ صرف زیادہ لوگوں نے بلکہ بہت زیادہ لوگوں نے بیعت اختیار کی۔ راقم مضمون نے اور اس کے مضمون کو شائع کر کے پیغام نے ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کے اس جھوٹ کی خود ہی تردید کی کیونکہ اس نے لکھا کہ مجمع حاضر الوقت یا انصار اللہ تھے یا جٹ جو بیعت کے لئے تڑپ رہے تھے اور جنہوں نے فوراً بیعت کر لی۔ وہ لوگ انصار اللہ تھے یا کون اس کا سوال نہیں جو لوگ بھی تھے خود پیغام کی روایت کے مطابق نہ صرف انہوں نے بیعت کی بلکہ وہ بیعت کے لئے تڑپ رہے تھے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے صریح اور بالکل صریح جھوٹ لکھا تھا کہ کثیر التعداد حاضرین کو اس امر کا علم بھی نہ تھا کہ خلیفہ کون ہؤا ہے۔

پیغام کے مضمون نگار کا یہ جھوٹ کہ کثیر التعداد بیعت کنندگان میں سے انصار اللہ تھے صرف اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار اللہ کی کل تعداد پونے دو سو سے کم تھی۔ لیکن سب انصار اللہ اس وقت قادیان میں موجود نہ تھے حالانکہ خود انہی کے بیان کے مطابق اس وقت اڑھائی ہزار کے

قریب لوگ قادیان میں موجود تھے۔

انصار اللہ پر سازش کا جھوٹا الزام

دوسرا طریق لوگوں کو بہکانے کا یہ اختیار کیا گیا کہ انصار اللہ کی نسبت مشہور کیا جانے لگا کہ انہوں نے سازش کرکے یہ کام کرایا ہے۔ حالانکہ انصار اللہ کی کل جماعت سارے ہندوستان میں پونے دوسو سے کم تھی۔ پس اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ انصار اللہ کی سازش تھی تو سو ڈیڑھ سو آدمی اپنی رائے کا کیا بوجھ ڈال سکتا تھا۔ اڑھائی ہزار لوگوں کی رائے کے مقابلہ میں سو ڈیڑھ سو آدمی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ انصار اللہ نے خلافت کے متعلق کیا سازش کی اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کے داہنے بازو حکیم محمد حسین عرف مرہم عیسیٰ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شہادت کا درج کر دینا کافی ہے جو اس نے اس الزام کے وقت لکھ کر دی۔

"میں سچے دل سے اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ مَیں انصار اللہ کا ممبر ایک مدت تک تھا اور اب بھی اگر میاں صاحب نے مجھے انصار اللہ میں سے نہ نکالا تو مَیں انصار اللہ کا ممبر اپنے آپ کو سمجھتا ہوں جس قدر کمیٹیاں انصار اللہ کی لاہور میں ہوئیں اور جن میں مَیں شامل ہؤا مَیں نے کبھی کسی کو حضرت صاحبزادہ صاحب بزرگوار کے لئے خلیفہ بنانے کی سازش کرتے ہوئے یا اس قسم کی گفتگو کرتے ہوئے نہیں پایا وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ شَہِیْدٌ اور نہ ہی حضرت صاحبزادہ صاحب بزرگوار کی طرف سے مجھے کبھی کوئی تحریر اس قسم کی آئی کہ جس سے خلیفہ بنانے کی سازش کا کوئی شائبہ پایا گیا ہو اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی کوئی اس قسم کی سازش کی گفتگو میرے ساتھ نہیں ہوئی۔"

محمد حسین بقلم خود

اس کے علاوہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر سیکرٹری انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام بھی انجمن انصار اللہ کے ممبر تھے۔ اور انہوں نے بھی شہادت لکھ کر دی ہے کہ مَیں اس انجمن کا ممبر تھا۔ اس میں اس قسم کی سازش پر کبھی کوئی گفتگو میرے سامنے نہیں ہوئی علاوہ ازیں یہ بات اس الزام کو پورے طور پر ردّ کر دیتی ہے کہ انجمن انصار اللہ کے ممبروں میں سے ایک معقول تعداد مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ ہے اگر یہ انجمن میری خلافت کی سازش کے لئے بنائی گئی تھی تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ عین اس وقت جبکہ مَیں خلیفہ ہو گیا وہ لوگ ادھر جا ملتے۔ اور پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ان سے جا ملے تھے وہ باوجود اس سازش سے آگاہ ہونے کے پھر اسے مخفی رکھتے۔ انجمن انصار اللہ میں سے کم سے کم دس آدمی

اس وقت ان کے ساتھ ہیں۔ ان کا وجود ہی اس بات کی کافی شہادت ہے کہ انجمن انصاراللہ پر خلافت کے متعلق سازش کرنے کا الزام ایک جھوٹ ہے جو محض نفسانیت کے شر سے فریب دہی کے لئے بنایا گیا ہے۔

انصاراللہ کے متعلق یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے قریب ایک کارڈ باہر بھیجا تھا کہ حضرت کی طبیعت بہت کمزور ہے اور زندگی کا عرصہ کم معلوم ہوتا ہے جو لوگ زیارت کے لئے آنا چاہیں آجائیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انصاراللہ کی سازش تھی۔ بیشک انجمن انصاراللہ کے سیکرٹری نے ایسا کارڈ لکھا کیونکہ انجمن انصاراللہ کے فرائض میں سے خدمت احباب بھی ایک فرض تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ کارڈ انہوں نے کس کو لکھا۔ اگر صرف انصاراللہ کو لکھا جاتا تب بھی کوئی قابلِ اعتراض بات نہ تھی۔ مگر دشمن اپنے عناد سے کہہ سکتا تھا کہ اس کے لکھنے کی اصل غرض یہ تھی کہ اپنے ہم خیال لوگوں کو بلوا لیا جاوے مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ یہ کارڈ تمام انجمن ہائے احمدیہ کے سیکرٹریوں کو لکھا گیا اور صرف انصاراللہ کے نام نہیں گیا۔ پس اس کارڈ سے اگر خلافت کے متعلق ہی نتیجہ نکالا جاوے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انجمن انصاراللہ چاہتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے اس موقع پر تمام جماعت کے نمائندہ موجود ہوں تاکہ کافی مشورہ ہو سکے۔ یہ اس کا فعل قابلِ تحسین ہے یا قابلِ ملامت؟ اور کیا یہ کارڈ ہی انجمن انصاراللہ کی بریت نہیں کرتا؟ اگر انجمن انصاراللہ کی کوئی سازش ہوتی تو ان کی تمام تر کوشش لوگوں کو یہاں آنے سے روکنے میں صرف ہوتی۔ اور وہ ایسی اطلاع صرف انجمن انصاراللہ کے ممبروں کو دیتے تاکہ من مانی کارروائی کر سکیں۔ مگر انجمن انصاراللہ نے وقت پر سب جماعتہائے احمدیہ کو نہ کہ اپنے خاص معتبروں کو اطلاع کر دی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ قریباً دو ہزار آدمی اس موقع پر جمع ہو گیا۔ اور پھر کیا یہ درست نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی بیماری کے ایام میں دو دفعہ اسی قسم کی اطلاعیں مولوی صدرالدین صاحب کی طرف سے شائع کی گئی تھیں کہ اگر کارڈ سازش تھا تو کیا انکی تحریر سازش نہ تھی۔

ایک اور غلط الزام

ہمارے بدنام کرنے کے لئے ایک اور ترکیب یہ کی گئی کہ مشہور کیا گیا کہ جو لوگ مجمع میں جمع ہوئے تھے وہ پہلے سے سکھائے ہوئے تھے کہ وقت پر میرا نام خلافت کے لئے لے دیں۔ اور اس کا ثبوت یہ دیا جاتا ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی حیات میں بعض لوگوں سے کہا کہ چالیس آدمی ایسے تیار ہو جاویں جو اس وقت میرے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ مجھے اس موقع پر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض پیش آمدہ

واقعات سے مجبور ہوکر مولوی صاحب موصوف سے ایک قسم کی غلطی ضرور ہوئی اور جس قدر بات حق ہے انہوں نے نہایت صفائی سے مجھ سے بیان کر دی ہے۔ مولوی صاحب کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک دوست نے بیان کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے کہا کہ آپ خلافت کے لئے تیار ہیں۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ مَیں اس بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتا اس پر انہوں نے جواب میں کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم سب بندوبست کریں گے (یہ روایت قادیان میں ان دنوں مشہور تھی اور اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی زائد کیا جاتا تھا کہ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر آپ اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے تیار نہیں تو مجھے کھڑا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ روایت کہاں تک درست ہے چونکہ اس کا ثبوت اس وقت تک میرے پاس کوئی نہیں۔ اس لئے میں اس کے باور کرنے سے معذور ہوں۔

خاکسار مرزا محمود احمد

ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ وقت پر کوئی چالاکی کریں اور چند آدمیوں کو ملا کر خلافت کا دعویٰ کریں اس کے لئے ہمیں بھی تیار رہنا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پر مَیں نے بعض دوستوں سے ذکر کیا کہ ایسا خطرہ ہے ایک جماعت ہم میں سے بھی تیار رہنی چاہئے۔ بعض لوگ جن سے ذکر کیا تھا انہوں نے اسے پسند کیا لیکن بعض نے مخالفت کی۔ چنانچہ مخالفت کرنے والوں میں سے وہ میاں معراج الدین صاحب کا نام لیتے ہیں انہوں نے بڑا زور دیا ہے کہ یہ کام خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ایسی کارروائی ہرگز مناسب نہیں۔ اسی طرح میر محمد اسحٰق صاحب کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ گو ان سے ذکر نہ کیا تھا مگر ایک جگہ پر ایک شخص سے مَیں گفتگو کر رہا تھا کہ انہوں نے کچھ بات سن لی اور کہا کہ آپ لوگ اس خیال کو جانے دیں ہوگا وہی جو خدا چاہتا ہے۔ آپ لوگوں کو آخر شرمندہ ہونا پڑے گا۔ ان کا بیان ہے کہ آٹھ دس آدمیوں سے زیادہ سے ایسا ذکر نہیں ہوا اور ان میں سے بہت سے ایسے لوگ تھے جو انجمن انصار اللہ کے ممبر نہ تھے۔ لیکن کسی قدر بعض دوستوں کے اس خیال پر کہ یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اس پر چھوڑ دو۔ اور زیادہ تر یہ بات معلوم ہونے پر کہ مَیں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ خواہ ان لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنی پڑے جماعت کو فتنہ سے بچانا چاہئے اس امر کو ترک کر دیا گیا۔ یہ اصل واقعہ ہے اور گو مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی اس میں ضرور غلطی ہے۔ لیکن قابلِ غور یہ اُمور ہیں کہ اس میں نہ میرا نہ انجمن انصار اللہ کا کوئی دخل تھا۔ یہ کام انہوں نے اپنے خیال میں خود حفاظتی کے طور پر ایک مشہور روایت کی بناء پر کرنا چاہا تھا۔ آٹھ

دس آدمیوں سے زیادہ سے یہ ذکر نہیں کیا گیا۔ فوراً ہی اس کارروائی کو چھوڑ دیا گیا۔ خود بعض انصار اللہ کی انجمن کے ممبروں نے اور میرے خاندان کے ایک آدمی نے ان کو سختی سے اس بات سے روکا اور میرے قطعی فیصلہ کے معلوم ہونے پر وہ اس امر سے بالکل باز آگئے۔ پس یہ واقعہ ہرگز کسی سازش پر دلالت نہیں کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب کے ساتھیوں کی سازش

ہاں اس کے مقابلہ میں ایک اور واقعہ ہے جس کے راوی ماسٹر عبدالحق صاحب مرحوم مشہور مضمون نگار ہیں۔ انہوں نے شروع میں میری بیعت نہ کی تھی۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی صدرالدین صاحب ووکنگ مشنری اور ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور اور ٹرسٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے بعد اس خیال سے کہ لوگ خلافت کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتے یہ تجویز کی تھی کہ کوئی خلیفہ بنایا جاوے۔ مولوی محمد علی صاحب اپنے ٹریکٹ کی اشاعت کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹ چکے تھے۔ اس لئے سید حامد علی شاہ صاحب کی نسبت تجویز کی گئی کہ ان کی خلافت کے لئے چالیس آدمی تیار کئے جاویں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ رات کے وقت مولوی صدرالدین صاحب ہاتھ میں لالٹین لے کر دو ہزار احمدیوں کے ڈیروں پر ماسٹر عبدالحق صاحب اور ایک اور صاحب سمیت چکر لگاتے رہے کہ چالیس آدمی ہی اس خیال سے مل جاویں۔ مگر اتنے آدمی بھی (اس دو ہزار کے مجمع میں سے جس میں بقول ان کے اکثر مجھ سے نفرت کرتے تھے) ایسے نہ ملے جو ان کا ساتھ دیتے۔ ماسٹر صاحب تو فوت ہو گئے ہیں مولوی صدرالدین صاحب ہی قسم کھا کر بیان کر دیں کہ کیا یہ واقعہ درست نہیں اور کیا اس واقعہ کی موجودگی میں ان کا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے واقعہ کو پیش کرنا جسے خود اپنے ہی احباب کے سمجھانے پر چھوڑ دیا گیا تھا درست ہو سکتا تھا۔ علاوہ اس واقعہ کے ان لوگوں کے متعلق ایک اور شہادت بھی ملتی ہے اور وہ ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

"مجھے یاد ہے کہ ابھی حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاول ایسے سخت بیمار نہ تھے مگر حالت ان کی دن بدن نازک ہوتی چلی جاتی تھی۔ ایک روز جس کی تاریخ مجھے ٹھیک یاد نہیں ہے۔ اکبر شاہ خان صاحب سے میں نے پہلے ذکر کیا کہ حضرت صاحب کی حالت دن بدن نازک ہوتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ اسی اثناء میں خلافت کا ذکر بھی آگیا اس پر خان صاحب نے کہا کہ فساد کا تو ڈر ہے کیونکہ میاں صاحب کی خلافت لاہوری صاحبان

نہیں مانیں گے۔ اگر خواجہ صاحب کی طرف توجہ کی تو دوسرے لوگ نہیں مانیں گے ہاں ایک صورت ہے جس سے فساد بھی نہیں ہوتا اور خلافت بھی قائم ہو سکتی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ کونسی ؟ اس وقت خان صاحب نے کہا کہ اگر میاں صاحب اپنا حوصلہ وسیع کریں تو بات بن جاتی ہے اور وہ مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ اگر ان کی بیعت کر لی جائے تو لاہوری بھی مان جاویں گے اور دوسرے بھی مان جاویں گے۔ یہ آپس میں گفتگو تھی۔ مگر حضرت کی زندگی میں۔ بہت دن پہلے۔

(الٰہی بخش بقلم خود ۲۹؍ اپریل ۱۹۱۴ء)

اس شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کا الزام یہ لوگ ہم پر لگاتے ہیں۔ وہ خود ان پر لگتا ہے اور جو الزام ہم پر لگایا جاتا ہے۔ اس کی نسبت میں ثابت کر چکا ہوں کہ وہ ایک دو آدمیوں کی غلطی سے ہؤا اور خود ہماری طرف سے ہی پیشتر اس کے کہ کوئی نتیجہ نکلتا اس کا تدارک کر دیا گیا۔

کتنی جماعت بیعت میں داخل ہے

اسی طرح اور کئی باتیں ہمارے بدنام کرنے کے لئے مشہور کی گئیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے سلسلہ کو مضبوط کیا۔ اور باوجود اس کے کہ خود انہی کی تحریروں کے مطابق ننانوے فیصدی جماعت ابتداء میں ان کے ساتھ تھی مگر تھوڑے ہی عرصہ میں خدا تعالیٰ نے سب کو کھینچ کر میرے پاس لا ڈالا اور اب قریباً ننانوے فی صدی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے ساتھ ہے۔

لاہور میں جماعت سے مشورہ کی تجویز

ان لوگوں نے شور مچایا کہ جو لوگ قادیان میں اس وقت جمع تھے ان کی رائے نہ تھی ان کا مشورہ جماعت کا مشورہ نہ تھا اس لئے اخباروں اور خطوط کے ذریعہ سے تمام جماعت احمدیہ کو دعوت دی گئی کہ وہ ۲۲؍ مارچ کو لاہور جمع ہوں تاکہ پورے طور پر مشورہ کیا جاوے۔ اس تحریک عام پر پیغام صلح کے اپنے بیان کے مطابق لاہور کی جماعت کو ملا کر کل ایک سو دس آدمی جمع ہوئے جن میں سے قریباً بیالیس آدمی لاہور سے باہر کے تھے۔ جن میں سے چار پانچ آدمیوں کے سوا باقی کسی جماعت کے نمائندہ نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ باقی لوگ اپنے اپنے طور پر ذاتی دلچسپی سے اس جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب کے لاہور کے ہم خیالوں نے ان بیالیس آدمیوں کے مشورہ سے جن میں صرف چار پانچ آدمی کسی جماعت کی نیابت کا حق رکھتے تھے۔ جو کچھ فیصلہ کیا اسے کل

جماعت احمدیہ کا مشورہ اور فیصلہ قرار دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ میری خلافت جائز و درست نہیں۔ مگر ان ایک سو دس آدمیوں سے بھی دس آدمی بعد میں میری بیعت میں شامل ہو گئے جن میں سے ایک سید میر حامد شاہ صاحب مرحوم تھے جن کو انہوں نے خلیفۃ المسیح بھی منتخب کیا تھا اور کل سو آدمی رہ گئے مگر باوجود اس کے اس جلسہ میں جو فیصلہ ہوا وہ جماعت کا فیصلہ تھا اور جو کل جماعت کا فیصلہ تھا وہ سازش کا نتیجہ اور انصار اللہ کی فریب بازی تھی۔

ان لوگوں کا قادیان کو چھوڑنا

قادیان کی جماعت میں سے سب کے سب سوائے چار پانچ آدمیوں کے میری بیعت میں شامل تھے اور اب قادیان میں کسی کامیابی کی اُمید یہ لوگ دل سے نکال بیٹھے تھے اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ لاہور کو مرکز بنایا جاوے۔ مولوی محمد علی صاحب کے قادیان سے جانے کے لئے عذر تلاش کئے جانے لگے اور آخر ایک دن مجھے اطلاع دی گئی کہ مولوی صاحب جمعہ کی نماز پڑھ کر باہر نکل رہے تھے کہ تین چار بچوں نے (جو پانچ سات سال تک کی عمر کے تھے) ان پر کنکر پھینکنے کے ارادہ کا اظہار کیا۔ مَیں نے اس پر درس کے وقت سب جماعت کو سمجھایا کہ گو بچوں نے ایسا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ مگر پھر ایسی بات سُنی گئی تو مَیں ان کے والدین کو ذمہ دار قرار دوں گا اور سختی سے سزا دوں گا۔

مولوی محمد علی صاحب کو قادیان سے جانے سے باز رکھنے کی کوشش

بعد میں مَیں نے سنا کہ مولوی محمد علی صاحب کو یہاں خوف ہے اس لئے وہ قادیان سے جانا چاہتے ہیں۔ مَیں نے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو ایک خط لکھ کر دیا کہ آپ مولوی محمد علی صاحب کے پاس جاویں اور ان کو تسلی دیں کہ آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں میں آپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں اور آپ قادیان نہ چھوڑیں۔ خط میں بھی اسی قسم کا مضمون تھا۔ خط کا جواب مولوی محمد علی صاحب نے یہ دیا کہ یہ کب ہو سکتا ہے کہ مَیں قادیان چھوڑ دوں۔ مَیں تو صرف گرمی کے سبب پہاڑ پر ترجمہ قرآن کا کام کرنے کے لئے جاتا ہوں اور اس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی میں ہی میں نے انجمن سے رخصت لے رکھی تھی اور میرا شکریہ بھی ادا کیا کہ مَیں نے ان کی ہمدردی کی۔ مَیں نے صرف اسی قدر کافی نہ سمجھا بلکہ اس کے بعد ان سے اسی مضمون کے متعلق زبانی گفتگو کرنے کے لئے خود ان کے گھر پر گیا۔ میرے ہمراہ خان محمد علی خان صاحب اور ڈاکٹر رشید الدین صاحب تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ابتداءً کچھ ذکر ترجمہ قرآن کے متعلق ہوا۔ اس کے بعد مَیں نے اس امر کے متعلق کلام کا رُخ پھیرا جس کے لئے مَیں آیا تھا کہ فوراً

مولوی محمد علی صاحب نے ایک شخص المعروف میاں بگا کو جو کسی قدر موٹی عقل کا آدمی تھا آواز دی کہ اِدھر آؤ اور اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں۔ جب مَیں نے دیکھا کہ مولوی محمد علی صاحب میاں بگا سے کلام ختم ہی نہیں کرتے تو لاچار اُٹھ کر چلا آیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب قادیان سے چلے گئے اور قریباً تین ہزار روپیہ کا سامان کُتب و ٹائپ رائٹر وغیرہ کی صورت میں ترجمہ قرآن کے نام سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت بعض احباب نے مجھ سے کہا کہ ان سے یہ اسباب لے لیا جاوے کیونکہ یہ پھر واپس نہ آویں گے اور محض دھوکا دے کر یہ اسباب لئے جا رہے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ یہ خدا تعالیٰ کی امانت ہے آپ اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کریں مگر مَیں نے ان سب احباب کو یہی جواب دیا کہ جب وہ کہتے ہیں کہ مَیں قرآن کریم کے ترجمہ کیلئے ان کتب کو اور اسباب کو لئے جا رہا ہوں اور صرف چند ماہ کے لئے اپنی سابقہ رخصت کے مطابق جا رہا ہوں تو ہمارا حق نہیں کہ ان کی نیت پر حملہ کریں اور مَیں نے ان کو کچھ نہ کہا۔

مولوی محمد علی صاحب کا سرقہ کرنا

جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کیا ان احباب کی رائے درست تھی۔ مولوی صاحب قادیان سے گئے اور ہمیشہ کے لئے گئے اور جو کچھ انہوں نے مجھے لکھا وہ سب ایک بہانہ تھا جس کے نیچے کوئی حقیقت پوشیدہ نہ تھی۔ وہ کتب و اسباب جو وہ لے گئے تھے بعد میں اس کے دینے سے انہوں نے باوجود تقاضا کے انکار کر دیا اور جب تک دنیا کے پردہ پر مولوی محمد علی صاحب کا نام باقی رہے گا اس وقت تک ان کے نام کے ساتھ یہ سرقہ کا بدنما عمل بھی یادگار رہے گا۔ جو شخص اس طرح عاریتاً کتب و اسباب لے کر چند ماہ کے بہانہ سے جاتا اور پھر اس کی واپسی سے انکار کر دیتا ہے وہ ہرگز کسی جماعت کا لیڈر ہونے کا مستحق نہیں۔ خصوصاً مسلمانوں کی سرداری کا عہدہ اس سے بہت ہی بالا ہے۔

لاہور کو مدینۃ المسیح بنانا

مولوی صاحب کا قادیان سے جانا تھا کہ لاہور مدینۃ المسیح بن گیا حتّٰی کہ لوگوں کے دلوں میں طبعاً یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ کیا مولوی محمد علی صاحب مسیح موعود ہیں کہ جب تک وہ قادیان میں تھے قادیان مدینۃ المسیح تھا اور جب وہ لاہور چلے گئے تو لاہور مدینۃ المسیح ہو گیا۔ خیر اسی طرح لاہور کو بھی کچھ خصوصیت مل گئی اور منتظمان پیغام صلح کی وہ خواہش بر آئی جو ۱۰ مارچ کے پرچہ میں بے اختیار ان کی قلم سے نکل گئی تھی اور جس کے یہ الفاظ ہیں:۔

"آخر حضرت مسیح موعودؑ کے یہاں وفات پانے سے کچھ خصوصیت تو اسے (لاہور کو) بھی ملنی چاہیئے۔"

اس فقرہ میں جس جاہ طلبی، جس حصول مرتبت، جس لجاجت، جس اُمید، جس خواہش کو مختصر الفاظ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس کا لطف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو سخن فہمی سے کوئی حصہ رکھتے ہیں۔

رائی کا پہاڑ بنانا

مولوی محمد علی صاحب کا لاہور جانا تھا کہ مخالفت کا دریا اور بھی تیزی سے امڈنے لگا وہ بچوں کے کنکر پھینکنے کا ارادہ ظاہر کرنے کا واقعہ تھوڑے دنوں میں تبدیل ہو کر یوں بن گیا کہ بعض لڑکوں نے مولوی صاحب پر کنکر پھینکے مگر شکر ہے لگے نہیں پھر ترقی کر کے اس نے یہ صورت اختیار کی کہ بعض لڑکوں نے آپ پر کنکر پھینکے مگر شکر ہے کہ آپ کی آنکھ بچ گئی اور پھر اس سے بھی ترقی کر کے اس نے یہ ہیئت اختیار کی کہ قادیان کے لوگوں نے کنکر پھینکے اور اس کے بعد یہ کہ قادیان کے لوگوں سے آپ کی جان محفوظ نہ تھی۔ چنانچہ ابتداء اس طرح شروع بھی ہو گئی تھی کہ قادیان کے لوگوں نے آپ پر پتھر پھینکے اور یہ آخری روایت مولوی محمد علی صاحب نے امرتسر میں متعدد آدمیوں کے سامنے بیان کی۔

مولوی محمد علی صاحب کے چلے جانے کے بعد قادیان

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور خیال کیا گیا کہ قادیان کا سُورج غروب ہو گیا مسیح موعودؑ کا بنایا ہوا مرکز ٹوٹ گیا۔

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور سمجھ لیا گیا کہ اب اسلام کا یہاں نام باقی نہ رہیگا۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم جاتے ہیں ابھی دس سال نہ گزریں گے کہ یہ جگہ عیسائیوں کے قبضہ میں ہو گی۔

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور گویا قادیان کی روح فاعلی نکل گئی عام طور پر کہا جانے لگا کہ اب وہاں کوئی آدمی کام کے قابل نہیں۔ زیادہ دن نہ گزریں گے کہ قادیان کا کام بند ہو جائے گا۔

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور گویا قادیان کی برکت سب جاتی رہی علی الاعلان اس امر کا اظہار ہونے لگا کہ چندہ بند ہو جاوے گا اور یہ لوگ بھوکے مرنے لگیں گے تو خود ہوش آجاوے گا۔

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور قادیان کی دیانت بھی گویا ساتھ ہی چلی گئی کیونکہ اس بات کا خطرہ ظاہر کیا جانے لگا کہ سب روپیہ خلیفہ خود لے لے گا اور جماعت کا روپیہ برباد ہو جاوے گا۔

مولوی محمد علی صاحب چلے گئے اور گویا اسلام پر قادیان میں موت آگئی کیونکہ سمجھ لیا گیا کہ اب اسلام کے احکام کی علی الاعلان ہتک ہوگی اور سلسلہ احمدیہ کو برباد کیا جاوے گا اور کوئی ہوش مند روکنے والا نہ ہوگا۔

مولوی محمد علی صاحب چلے گئے اور قادیان کے مہاجرین کفار مکہ کے ہمرنگ بن گئے کیونکہ وعدہ دیا جانے لگا کہ دس سال کے عرصہ میں مولوی صاحب اپنے احباب سمیت قریہ قادیان کو فتح کر کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل بن کر عزت و احترام کے ساتھ قادیان میں داخل ہونگے۔

مگر حق یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی وہ الہامی پیشگوئی پوری ہوئی کہ:۔

"کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے پس مقام خوف ہے"۔ (تذکرہ صفحہ ۵۳۹ ایڈیشن چہارم)

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام پھر دوسری دفعہ پورا ہوا کہ "اُخْرِجَ مِنْهُ الْيَزِيْدِيُّوْنَ" (تذکرہ ۱۷۶۔ ایڈیشن چہارم) قادیان سے یزیدی لوگ نکالے جاویں گے۔ ایک دفعہ تو اس طرح کہ قادیان کے اصل باشندوں نے مسیح موعودؑ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور دوسری دفعہ اس طرح کہ وہ لوگ جو اہلِ بیت مسیح موعودؑ سے بغض و تعصب رکھ کر یزیدی صفت بن چکے تھے وہ قادیان سے حکمتِ الٰہی کے ماتحت نکالے گئے۔

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کا الہام اِنِّیْ مَعَكَ وَ مَعَ اَهْلِكَ (تذکرہ صفحہ ۴۳۶۔ ایڈیشن چہارم) اور باوجود ان کے رسوخ اور جماعت کے کاموں پر تسلط کے خدا تعالیٰ نے میرے جیسے ناتواں و ضعیف انسان کے مقابلہ پر ان کو نیچا دکھایا۔

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور خدا تعالیٰ نے اپنے زبردست نشانوں سے ثابت کر دیا کہ میرا سلسلہ شخصیت پر نہیں بلکہ اس کا متکفل میں خود ہوں چاہوں تو اس سے جو ذلیل سمجھا گیا اور بچہ قرار دیا گیا کام لے لوں۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا زبردست ثبوت

الغرض مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنے جلال کا ایک زبردست ثبوت دیا اور اس نے اپنی ذات کو تازہ نشانوں سے پھر ظاہر کیا اور وہ اپنی تمام شوکت سے پھر جلوہ گر ہوا اور اس نے عَلٰی رُءُوْسِ الْاَشْھَادِ پکار دیا کہ احمدیت اس کا قائم کیا ہوا پودا ہے اس کو کوئی نہیں اکھاڑ سکتا۔ خلافت اس کا لگایا ہوا درخت ہے اس کو کوئی نہیں کاٹ سکتا۔ اس عاجز اور ناتوان وجود کو اسی نے اپنے فضل اور احسان سے اس مقام پر کھڑا کیا ہے۔ اس کے کام میں کوئی نہیں روک ہو سکتا۔ قادیان اس کی پیاری بستی ہے اسے کوئی نہیں اجاڑ سکتا وہ مکہ ہے مگر بروز محمدؐ کا مکہ وہ غریبوں کا شہر ہے مگر خدائے ذوالجلال کی حفاظت کے نیچے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

میرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح

از قادیان دارالامان

◎

ترجمہ انگریزی عبارات

۱؎ "میں جماعت احمدیہ کی دانائی اور اخلاقی جرأت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان باطل عقائد کے متعلق پورے زور سے نفرت کا اظہار کریں۔ پیشتر اس کے کہ یہ ان باطل عقائد کی طرح جو مسیح کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اپنی جڑ پکڑیں۔"

۲؎ "جماعت کے تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک بڑا حصہ۔"

۳؎ اخلاقی جرأت"

۴؎ "وہ کہتے ہیں کہ ان سے پہلے جن لوگوں پر خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا رہا ہے وہ باوجود آدمی ہونے کے خدا کہلاتے تھے۔"

۵؎ "چونکہ اس نے اپنے والد کے مداحوں کے گروہ میں پرورش پائی اس لئے اس کے اندر وہی تنگ خیالات پیدا ہو گئے۔ جو اس قسم کے نوجوانوں میں ایسے حالات کے ماتحت پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔"

۶، ۷ "معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا (نبی اللہ کا ظہور مصنفہ ظہیر الدین) جماعت احمدیہ نے کچھ زیادہ نوٹس نہیں لیا۔ مگر غالباً اس کتاب کا مضمون یا اسی قسم کے مضمون کا کوئی اور ٹریکٹ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم (جو اس وقت امام جماعت احمدیہ تھے) کے نوٹس میں لایا گیا اور مولوی صاحب موصوف کی طرف سے ایک اعلان اخبار بدر مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ محمد ظہیر الدین نئے عقائد کا اظہار اور اشاعت کر رہا ہے اس لئے اس کا جماعت احمدیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں سمجھنا چاہیئے۔"

۸ "وہ جنہوں نے مسیح موعودؑ کو قبول نہیں کیا صرف مسیح موعودؑ کے منکر ہیں اور احاطۂ اسلام سے واقع میں خارج نہیں۔"

۹ اور وہ اللہ کو اس کی ان صفات سے منسوب نہیں کرتے جن کا وہ مستحق ہے جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک فانی (انسان) کو کچھ وحی نہیں کی۔ کہو! کس نے وہ کتاب وحی کی تھی؟ جو موسیٰؑ لایا تھا اور لوگوں کے لئے نُور اور ہدایت تھی جس کے تم متفرق صحیفے بناتے ہو۔ جو تم دکھاتے ہو۔ حالانکہ تم بہت کچھ چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جو تم نہ جانتے تھے نہ تم اور نہ تمہارے آباء کہو اللہ۔ پھر ان کو ان کی باتوں میں کھیلتا چھوڑ دے۔"